

مَحَبَّتِ اِلهی پر لکھی جانے والی سب سے پہلی کتاب

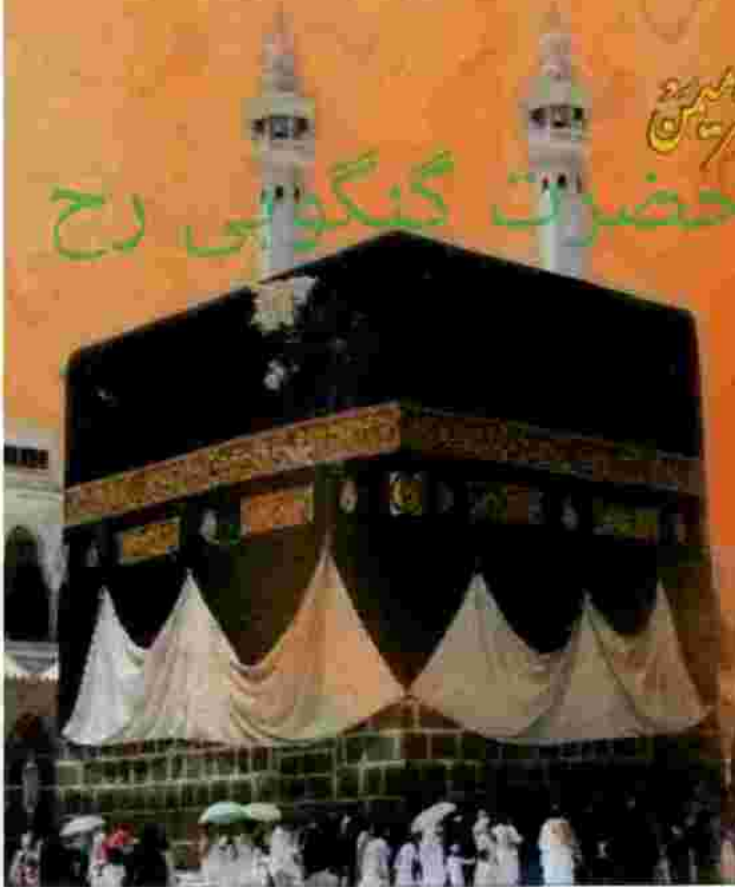


اللہ تعالیٰ بندوں کے کتنی محبت کرتے ہیں

پسند فرمودہ: عارف باللہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

مولانا مولانا محمد اسحاق صاحب

ادارہ قیضائے حضرت گنگوہی رح



مکتبہ دارالکتاب
مکتبہ دارالکتاب

مُحَبَّتِ الْهَىٰ لِکَھی جَانے والی سب سے پہلی کتاب

اللہ تعالیٰ بندوں سے
کتنی مُحَبَّت کرتے ہیں

پسند فرمودہ: عارف باللہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم
مترجم: شیخ الحدیث مولانا مفتی نظام الدین صاحب مدظلہ العالی

مؤلف: مولانا محمد ارسلان بن اختر مبین

تألیف: مولانا حکیم محمد مظہر صاحب مدظلہ العالی

ادارہ فیضانِ حضرت گنگوہی رح

مکتبہ نیادگار شیخ

اردو بازار، محلہ مبارک شاہ سہارنپور

ہملہ حقوق کتابت و طباعت بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب۔ اللہ تعالیٰ بندوں سے کتنی محبت کرتے ہیں

مصنف..... مولانا محمد ارسلان بن اختر میمن

اہتمام..... (مفتی) سید محمد صالح مظاہری

فون..... 0132-2655712

موبائل..... 9837178224

ناشر

مکتبہ نیار گار شیخ

اردو بازار، محلہ مبارک شاہ سہارنپور

عارف باللہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم کے اشعار

ہر شعر مرا غم ہے تمہارا لئے ہوئے
 اور درد محبت کا اشارہ لئے ہوئے
 ارضِ سماء سے غم جو اٹھایا نہ جاسکا
 وہ غم تمہارا دل ہے ہمارا لئے ہوئے
 عارف کا ہر سکوت ہے پیغام محبت
 ہر لحظہ تجلی کا نظارہ لئے ہوئے
 ایذائے خلق نے کیا خالق سے بھی قریب
 فریاد کا ہر لمحہ سہارا لئے ہوئے
 اختر زمیں پہ اس طرح جینے کی فکر کر
 اپنے خدا کے غم کو خدا را لئے ہوئے

فہرست مضامین

۱۵	تقریظ مرشدی و مولائی محبی و محبوبی عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ	☆
۱۶	حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم	
۱۸	تقریظ: حضرت مولانا مفتی نظام الدین شامزی صاحب مہذظہ الدعای	☆
۲۰	عرض مولف	☆
۲۳	آپ اس کتاب کو کیسے پڑھیں؟	☆
	پہلا باب : اسماء الحسنیٰ کی تشریح	☆
۲۵	اللہ کا کوئی نام بھی عذاب پر دلالت نہیں کرتا	۱
۲۶	جابر اور جبار کے معنی	۲
۲۷	لفظ قہار کے معنی	۳
۲۸	رب کا لفظی معنی	۴
۳۱	اسم اللہ پر غور و فکر	۵
۳۲	الرحمن پر غور و فکر	۶
۳۳	رحمت کے چار معانی	۷
۳۳	رحمت الہی پر ایک عجیب واقعہ	۸
۳۴	الرحیم کی عاشقانہ شرح	۹
۳۵	سبقت رحمتی کی تفسیر	۱۰
۳۶	اے یحییٰ تو میرے لئے کہا لایا؟	۱۱
۳۶	رحمت الہی پر حضرت شبلیؒ کا واقعہ	۱۲
۳۷	ساری عمر تو سختی رہی کہ اللہ دے گا	۱۳
۳۸	المومن کی شرح	۱۴
۳۸	امن حاصل کرنے کے تین راستے	۱۵
۴۱	الغفار والغفور کی شرح	۱۶
۴۳	معفرت الہی پر دو احادیث	۱۷

۳۳	ارزاق کی شرح	۱۸
۳۴	حضرت ابراہیم علیہ السلام اور موسیٰ کا واقعہ	۱۹
۳۴	وسعت رزق کے ذرائع و اسباب	۲۰
۴۷	ایسیح کی شرح	۲۱
۴۸	خولہ بنت ثعلبہ کا واقعہ	۲۲
۴۹	الحلیم کی شرح	۲۳
۵۰	اللہ تعالیٰ کی صفت حلیم کے ظہور پر دو واقعات	۲۴
۵۲	الشکور کی شرح	۲۵
۵۲	صفت شکور پر حکایت	۲۶
۵۳	الحفیظ کی شرح	۲۷
۵۴	صفت الحفیظ پر ایک عجیب واقعہ	۲۸
۶۵	اسم رؤف کی شرح	۲۹
۶۵	رؤف پر ایک عجیب حدیث	۳۰
۶۹	المعصم کی شرح	۳۱
۷۰	اس کا کھا کراسی کے شکوے	۳۲
۷۰	نبی آدم پر اللہ تعالیٰ کے احسانات سے متعلق واقعات	۳۳
۸۱	دوسرا باب : اقوالِ محبت و معرفت و قربت	☆
۸۳	لفظ محبت کا لغوی معنی و مفہوم	۱
۸۸	تعریف محبت پر صوفیاء کرام کے (۳۱) اقوال	۲
۹۵	بندوں سے اللہ کی محبت کا مفہوم	۳
۹۹	حقیقت محبت پر صوفیاء کے اقوال	۴
۱۰۷	محبت الہی سے متعلق صوفیاء کے (۱۳۱) ملفوظات	۵
۱۵۲	اقسام محبت پر صوفیاء کے اقوال	۶
۱۶۹	مراتب محبت پر صوفیاء کے اقوال	۷
۱۷۵	معرفت الہی کی حقیقت پر صوفیاء کے اقوال	۸
۱۷۷	معرفت افضل ہے یا محبت؟	۹
۱۷۸	معرفت الہی کی علامات	۱۰
۱۷۹	اہل معرفت کون ہیں؟	۱۱
۱۸۱	اقسام معرفت	۱۲

۱۸۲	محبت کے لئے معرفت ضروری ہے	۱۳
۱۸۳	حصول معرفت الہی کا نسخہ	۱۴
۱۸۴	قرب الہی کی حقیقت پر صوفیاء کرام کے (۲۴) اقوال	۱۵
۱۹۰	قرب کی اصل جذب الہی ہے	۱۶
۱۹۰	مدارج قرب الہی	۱۷
۱۹۱	قرب الہی کی حدود	۱۸
۱۹۱	قرب الہی اور محمد الہی	۱۹
۱۹۵	قرب الہی کے حصول کا طریقہ	۲۰
	تیسرا باب : درس محبت قرآنی آیات کی روشنی میں	☆
۱۹۷	قل ان کنتم تحبون اللہ..... الخ کی عاشقانہ تفسیر	۱
۲۰۱	اللہ کی محبت کی فرضیت	۲
۲۰۳	والذین امنوا اشد حبا للہ کی عاشقانہ تفسیر	۳
۲۰۵	بندوں کو خدا سے کتنی محبت ہونی چاہئے	۴
۲۰۵	اَحْبُ اِلٰی مِنْ نَفْسِی کی شرح	۵
۲۰۷	نفس کیا ہے؟	۶
۲۰۸	نفسانی خواہشات کی مذمت	۷
۲۰۹	گناہوں کے تقاضے تو ولایت کا ذریعہ ہیں	۸
۲۱۱	ہم تو ایک قدم پر ہیں	۹
۲۱۱	نفسانی خواہشات کا اصول	۱۰
۲۱۲	نفسانی خواہشات کو ختم کرنے کا نسخہ	۱۱
۲۱۲	وَمِنْ اَهْلِی کی شرح	۱۲
۲۱۳	جہانگیر اور نور جہاں کا واقعہ	۱۳
۲۱۳	حضرت سمون محب کی حکایت	۱۴
۲۱۳	محبت کا عجیب اثر	۱۵
۲۱۴	محبت الہی میں عجیب کیفیت	۱۶
۲۱۵	خواب کے ذریعہ تربیت	۱۷
۲۱۵	وَمِنْ الْمَاءِ الْبَارِد کی شرح	۱۸
۲۱۷	آیت اَشَدُّ حُبًا للہ جملہ خبریہ سے نازل ہونے کا راز	۱۹
۲۱۸	اکثر عارفین کے نزدیک لمانت سے مراد عشق ہے	۲۰

۲۲۰	اللہ تعالیٰ بندوں سے کتنی محبت کرتے ہیں اسکے دلائل قرآن کی روشنی میں	۲۱
۲۲۰	اہل محبت اللہ کو پسند ہیں	۲۲
۲۲۲	يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ کی عاشقانہ تفسیر	۲۳
۲۲۵	اہل محبت کی تین علامات	۲۴
۲۲۷	اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں کو پیار بھرا خطاب	۲۵
۲۲۹	اللہ کی شان اہلباء و شان ہدایت	۲۶
۲۳۰	آیت شریفہ کا شان نزول	۲۷
۲۳۳	جذب و سلوک کی تشریح حکیم الامت کی زبانی	۲۸
۲۳۷	جذب سے متعلق اکابرین کے ارشادات	۲۹
۲۳۸	جذب کا راستہ سلوک کے راستہ سے زیادہ سریع الاثر ہے	۳۰
۲۴۰	شیخ عثمان خیرئی کے جذب کا واقعہ	۳۱
۲۴۱	علامات جذب	۳۲
۲۴۳	قُلْ يَسْعَادِي الَّذِينَ اسْرِفُوا الخ کی محبت بھری تفسیر	۳۳
۲۴۶	اللہ کے محبوب بندوں کی چال	۳۴
۲۴۷	اللہ کے دوست کون ہیں؟	۳۵
۲۴۷	ثُمَّ تَابَ اللَّهُ عَلَيْهِم الخ کی عجیب تفسیر	۳۶
۲۴۸	وہ لوگ جن سے اللہ محبت کرتا ہے	۳۷
۲۴۹	اللہ کی معیت کی کسوٹی	۳۸
۲۵۰	وہ لوگ جن کو اللہ ناپسند کرتا ہے	۳۹
۲۵۲	قرب الہی قرآنی آیات کی روشنی میں	۴۰
۲۵۳	قرب الہی پر قرآنی آیات	۴۱
۲۵۴	نَحْنُ اقْرَبُ إِلَيْهِ الخ کی عمدہ تفسیر	۴۲
۲۵۵	معرفت الہی قرآنی آیات کی روشنی میں	۴۳
۲۵۶	مَا قُلُوا اللَّهَ حَقَّ قُلُوبِهِ کی تشریح	۴۴
۲۵۷	اقسام معرفت	۴۵
۲۵۷	انتہائے معرفت	۴۶
۲۵۹	چوتھا باب : درس محبت احادیث مبارکہ کی روشنی میں	☆
۲۶۲	توبہ و استغفار سے اللہ کتنا خوش ہوتا ہے؟	۱
۲۶۴	ایک محبت بھری حدیث	۲

۲۶۳	محبت کی تین علامات	۳
۲۶۵	محبت معرفت کی بنیاد ہے	۴
۲۶۶	اللہ سے محبت کا ثمرہ	۵
۲۶۶	اہل محبت پر اللہ کا سایہ کرم	۶
۲۶۶	اللہ سے محبت پورے دل سے کرو	۷
۲۶۷	حضرت ابراہیم علیہ السلام کا نظریہ محبت	۸
۲۶۷	اللہ سے ملاقات کا شوق	۹
۲۶۷	اللہ کی قربت حاصل کرنے کا نسخہ	۱۰
۲۶۸	پانچ چیزوں سے محبت اور پانچ سے غفلت	۱۱
۲۶۸	روشن دل صحابی کا واقعہ	۱۲
۲۶۹	حصول حلاوت ایمان کے تین نسخے	۱۳
۲۷۰	ہر چیز سے زیادہ اللہ کو دوست رکھو	۱۴
۲۷۰	سچے مومن کی نشانی	۱۵
۲۷۰	ایک صحابی کا اظہار محبت	۱۶
۲۷۰	اللہ اور رسول سے محبت کا نتیجہ	۱۷
۲۷۲	اللہ تعالیٰ بندوں سے کتنی محبت کرتے ہیں اسکے دلائل احادیث کی روشنی میں	۱۸
۲۷۲	بندے سے اظہار محبت پر ایک عجیب حدیث	۱۹
۲۷۳	اگر تم نے پیدا کیا ہے پکڑ لو	۲۰
۲۷۳	اللہ کی طرف سے پکڑ کب آتی ہے؟	۲۱
۲۷۵	خدا ماں سے زیادہ مہربان ہے	۲۲
۲۷۵	اللہ تعالیٰ ماں سے ستر (۷۰) گنا زیادہ محبت کرتے ہیں	۲۳
۲۷۶	کیا کوئی ماں اپنے بچے کو آگ میں پھینک سکتی ہے؟	۲۴
۲۷۷	ایک شرابی پر اللہ کی شفقت و محبت کا منظر	۲۵
۲۷۷	خدا صرف سرکشی کرنے والے کو عذاب دیتا ہے	۲۶
۲۷۸	اللہ کے دوستوں سے دشمنی کا نتیجہ	۲۷
۲۸۰	اللہ کا بندوں کو اپنی دوستی کی دعوت دینا	۲۸
۲۸۰	جو مجھ سے محبت کرتے ہیں میں اس کا حبیب ہوں	۲۹
۲۸۱	نافرمان بندوں سے اللہ کی محبت	۳۰
۲۸۲	جس نے مجھے طلب کیا اس نے مجھے پالیا	۳۱

۲۸۲	اللہ کی بندوں پر شفقت کے مناظر	۳۲
۲۸۳	ایک حصہ رحمت کے اثرات	۳۳
۲۸۶	آپ میرے بندوں کو میری رحمت سے مایوس نہ کریں	۳۴
۲۸۷	خدا بندوں پر کتنا مہربان ہے؟	۳۵
۲۸۸	میں اپنے بندے سے اس کی بہ نسبت زیادہ محبت کرتا ہوں	۳۶
۲۸۹	مجھ سے محبت کرو میرے احسانات کی وجہ سے	۳۷
۲۹۰	انعام محبت	۳۸
۲۹۲	حضرت دہو علیہ السلام کی دعا	۳۹
۲۹۳	محبوب بندے سے بغض پر اللہ کا اعلان جنگ	۴۰
۲۹۳	سو (۱۰۰) آدمیوں کے قاتل کے ساتھ محبت بھرا معاملہ	۴۱
۲۹۷	اگر تیرے گناہ زمین و آسمان کو بھی بھر دیں	۴۲
۲۹۸	فرشتو! مجھے حیا آتی ہے کہ میں اپنے بندوں کی خطا بخش نہ دوں	۴۳
۲۹۸	میں اپنے بندوں کو بخشتا رہوں گا	۴۴
۲۹۹	گناہ چھوٹتے نہیں، پکی توبہ کرتے نہیں	۴۵
۳۰۱	زانیہ سے اللہ کی محبت	۴۶
۳۰۲	قیامت کے دن رحمت الہی کا ایک منظر	۴۷
۳۰۳	زندگی بھر اللہ کی نافرمانی کرنی والے کے ساتھ محبت بھرا معاملہ	۴۸
۳۰۶	دنیا بھر کے گناہ کرنے والے سے محبت بھرا معاملہ	۴۹
۳۰۸	ایک گناہگار نوجوان سے اللہ کا محبت بھرا معاملہ	۵۰
۳۱۱	توبہ المصوح یعنی گچی توبہ	۵۱
۳۱۲	گناہ کبیرہ کرنے والے کی توبہ کا واقعہ	۵۲
۳۱۷	اللہ کی بندے سے محبت کی غرض	۵۳
۳۱۷	غیر اللہ سے محبت کا نتیجہ	۵۴
۳۱۸	ایک حدیث قدسی	۵۵
۳۱۸	میرے سوا میرے بندے کا کون ہے؟	۵۶
۳۱۹	مومن بندے سے اظہار محبت	۵۷
۳۲۰	مومن کا دل میرا حرم ہے	۵۸
۳۲۰	تو میرے لئے دنیا تیرے لئے	۵۹
۳۲۱	میں صرف مومن کے دل میں سما سکتا ہوں	۶۰
۳۲۱	میں تجھے یلو کرتا ہوں تو مجھے بھول جاتا ہے	۶۱

۳۲۲ میں نے سب کچھ تیرے لئے بنایا ہے	۶۲
۳۲۲ اللہ کا بندوں سے اظہارِ محبت	۶۳
۳۲۳ جو مجھ سے محبت کرتے ہیں میں ان سے محبت کرتا ہوں	۶۴
۳۲۴ میرے بندے جو میں چاہتا ہوں تو وہ کر	۶۵
۳۲۴ حضرت دہود علیہ السلام اور وحی الہی	۶۶
۳۲۴ حضرت آدم علیہ السلام اور وحی الہی	۶۷
۳۲۴ انبیاء علیہم السلام اور وحی الہی	۶۸
۳۲۴ اللہ سے محبت رکھنے والوں کے لئے چند بشارتیں	۶۹
۳۲۵ درس قرب الہی احادیث کی روشنی میں	۷۰
۳۲۵ نماز کا مقصود قرب الہی ہے	۷۱
۳۲۶ کثرتِ عباد کے ساتھ حصول مقصد	۷۲
۳۲۷ اللہ تعالیٰ کو فرائض کی ادائیگی محبوب ہے	۷۳
۳۲۹ قرب فرائض	۷۴
۳۳۱ قرب نوافل	۷۵
۳۳۲ قرب فرائض اور قرب نوافل میں فرق	۷۶
۳۳۲ درجہ 'محبوبیت'	۷۷
۳۳۳ محبوب بندے پر خاص انعام	۷۸
۳۳۶ جو میری قربت کو ڈھونڈتا ہے میں اس کا ہو جاتا ہوں	۷۹
۳۳۸ مومن کی ہر حالت میں خیر ہے	۸۰
۳۳۹ قرب الہی کے دور راستے	۸۱
۳۴۲ امام اسرافیلؑ کا پر جوش پیغام	۸۲
۳۴۵ آپ ﷺ اور مقام قرب	۸۳
۳۴۷ درس معرفت الہی احادیث کی روشنی میں	۸۴
۳۴۷ كُنْتُ كَنَزًا مَخْفِيًا الخ کی عاشقانہ شرح	۸۵
۳۴۹ اللہ کی معرفت حاصل کرنے کے راستے	۸۶
۳۵۵ پانچواں باب : اللہ کی بندوں سے محبت کے چند واقعات	☆
۳۵۵ ۴۰ سال تک اللہ کی نافرمانی کرنیوالے سے اللہ کی محبت	۱
۳۵۶ گناہ گاروں سے اللہ کا محبت بھرا خطاب	۲
۳۵۸ اَلرَّاقِدُونَ اِيَكٍ مَرْتَبَةٍ بِيَّيْ مَجْهٍ پکارتا	۳

۳۶۱	فرعون کی سرکشی کے باوجود.....	۴
۳۶۱	دنیا بھر کے گناہ کرنے والے کے ساتھ اللہ کا محبت بھرا معاملہ.....	۵
۳۶۳	حضرت ابراہیم علیہ السلام اور مجوسی کا واقعہ.....	۶
۳۶۳	گناہ کی دعوت دینے والی سے اللہ کی محبت.....	۷
۳۶۵	سارنگی بجانے والے کے ساتھ اللہ کا محبت بھرا معاملہ.....	۸
۳۶۷	۲۰ سال عبادت اور ۲۰ سال نافرمانی کرنے والے شخص کا واقعہ.....	۹
۳۶۷	کتنے بڑے ہیں حوصلے پروردگار کے.....	۱۰
۳۶۹	ہندوستان کے ایک بُت پرست کا واقعہ.....	۱۱
۳۷۰	عورتوں میں عورت بن کر رہنے والے کی پردہ پوشی کا واقعہ.....	۱۲
۳۷۵	اللہ گناہ دیکھتے ہیں مگر غضبناک نہیں ہوتے.....	۱۳
۳۷۵	حضرت فضیل بن عیاضؒ کے تائب ہونے کا واقعہ.....	۱۴
۳۸۰	مالک بن دینارؒ کے تائب ہونے کا واقعہ.....	۱۵
۳۸۳	۴۰۰ سال تک بت کو پوجنے والے کا واقعہ.....	۱۶
۳۸۵	بنی اسرائیل کے ایک گناہ گار سے اللہ کی محبت کا منظر.....	۱۷
۳۸۷	مالک بن دینار کے پڑوسی کا واقعہ.....	۱۸
۳۸۸	شیخ عثمان خیر آبادی اور شرابی کا واقعہ.....	۱۹
۳۸۹	بُت پرست کو ابدال بنائے جانے کا واقعہ.....	۲۰
۳۹۰	حضرت نوح علیہ السلام کا ایک عجیب واقعہ.....	۲۱
۳۹۱	ایک شرابی کے ساتھ اللہ کا محبت بھرا معاملہ.....	۲۲
۳۹۳	بنی اسرائیل کے ایک گناہ گار کا واقعہ.....	۲۳
۳۹۳	کفل نامی شخص کا عجیب واقعہ.....	۲۴
۳۹۳	حضرت وحشیؒ کا محبت الہی سے لبریز واقعہ.....	۲۵
۴۰۰	حضرت بشر حافیؒ کے تائب ہونے کا واقعہ.....	۲۶
۴۰۳	محبت الہی کی تمثیل پر ایک بچہ کا واقعہ.....	۲۷
۴۰۴	اس کا کیا معنی کہ وہ غفور الرحیم ہے.....	۲۸
۴۰۶	چند اہم باتیں قارئین کے فائدے کے لئے.....	☆
۴۰۸	مؤلف کی دیگر کتابیں.....	☆

تقریظ

مرشدی و مولائی

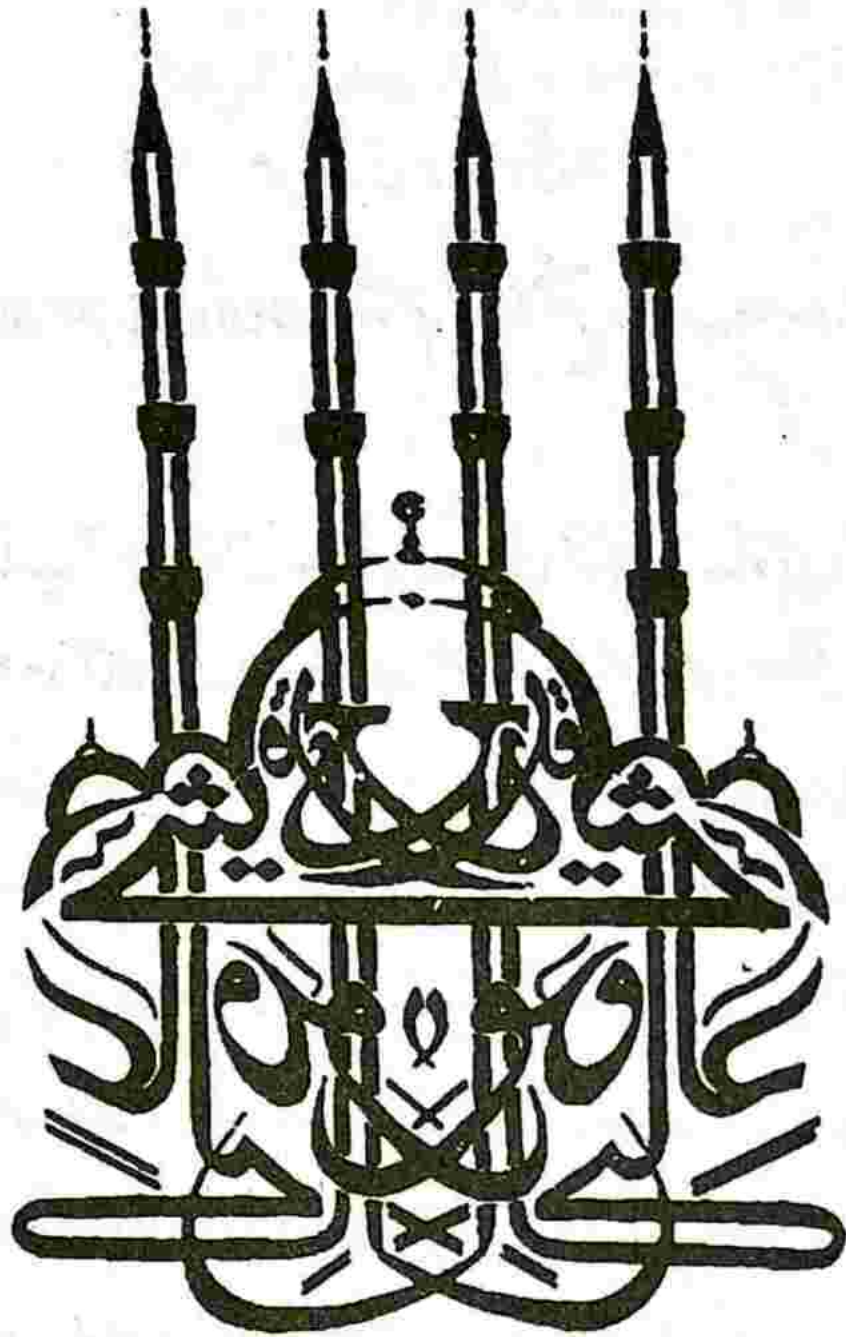
عارف باللہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

کتاب ”اللہ تعالیٰ بندوں سے کتنی محبت کرتے ہیں“

۳ سو کتابوں کے ماخذ سے مستند ہے جس میں صوفی مولوی
ارسلان صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فطری ذوق عاشقانہ عارفانہ سے
معرفت اور محبت کے نہایت مفید مضامین جمع کئے ہیں مجھے اُمید قوی
ہے کہ یہ کتاب اور موصوف کی دیگر کتابوں کا مطالعہ اُمت مسلمہ کیلئے
معرفت اور محبت خداوند تعالیٰ کے حصول میں نہایت مفید ثابت ہوگا۔
دل سے دعا کرتا ہوں کہ حق تعالیٰ شانہ موصوف کی تصنیف اور تالیف
کردہ کتابوں کو اُمت مسلمہ کیلئے نہایت مفید بنا کر قارئین اور معاونین
کیلئے صدقہء جاریہ بنائیں آمین

العارض

(حضرت مولانا شاہ) حکیم محمد اختر عفا اللہ تعالیٰ عنہ (دامت برکاتہم)



تقریظ

شیخ الحدیث

حضرت مولانا ڈاکٹر مفتی نظام الدین شامزی صاحب مدظلہ العالی

جامعۃ العلوم الاسلامیہ، علامہ بنوری ٹاؤن۔ کراچی

اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن کریم میں جہاں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نبوت کے مقاصد کو ذکر فرمایا ہے وہاں پر ایک مقصد یہ بھی ذکر فرمایا ہے کہ **وَيُزَكِّيهِمْ** تاکہ آپ لوگوں کے دلوں کا تزکیہ فرمائیں۔ آسان الفاظ میں تزکیہ اس کو کہا جاتا ہے کہ کسی کے دل پر محنت کی جائے اور اس کے دل سے رذائل کو نکال دیا جائے یا بالفاظ دیگر باطنی اور روحانی امراض کا علاج کیا جائے جس سے دل میں ان رذائل اور گناہوں کی نفرت آجائے اور اسلامی احکام کی محبت اور تڑپ دل میں بیٹھ جائے جس کا نتیجہ یہ ہو کہ احکام الہیہ اور مرضیات پر عمل اور معاصی سے اجتناب انسان کے لئے آسان ہو جائے۔ اور پھر اس کے بعد اگلا مرحلہ یہ ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی محبت و معرفت اور اللہ تبارک و تعالیٰ کے اسماء مبارکہ کے مظاہر جو اللہ تبارک و تعالیٰ کی صفات ہیں ان کی معرفت حاصل ہو جائے اور پھر اس کے بعد ترقی ہوتی جائے اور اگلے مراحل معرفت طے ہو جائے۔ بہر حال یہ ایک مستقل موضوع ہے۔

بندہ نے ان ہی موضوعات پر لکھی گئی مولوی محمد ارسلان بن اختر
مبین کی تصنیف کردہ دو کتابیں:

(۱) اللہ تعالیٰ بندوں سے کتنی محبت کرتے ہیں

اور دوسری

(۲) اللہ کے عاشقوں کی عاشقی کا منظر

بندہ نے سرسری طور پر دیکھی ماشاء اللہ اپنی موضوع پر بہت اچھی کتابیں
ہیں۔ مولوی محمد ارسلان صاحب کا تعلق بیعت چونکہ عارف باللہ حضرت
مولانا حکیم محمد اختر صاحب سے ہے اور ان موضوعات میں حضرت حکیم
صاحب دامت برکاتہم کی معرفت مسلم ہے اس لئے ان کے مسٹر شہین کو
بھی ماشاء اللہ ان چیزوں میں سے وافر حصہ ملا ہے۔ اس لئے معلوم یہ ہوتا ہے
کہ یہ موضوعات مولف موصوف کے لئے باوجود نو عمری اور کم عمری کے
شنید نہیں بلکہ دید ہے۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مولوی محمد ارسلان صاحب
کو کھل عالم با عمل بنادے اور اپنی محبت و معرفت کاملہ نصیب فرمائے اور ان کی
تحریر کردہ ان کتب کو امت مسلمہ کے لئے نافع اور باعث ہدایت بنادے
آمین۔

(حضرت مولانا مفتی) نظام الدین شامزی (صاحب مدظلہ العالی)

۲۴ رمضان المبارک ۱۴۲۰ھ

عرض مؤلف

نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّي عَلَى رَسُولِهِ الْكَرِيمِ

احقر مؤلف کے دل میں ایک عرصہ سے یہ داعیہ پیدا ہو رہا تھا کہ کوئی ایسی کتاب لکھی جائے جس کو گناہوں کے سمندر میں غوطہ لگانے والا بھی پڑھے تو اس کے دل میں محبت الہی کی شمع روشن ہو جائے۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی محبت کا نشہ ایسا نشہ ہے جس کے سامنے دنیا مافیہا کے سارے نشے ختم ہو جاتے ہیں۔ جس دل میں اس نشہ کا رتی بھر اثر ہو جائے تو اس دل کی دوا کے لئے دیدار محبوب کے علاوہ کوئی چیز کارگر نہیں ہو سکتی۔ ایسا شخص محبوب کی رضا والے اعمال میں لگا رہتا ہے۔

اور تمام اعمال سے مقصود اللہ کی رضا و محبت ہی ہے اور محبت ہی کی وجہ سے سالک کے لئے مشکل سے مشکل عمل آسان ہو جاتا ہے اور بڑے سے بڑے گناہ کو چھوڑنا بھی آسان نہیں بلکہ مزیدار ہو جاتا ہے کیونکہ محبت قلب کی وہ آگ ہے جو ہر نجاست کو جلا دیتی ہے اور جب محبت قلب کے گرد و نواح میں آ جاتی ہے تو گناہ کا صدور مشکل ہو جاتا ہے۔ جو اللہ کی محبت کا مزہ چکھ لیتا ہے وہ پھر فانی چیزوں اور غیر اللہ سے دل نہیں لگاتا کیونکہ حق تعالیٰ کی محبت ایک بادشاہ ہے جب وہ کسی دل میں آ جاتی ہے تو پھر اس میں کسی دوسرے کو ٹھہرنے کی اجازت نہیں ملتی۔

اور یہ بات بندہ کے ذاتی تجربہ میں بھی ہے کہ محبت کا موضوع ایسا اثر انگیز اور سحر انگیز ہے کہ فاسق و فاجر سے بھی گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ اس مضمون پر بات کرو تو وہ خوشی سے سنتا ہے اور اگر اس مضمون کی جگہ قبر حشر یا دوسرے کسی مضمون کو بیان کیا جائے تو سننے والا کچھ ہی دیر میں بور ہو جاتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ محبت کا مادہ فاسق میں بھی موجود ہے اور غیر فاسق میں بھی موجود ہے فرق صرف اتنا ہے کہ فاسق میں محبت مجازی کی شدت ہوتی ہے اور اللہ کے محبوب بندوں میں محبت حقیقی

کی شدت ہوتی ہے۔

لہذا ضرورت اس بات کی ہے کہ ان کی محبت مجازی کو محبت حقیقی سے بدل دیا جائے اس کے لئے بندہ نے محض اللہ کی رحمت و فضل سے محبت الہی پر مواد جمع کرنا شروع کیا اور تقریباً تین سال بندہ مواد جمع کرتا رہا کیونکہ محبت الہی کا مواد بہت کم کتابوں میں ملتا ہے۔ اس وجہ سے بندہ کو اردو میں ایک کتاب بھی ایسی نہیں ملی جس میں آیات محبت و معرفت و قربت اور اسی طرح احادیث محبت و معرفت و قربت کو یکجا کیا گیا ہو البتہ تصوف کی قدیم کتابوں سے بندہ کو اچھا خاصا مواد ملا ہے جس کو بندہ اس کتاب میں لکھ چکا ہے۔ بندہ نے اس کتاب کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لئے بلا مبالغہ ہزاروں کتابوں کا مطالعہ کیا پھر اس میں سے کئی سو کتابوں سے مواد نکال کر کتابی شکل دی۔

حقیقت میں بندہ کی حیثیت اس کتاب کی تالیف میں ترجمان کی سی ہے اس میں بندہ نے اپنی طرف سے کچھ نہیں لکھا اور نہ میں اس لائق ہوں البتہ بندہ نے صرف وہی لکھا ہے جس کی تائید قرآن و حدیث یا تصوف کی مستند کتاب یا مشائخ کے اقوال نے کی ہو۔ اس کے باوجود کوئی بات یہ جملہ اہل علم اور اہل قلم پر گراں گزرے اور کسی طرح اس کی تاویل بھی نہ ہو سکتی ہو تو ازراہ عنایت مطلع فرمادیں بندہ احسان مند ہو گا۔

اللہ جل شانہ سے قوی امید ہے کہ یہ کتاب تاریکی میں چراغ ثابت ہوگی اور ہر طبقہ کے مسلمانوں اور خاص طور پر عاشق مزاج کیلئے نافع و مفید ہوگی۔ جن حضرات کو اس کتاب سے نفع ہو وہ احقر راقم الحروف اور اس کے والدین اساتذہ اور پیر و مرشد و معاونین کو اپنی مخصوص دعاؤں میں ضرور یاد فرمائیں۔

العارض

ارسلان بن اختر

كان الله له عوضا عن كل شيء

آپ اس کتاب کو کیسے پڑھیں؟

یاد رکھئے مسلمان کی نیت بہت ہی زیادہ اہمیت رکھتی ہے، لہذا پڑھنے سے پہلے یہ نیت کر لیں کہ اس کتاب کو اس لئے پڑھ رہا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے راضی ہو جائے اور دین کی جو بات پڑھوں گا انشاء اللہ تعالیٰ اس پر عمل کرنے کی پوری کوشش کروں گا۔ اس نیت سے آپ پڑھیں گے تو اللہ تعالیٰ آپ کو عمل کر توفیق ضرور عطا فرمائیں گے اور جس بات پر عمل کرنا بظاہر آپ کو مشکل نظر آئے گا لیکن آپ کی سچی نیت اور پکے ارادے کی برکت سے اللہ تعالیٰ اس پر عمل کرنا آسان فرمادیں گے اور جتنا وقت پڑھنے پر لگے گا وہ دین بنتا جائے گا اور انشاء اللہ عبادت میں شمار ہوگا۔

کچھ گذارشات

❶ کتاب پڑھنے سے قبل یہ دعا ضرور کر لیں کہ یا اللہ اس کتاب کو میری ہدایت کا ذریعہ بنادے۔

❷ دوسری اہم گذارش یہ ہے کہ کتاب پڑھنے سے پہلے اپنے دل و دماغ اور آنکھوں کے پردوں کو کھول لیجئے۔

❸ کتاب پڑھنے کیلئے وقت ایسا نکالا جائے جو الجھنوں یا پریشانیوں سے گھرا ہوا نہ ہو، کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ الجھن ذہن پر سوار تھی کسی اور وجہ سے اور چہن محسوس ہوتی ہے کتاب کے مضمون سے۔

❹ کتاب پڑھنے سے پہلے توبہ و استغفار ضرور کر لیں تاکہ دل پر جو گناہوں

کا غبار چھایا ہوا ہے وہ چھٹ جائے۔

۵ مزید یہ کہ کتاب کے مطالعہ کے وقت ایک قلم ساتھ رکھیں اور جن امور کی انجام دہی میں کوتاہی محسوس کریں اس پر نشان لگائیں اور اسے بار بار پڑھیں اور اس کی اصلاح کیلئے خوب دعائیں بھی مانگیں اور کوشش بھی کریں۔

۶ اس کتاب کو پڑھنے کی دوسرے مسلمانوں کو بھی دعوت دیں اور اس کتاب میں جو ایمانی ترقی اور اخلاقی بہتری اور صفات اولیاء سے متعلق کوئی بات ملے تو ان خوبیوں اور صفات کی طرف دوسرے افراد کو بھی توجہ دلائیں۔

۷ آخر میں گزارش ہے کہ مؤلف کتاب اور جن بزرگوں کی کتابوں سے استفادہ کر کے یہ مضامین تیار کئے گئے ہیں یا اس کتاب کی تیاری کے مختلف مراحل میں کسی بھی طرح شریک ہونے والے معاونین کے لئے خصوصی طور پر دعاؤں کا اہتمام فرمائیں۔

ایک اہم گزارش

قارئین سے گزارش ہے کہ دوران مطالعہ اس کتاب میں کسی قسم کی کوئی غلطی یا کوتاہی نظر آئے یا مزید بہتری کی کوئی صورت سامنے آئے تو ناشر یا احقر مؤلف کو اس کی ضرور اطلاع فرمائیں یہ آپ کا ہم پر احسان عظیم ہوگا..... والسلام

يَا ابْنَ آدَمُ إِنِّي لَكَ مُجِيبٌ (احياء العلوم)
اے آدم کی اولاد میں تجھ سے محبت کرتا ہوں۔

يَا ابْنَ آدَمُ إِنْ ذَكَرْتَنِي ذَكَرْتُكَ إِنْ نَسَيْتَنِي ذَكَرْتُكَ (احياء العلوم)
اے بنی آدم تو مجھے یاد کرتا ہے تو میں تجھے یاد کرتا ہوں، تو مجھے بھول
جاتا ہے تو پھر بھی تجھے یاد کرتا ہوں کرتا ہوں۔

أَحِبُّوا اللَّهَ لِمَا يَغْدُو كُمْ مِنْ نِعْمَةٍ الخ (ترمذی)
آپ ﷺ نے فرمایا لوگو! خدا سے محبت کرو کہ وہ تمہیں اپنی نعمتیں عطا کرتا ہے۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

باب اول

اسماء الحسنیٰ کی تشریح

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

محبت الہی سے متعلق اسماء الحسنی کی مختصر تشریح

صحیح بخاری و مسلم میں ایک حدیث لکھی ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

إِنَّ لِلَّهِ تِسْعَةً وَتِسْعِينَ اسْمًا مِائَةً

بیشک اللہ تعالیٰ کے ۹۹ نام ہیں

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کے بیسیوں اوصافی ناموں کا تذکرہ موجود ہے اور مذکورہ بالا حدیث شریف میں آپ ﷺ نے اسماء الہیہ ۹۹ بتائے ہیں ان ناموں میں بڑی تعداد انہی ناموں کی ہے جن میں اللہ تعالیٰ کی محبت جھلکتی ہے قادر مبین عنقریب ان اسماء کی تشریح پڑھ کر بے اختیار کہہ اٹھیں گے کہ اسماء الہیہ تو محبت ہی سے لبریز ہیں انشاء اللہ ان اسماء کی شرح پڑھ کر گناہوں کے سمندر میں غوطہ لگانے والے شخص کے قلب میں بھی محبت الہی کی شمع روشن ہو جائے گی۔

اللہ کا کوئی نام بھی عذاب پر دلالت نہیں کرتا

بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے بہت سے ناموں سے عذاب کی شدت جھلکتی ہے۔ اس کے بارے میں حضرت مفتی تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم نے ارشاد فرمایا باری تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں کوئی ایسا نام نہیں ہے جو عذاب پر دلالت کرتا ہو، بلکہ سارے اسماء گرامی یا رحمت پر دلالت کرتے ہیں، یا ربوبیت پر دلالت کرتے ہیں یا قدرت پر دلالت کرتے ہیں لیکن جہاں تک مجھے یاد ہے اسماء حسنیٰ میں سے کوئی نام اللہ کے غضب و قہر پر دلالت نہیں کرتا۔ یہ الگ بات ہے کہ جب بندے حد سے گزر جائیں تو پھر بے شک اس کا غضب بھی نازل ہوتا ہے اس کا عذاب بھی برحق ہے جیسا کہ قرآن کریم کی بہت سی آیات میں بیان ہوا ہے لیکن باری تعالیٰ کی جو صفات بیان کی گئی ہیں

اور جو اسماء حسنیٰ سے موسوم ہیں ان میں عذاب کا ذکر صراحتہ موجود نہیں ہے۔
(اصلاحی خطبات جلد ۱ صفحہ ۲۰۳)

بعض لوگ جبار اور فقہار کے معنی بہت ظلم کرنے والا اور بہت قہر کرنے والا کے لیتے ہیں حالانکہ فقہار اور جبار کے یہ معنی نہیں ہیں۔

جابر اور جبکہ کے معنی

ایک انصاری صحابی کا نام ”جابر“ تھا بعض لوگوں کو شبہ ہوتا ہے کہ ”جابر“ تو ظالم آدمی کو کہتے ہیں، تو ان صحابی کا نام ”جابر“ کیسے رکھ دیا گیا؟ اور اللہ تعالیٰ کے نام گرامی ”جبکہ“ کے بارے میں بھی بعض لوگوں کو یہی شبہ ہوتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ایک نام ”جبار“ بھی ہے اور اردو میں ”جبار“ کے معنی ہیں بہت ظلم کرنے والا، اس لئے عام طور پر لوگوں کو یہ شبہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لئے ”جبار“ کا لفظ کیسے استعمال کیا گیا؟

اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ عربی زبان میں ”جبار“ کے وہ معنی نہیں ہیں جو اردو میں ہیں اردو میں ”جابر“ کے معنی ظالم کے آتے ہیں، لیکن عربی میں ”جابر“ کہتے ہیں ٹوٹی ہوئی چیز کو جوڑنے والا، ٹوٹی ہڈی جوڑنے کو ”جبر“ کہتے ہیں اور جو شخص ٹوٹی ہڈی کو جوڑے اس کو جابر کہتے ہیں تو جابر کے معنی ہوئے ٹوٹی ہوئی چیز کو جوڑنے والا، اور یہ کوئی غلط معنی نہیں ہیں بلکہ، بہت اچھے معنی ہیں، اسی طرح ”جبار“ کے معنی ہوئے بہت زیادہ ٹوٹی ہوئی چیزوں کو جوڑنے والا، تو اللہ تعالیٰ کا جو نام ”جبار“ ہے، اس کے معنی معاذ اللہ ظلم کرنے والے یا عذاب دینے والے کے نہیں ہیں بلکہ اس کے معنی یہ ہوئے کہ جو چیز ٹوٹ گئی ہو اس کو اللہ تعالیٰ جوڑنے والے ہیں۔

اسی طرح آنحضرت ﷺ نے جو بہت سی دعائیں تلقین فرمائی ہیں، ان میں سے ایک میں اللہ تبارک و تعالیٰ کو اس نام سے پکارا گیا ہے کہ:

یا جابر العظم الکسیر

اے ٹوٹی ہوئی ہڈی کو جوڑنے والے

(المعرب الا معظم ملا علی قاری، صفحہ ۲۱۳)

ہڈیوں کو جوڑنے والی ذات صرف ایک اللہ کی ہے اس معنی میں اللہ تعالیٰ کو ”جبار“ کہا جاتا ہے نہ کہ اس معنی میں جیسا کہ لوگ سمجھتے ہیں۔
(اصلاحی خطبات جلد ۱ صفحہ ۲۰۲، ۲۰۳)

لفظ جَبَّار کی تعریف

الجبار: جبار کی تعریف ہُوَ الَّذِي يُصْلِحُ أَحْوَالَ خَلْقِهِ بِقُدْرَتِهِ الْقَاهِرَةِ یعنی جبار وہ ذات ہے جو اپنے بندوں کے بگڑے ہوئے احوال کو اپنی قدرت غالبہ سے درست فرمادے پس اگر وہ ارادہ کر لیں تو گناہوں کے سمندر میں غوطہ لگانے والے کو بھی اپنا محبوب و دوست بنا سکتے ہیں۔

لفظ قَهَّار کے معنی

اسی طرح باری تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں ایک نام ”قہار“ ہے، اردو کی اصطلاح میں ”قہار“ اس کو کہتے ہیں جو لوگوں پر بہت قہر کرے، غصہ کرے اور لوگوں کو بہت تکلیف پہنچائے لیکن باری تعالیٰ کے اسماء گرامی میں جو لفظ قہار ہے اور وہ عربی زبان والا قہار ہے، اردو زبان کا نہیں ہے، اور عربی زبان میں ”قہار“ کے معنی ہیں غلبہ پانے والا، غالب، جو ہر چیز پر غالب ہو، اس کو ”قہار“ کہتے ہیں، یعنی وہ ذات جسکے سامنے ہر چیز مغلوب ہے، اور وہ اس پر غالب ہے۔
(اصلاحی خطبات جلد ۱)

اسی طرح ایک اور اللہ والے نے لکھا ہے، قہر کے معنی غلبہ کے ہیں اور قاهر پہاڑ کی بلند ترین چوٹی کو بھی کہا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ قاهر ہے کیونکہ اسے تمام مخلوق پر غلبہ تام حاصل ہے۔ اللہ تعالیٰ قاهر ہے کیونکہ بلندی ذات اور برتری صفات میں کوئی مخلوق اس کے برابر کی نہیں۔

القہار: قہار کی تعریف مفسرین نے یہ کی ہے کہ الَّذِي يَكُونُ لَهُ كُلُّ

شیءٌ مُّسَخَّرٌ تَحْتَ قُدْرِهِ وَقَضَائِهِ وَقُدْرَتِهِ قَهَارٍ وہ ذات ہے کہ ساری کائنات جس کی قدرت کے تحت مسخر ہے اور ہر چیز اس کی قدرت میں ہے۔

”الرب کی شرح“

رب کا لفظی معنی:

اللہ رب العزت کا ایک صفاتی نام ”رب“ ہے مثلاً الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ (سب تعریفیں اللہ کیلئے ہیں جو تمام جہانوں کا رب ہے)۔ رب کتنا مختصر لفظ ہے تاہم اس کے معنی میں اتنی وسعت اور گہرائی ہے کہ ساری زندگی مجاہدہ کرنے کے بعد اس لفظ کا یقین دل میں آتا ہے، ”رب“ کے لفظی معنی ہیں پرورش کرنے والا، تربیت کرنے والا، پالنے والا، جس نے ہمیں پیدا کیا، وہی بنی آدم کی تمام ضروریات پوری کرتا ہے وہ ہمیں جسمانی روزی بھی دیتا ہے اور روحانی روزی بھی دیتا ہے۔ ہمارا رب تمام مخلوقات کا خالق اور رازق ہے رب کا لفظ قرآن پاک میں بہت کثرت سے استعمال ہوا ہے گویا ہر چند آیتوں کے بعد رب کا لفظ آیا ہے۔ (خطبات فقیر صفحہ ۶۱)

اس مضمون سے پتہ چلتا ہے کہ رب کے معنی تربیت کے ہیں اور تربیت اس کو کہتے ہیں کہ کسی چیز کو اس کے تمام مصالح کی رعایت کرتے ہوئے درجہ بہ درجہ آگے پڑھایا جائے یہاں تک کہ وہ حد کمال کو پہنچ جائے یہ لفظ صرف اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کیلئے مخصوص ہے کسی مخلوق کو بدون اضامت رب کھنا جائز نہیں کیونکہ ہر مخلوق خود محتاج تربیت ہے۔ (معارف القرآن جلد ۸ صفحہ ۸۰)

اللہ اول سے ابد تک رب ہے تخلیق سے ہے بالقوة تھا اور تحلیق و تربیت کے بعد بالفعل رب ہو گیا۔

رب: دراصل مصدر ہے اور فاعل کے معنی میں مستعمل ہے۔ ربوبیت کے مفہوم میں داخل ہے۔

یہ صفت اللہ تعالیٰ ہی کی ہے کہ وہ ہر ایک مخلوق کو پیدا کرتا ہے اور اسے احکام طبیعت و فطرت کے مطابق بڑھاتا۔ پالتا اور شرف نوعی میں درجہ بدرجہ بلند کرتا ہے اور انتہائے کمال تک پہنچا دیتا ہے۔ جمادات و نباتات و حیوانات۔ ناسوت و جبروت و لاہوت کے عوالم میں کروڑ در کروڑ ایسی ایسی مخلوق موجود ہے جس کی پرورش کی ضروریات ایک دوسرے سے بالکل الگ ہیں۔

قرآن مجید پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اسم رب . ربی . ربہ . ربنا . ربك . ربکم وغیرہ کی شکل میں ۸۰۶ دفعہ قرآن مجید میں آیا ہے۔ اضافت کے وقت کہیں مضاف کی عزت افزائی مقصود ہوتی ہے اور کہیں اس کی خصوصیات پر جلوہ افگنی فرمائی جاتی ہے۔ (اسماء الحسنی)

ظاہر ہے جو ”رب“ ہوگا وہ رحمان و رحیم لطیف و خبیر کریم و بشیر غفور غفار الغرض سب ہی کچھ ہوگا پرورش تو وہی کریگا جو مہربانی و رزاق وغیرہ بھی ہوگا تو گویا ”رب“ بہت سے اوصاف کا جامع ہے۔

بعض صفات الہی بعض صفات کے ضمن میں کام کرتی ہیں اگرچہ ہر صفت مستقل ہے جیسے رازق کی صفت رزاقیت صفت ربوبیت کے تحت کام کرتی ہے کیونکہ جو پالنے والا ہوگا وہ کھلائے گا پلائے گا بھی ضرور اسی طرح وہ رحمان و رحیم بھی ہوگا۔ (شرح اسماء الحسنی)

چونکہ وہ ”رب“ ہے لہذا انے ذرا ذرا سی باتوں کا خیال رکھا ہے ہر رزق پر مہریں لگی ہوئی ہیں کیا مجال کہ دوسرے جاندار اسے خراب کر سکیں۔ مثال کے طور پر کیلے ہی کو لے لیجئے، دیکھئے کیلے میں کیسا عمدہ نشاستہ بھرا ہوا ہوتا ہے اگر اس پر چھلکے کی مہرنہ ہوتی تو کیڑے مکوڑے اور چرندے پرندے اسے ہضم کر جاتے اور یہ جس مخلوق کے لئے بنایا گیا ہے وہ محرومی کا شکار ہو جاتی۔ اسی طرح بعض پھلوں کے چھلکے ایسے بنائے ہیں کہ پرندہ ان پر چونچ مار کر ان کے گودے کو نہیں نکال سکتے ورنہ سارے پھل پرندہ کھا جلیا

کرتے اور انسان منہ دیکھتا رہ جاتا۔

پھر ہر ایک کی رزق کے مطابق اس کا جبراً اور دانت بنائے ہیں تاکہ وہ دوسروں کا رزق ہڑپ نہ کر سکے اپنا ہی رزق مقسوم کھائے دانے دانے پر مہر ہے پروردگار عالم نے ہر چیز کی پرورش کا بہترین انتظام کیا ہے چڑیا ابھی انڈا دینے بھی نہیں پاتی کہ آنے والے کے لئے چڑیا اور چڑا بہترین گھرتیار کرتے ہیں گھونسلا اس طرح سے بناتے ہیں کہ انڈے اور بچے گرنے نہ پائیں اور بچوں کو تنکے نہ ستائیں پھر ان انڈوں کو اپنے پروں میں چھپائے بیٹھے رہتے ہیں جب بچے نکلتے ہیں تو ماں باپ نہ معلوم کہاں کہاں سے ان کے لئے چھوٹے چھوٹے کیڑے تلاش کر کے لاتے ہیں۔

جب وہ دانے ہضم کرنے کے قابل ہو جاتے ہیں تو انہیں دانے چگاتے ہیں ان کی پرورش کے لئے بڑی جدوجہد کرتے ہیں میلوں سے کشش ربانی انہیں گھونسلا کی طرف لوٹنے پر مجبور کرتی ہے اور وہ بڑے چاؤ چونچلے سے انہیں پالتے ہیں چڑیا کا چار دن کا بچہ جب بیٹ کرتا ہے تو گھونسلا سے باہر کی طرف رخ کرتا ہے اور اسے ادب کس نے سکھایا اور کس نے بتایا کہ ایسا کرو گے پھر جب یہ بڑے ہو جاتے ہیں تو انہیں حکم دیا جاتا ہے کہ اب اسی طرح تم دوسروں کی پرورش کرو اور رب مجازی بنو۔ (شرح اسماء الحسنی)

محبت الہی سے لبریز کچھ اسماء الحسنیٰ مع ترجمہ

اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کے ذریعہ جو اسماء الحسنیٰ امت محمدیہ ﷺ کو بتائے ہیں ان میں سے چند مع تشریح پیش خدمت ہیں۔

(۱) اللہ

اللہ تعالیٰ کے نام لفظ ”اللہ“ پر اگر غور کیا جائے تو اس میں بھی دعوت محبت ہے

لفظ اللہ اصل میں کس مادہ سے ماخوذ ہے اس میں لٹل لغت کا اختلاف ضرور ہے مگر ایک کثیر گروہ علماء کا خیال ہے کہ یہ ولادہ سے نکلا ہے اور ولادہ اور ولہ کے اصل معنی عربی میں اس غم، محبت اور تعلق خاطر کے ہیں جو ماں کو اپنی اولاد کے ساتھ ہوتی ہے اس سے مطلق عشق و محبت کے معنی ہیں اور اسی سے ہماری زبان میں لفظ والہ (شیدا) مستعمل ہے اس لیے اللہ کے معنی محبوب اور پیارے کے ہیں جس کے عشق و محبت صرف انسان بلکہ کائنات کے دل سرگرداں، متحیر اور پریشان ہیں۔

حضرت مولانا شاہ فضل الرحمنؒ مرزا آبادی نے قرآن مجید کا ہندی زبان میں ترجمہ کیا ہے انہوں نے لفظ اللہ کا ترجمہ ہندی میں من مومن یعنی دلوں کا محبوب کیا ہے یعنی محبت کے لائق صرف اللہ کریم کی ذات ہے۔

لفظ اللہ کا ہر حرف دعوت محبت دیتا ہے۔

اگر لفظ اللہ سے کوئی حرف حذف کر دیا جائے تب بھی بقیہ حروف ذات باری تعالیٰ کی محبت کی دعوت دیتے ہیں مثلاً اللہ کا پہلا حرف الف حذف کر لیں تو للہ باقی رہ جائے گا جس کا معنی ہے اللہ کے لئے یعنی محبت صرف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے محبت کے لائق صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی ذات اللہ ہے اگر دوسرا حرف (لام) حذف کر لیں اور پہلی الف بحال رکھیں تو الہ باقی رہ جائے گا۔ جس کا معنی ہے معبود اگر پہلے دونوں حرف (الف اور لام) حذف کر لیں تو لہ باقی رہ جائے گا جس کا معنی ہے اس کے لئے اور اگر پہلے تینوں حروف حذف کر لئے جائیں تو (ہ) باقی رہ جائے جو اسی ذات کی نشاندہی کرتا ہے

”اللہ“ ایک ایسا لفظ ہے جو من حیث الکل ہے اس لفظ کا کوئی حرف یا کوئی حصہ بھی بے معنی نظر نہیں آتا گویا یہ لفظ بھی ذات باری تعالیٰ کی طرح ہر ہر اعتبار سے کامل ہے اور اس کا ہر حرف دعوت محبت دیتا ہے۔ علامہ عبدالصمد صادم الازہری صاحب نے لکھا ہے کہ یہ لفظ اللہ قرآن میں ۲۶۹۸ جگہ آیا ہے کہیں الف لام کے ساتھ اور کہیں بغیر الف لام کے!

لفظ اللہ پر ایک ملفوظ یاد آیا حکم الامت تھانویؒ نے ایک موقع پر فرمایا کہ اے اللہ آپ کا نام اتنا عظمت والا ہے کہ اگر ہم ہزار بار بھی مشک وغیرہ سے اپنی زبان کو دھو کر آپ کا نام لیں تو بھی اسکے تقدس کا حق لدا نہیں ہو سکتا۔

اسماء الحسنیٰ پر ایک اللہ والے کا مختصر مضمون

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ایک نام یا ایک وصف الودود (سورۃ ذات البروج) میں آیا ہے جسکے معنی ”محبوب“ اور پیارے کے ہیں کہ وہ سر تپا محبت اور عشق و پیار ہے اس کے سوا ایک اور نام الاولیٰ ہے جس کے لفظی معنی یار اور دوست کے ہیں خدا کا ایک اور نام قرآن مجید میں بار بار استعمال ہوا ہے وہ الرؤف ہے رؤف کا لفظ رافت سے نکلا ہے اور رافت کے معنی اس محبت اور تعلق خاطر کے ہیں جو باپ کو اپنی اولاد سے ہوتا ہے اسی طرح خدا کے لئے قرآن میں ایک اور نام حنان آیا ہے جو حن سے مشتق ہے حن وحنیں اس سوز دل اور محبت کو کہتے ہیں جو ماں کو اپنی اولاد سے ہوتی ہے۔ یہ الفاظ ان مجازی و مستعد معانی کو ظاہر کرتے ہیں، جو اسلام نے خالق و مخلوق اور عبد و معبود کے ربط و تعلق کے اظہار کے لئے اختیار کیے ہیں دیکھو وہ ان رشتوں کا نام نہیں لیتا لیکن ان رشتوں کے درمیان محبت و پیار کے جو خاص جذبات ہیں ان کو خدا کیلئے بے تکلف استعمال کرتا ہے۔

(۲) الرحمن

قرآن مجید کھولنے کے ساتھ ہی خدا کی جن صفتوں پر سب سے پہلے نگاہ پڑتی ہے وہ رحمٰن و رحیم ہیں ان دو لفظوں کے تقریباً ایک ہی معنی ہیں یعنی رحم والا، مہربان، لطف و کرم والا، پھر یہی اوصاف بسم اللہ الرحمن الرحیم (محبوب مہربان رحم والا) قرآن مجید کے ہر سورہ کے آغاز میں پڑھنے کی تاکید کی گئی ہے ہر نماز میں کئی کئی دفعہ ان کی تکرار ہوتی ہے لفظ اللہ کے بعد اسلام کی زبان میں خدا کا دوسرا اہم بھی لفظ رحمٰن ہے جو رحم و کرم اور لطف و مہر کے معنی میں صفت مبالغہ کا صیغہ ہے۔

قُلْ اَدْعُوا اللّٰهَ اَوْ اَدْعُوا الرَّحْمٰنَ اَيَّامَا تَدْعُوْا اَقْلَهُ الْاَسْمَاءِ الْحُسْنٰی
اس کو محبوب کہو یا مہربان کہو، جو کہہ کر اس کو پکارو اس کے سب سے
نام اچھے ہیں۔

رحمت کے چار معانی

حضرت حکیم الامت تھانویؒ نے رحمت کی چار تفسیر کی ہے۔ کہ اے اللہ اب جب ہم نے آپ سے معافی مانگ لی تو چار قسم کی رحمت عطا فرمائیے (۱) توفیق طاعت، عبادت و فرمانبرداری کی توفیق دے دیجئے (۲) فراخی معیشت، میری روزی بڑھادیجئے گناہ کی وجہ سے جو روزی میں برکت نہیں تھی اب روزی میں برکت ڈال دیجئے (۳) بے حساب مغفرت کا فیصلہ فرمادیجئے (۴) دخول جنت، یعنی جنت میں داخلہ دیجئے، یہ چار معنی ہیں رحمت کے۔
(امید مغفرت و رحمت)

رحمت الہی پر ایک عجیب واقعہ

ایک عورت بڑے والہانہ انداز میں اپنے بچہ کو بار بار اٹھا کر سینے سے لگاتی اور دودھ پلاتی تھی۔ دیکھنے والوں کو محسوس ہوتا تھا کہ ماما گے جذبہ سے اس کا سینہ بھرا ہوا ہے رسول اللہ ﷺ نے اس کی طرف اشارہ کر کے فرمایا تھا۔

لِلّٰهِ اَرْحَمُ لِعِبَادِهِ مِنْ هٰذِهِ بِوَلَدِهَا

(خدا) کی قسم! اللہ کی ذات میں اپنے بندوں کیلئے اس سے زیادہ پیار اور رحم ہے جتنا کہ اس ماں میں اپنے بچے کیلئے ہے۔ (بخاری و مسلم بحوالہ معارف اللہ ص ۷۸)

حضرت بہلولیؒ

نے فرمایا رحمن کے معنی بن مانگے دینے والی ذات کے ہیں بلکہ رحیم کے معنی نہ مانگو تو ناراض ہونے والی ذات کہ ہیں ماں سے زیادہ کوئی مہربان نہیں ہوتا اس سے ایک دفعہ مانگو دے گی دو دفعہ مانگو دے گی تین دفعہ مانگو دے گی بالآخر ناراض ہو جائے گی۔ مگر وہ رب رحیم ایسی مہربان ذات ہے اسے بار بار مانگو تو خوش ہونے والی ذات ہے۔ اگر نہ مانگو تو ناراض ہونے والی ذات ہے۔ (لہذا اللہ سے جتنا مانگو گے اتنا ہی وہ خوش ہوتا ہے) (مجالس بہلولی صفحہ ۲۵۳)

الرحیم کی عاشقانہ شرح

(۳) الرحیم

الرَّحِيمُ رحم سے بنا ہے یہ وہ نام ہے جو رحمن کے ساتھ بہت بڑا تعلق رکھتا ہے رحم کا اطلاق عموماً درماندہ، بے کس، عاجز، ناتواں، مصیبت رسیدہ پر کیا جاتا ہے۔

ابوداؤد و ترمذی میں عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے نبی اکرم ﷺ

نے فرمایا:

اِرْحَمُوا مَنْ فِي الْاَرْضِ يَرْحَمُكُمْ مَنْ فِي السَّمَاءِ

خواجہ حالی مرحوم نے اسی کا ترجمہ اس شعر میں کیا ہے:

کرد مہربانی تم اہل زمین پر

خدا مہرباں ہوگا عرش بریں پر

ترمذی میں ابن عباسؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَمْ يَرْحَمْ صَغِيرَنَا وَلَمْ يُؤَرْكَبْ كِبِيرَنَا
جو کوئی چھوٹے پر رحم نہیں کرتا۔ جو بڑے کی توقیر نہیں کرتا وہ ہم
میں سے نہیں۔

رحم کے مواقع استعمال معلوم کرنے کے لئے غور کرو کہ نوح علیہ
السلام نافرمان بیٹے کو بلاتے ہیں کشتی میں سوار ہوتے ہوئے ہو کہتا ہے کہ میں پہلا
پر چڑھ جاؤں گا اور بچ جلاؤں گا اس کے جواب میں نوح علیہ السلام فرماتے ہیں:
لَا عَاصِمَ الْيَوْمَ مِنْ أَمْرِ اللَّهِ إِلَّا مَنْ رَحِمَ
آج کوئی نہیں جو امر الہی سے کسی کو بچائے ہاں اللہ ہی رحم فرمائے
جس پر وہی بچ سکتا ہے۔
(اسماء الحسنی، مولانا منصور)

سبقت رحمتی کی تفسیر

شہادۃ القادر صاحب "شہادۃ ولی اللہ محدث" کے بیٹے نے فرمایا کہ عرش
اعظم کے سامنے لکھا ہوا ہے:
سَبَقَتْ رَحْمَتِي عَلَى غَضَبِي
میری رحمت اور میرے غصہ میں جو دوڑ ہوئی تو میری رحمت آگے
بڑھ گئی۔

شہادۃ القادر صاحب مصنف تفسیر موضح القرآن اور شہادۃ صاحب کے
بیٹے لکھتے ہیں کہ عرش اعظم پر اللہ نے یہ کیوں لکھلایا ہے؟ فرمایا کہ یہ شاہی
رحم کے طور پر لکھلایا ہے اس کا نام کیا ہے از قبیل مراحم خسروانہ۔ مراحم جمع
ہے رحمت کی۔ از قبیل مراحم خسروانہ کے معنی ہیں شاہی رحم کے طور پر۔ اگر
میرا کوئی بندہ قانون سے بخشا جاسکتا تو میں اپنے شاہی رحم کو محفوظ رکھتا ہوں
اس شاہی رحم سے اس کو معاف کردوں گا جیسے جب کوئی مجرم قانون سے
نجات نہیں پاتا اور سپریم کورٹ سے پھانسی کی قطعی سزا ہوتی ہے تو اب آگے
کیونکہ کوئی اور عدالت نہیں ہے لہذا سلطان مملکت سے رحم کی درخواست

کرتا ہے اور اخباروں میں آتا ہے کہ مجرم نے سپریم کورٹ میں ہارنے کے بعد پھانسی کی سزا سن کر اب مملکت کے بادشاہ سے رجوع کیا ہے اور شاہی رحم کی بھیک مانگی ہے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے شاہی رحم کی بھیک کو محفوظ کر لیا ہے۔
(مواعظ حسنہ)

اے یحییٰ! تو میرے لئے کیا لایا

حکایت یحییٰ بن ائیم بہت بڑے عالم گزرے ہیں امام کے درجے کے عالم ہیں ان کی وفات ہوئی تو بعض اہل اللہ انہیں خواب میں دیکھا اور خواب بھی کشف جیسا تھا۔ یہ دیکھا کہ ان کی اللہ تعالیٰ کے سامنے پیشی ہوئی۔ ”حق تعالیٰ نے فرمایا کہ اے یحییٰ! کیا چیز لے کر آئے ہو ہمارے لئے؟ جواب دیا کہ اے اللہ تعالیٰ میں نے پچپن ۵۵ حج کئے ہیں۔ فرمایا، ہمیں ایک بھی قبول نہیں۔ انہوں نے کہا کہ اے باری تعالیٰ میں ایک سو باون ۱۵۲ قرآن ختم کئے ہیں فرمایا کہ ہمیں ایک بھی قبول نہیں۔ انہوں نے کہا کہ یا اللہ میں نے اتنی نمازیں پڑھی ہیں۔ فرمایا کہ ہمیں ایک بھی قبول نہیں ہے۔ غرض یحییٰ نے پوری زندگی کے اعمال ذکر کئے۔ باری تعالیٰ نے فرمایا کہ ایک بھی قبول نہیں کیا۔ اور بتلوا کیا اور بتلوا کیا لے کر آئے ہو۔ آپ عاجز ہو گئے۔ آخر میں کہا اے اللہ! اب تو بس تیری ہی رحمت کا سہارا لے کر آیا ہوں اور کچھ لے کر نہیں آیا فرمایا کہ اب بات تو نے ٹھیک کہی ہے۔ وَحُبَّتْ لَکَ رَحْمَتِیْ مِیْرَی رَحْمَتِ تِیْرَے لئے واجب ہو گئی ہے۔ جا تیرے لئے جنت اور مغفرت ہے۔
(خطبات حکیم الاسلام ج ۳ صفحہ ۱۱۱ و رسالہ تشریح)

رحمت الہی پر شبلی کا واقعہ:

مقربین کے ساتھ اللہ کا خاص معاملہ ہوتا ہے حضرت شبلی کو اللہ رب العزت نے الہام فرمایا اے شبلی! کیا تو چاہتا ہے کہ میں تیرے عیب لوگوں کے سامنے ظاہر کر دوں تو دنیا میں تجھے کوئی منہ لگانے والا نہ رہے۔ انہوں نے

جب یہ الہام سنا تو جواب میں کہا کہ یا اللہ کیا تو چاہتا ہے کہ میں تیری رحمت کھول کر لوگوں پر ظاہر کر دوں تجھے دنیا میں کوئی سجدہ کرنے والا نہ رہے۔ پھر الہام ہوا کہ اے شبلی نہ تو میری بات کہنا نہ میں تیری بات کہوں گا۔
(اسلامی بیانات صفحہ ۱۱۰، حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب)

ساری عمر تو سنتی رہی کہ اللہ دیگا

کہتے ہیں نیشاپور میں ایک بوڑھی رہتی تھی جس کا نام عراقیہ تھا۔ وہ گھروں میں جا کر بھیک مانگتی تھی۔ جب دنیا سے رخصت ہو گئی تو کسی نے اسے خواب میں دیکھا۔ پوچھا کیا حال ہے؟ اس نے کہا، مجھے انہوں نے کہا "کیا لائی؟" میں نے کہا "آہ" ساری عمر تو سنتی رہی کہ خدا تعالیٰ دیگا اور اب کہتے ہو کیا لائی؟ فرمایا جی کہتی ہے فرشتوں اس کو جنت میں لے جائے۔
(حیات صوفیہ صفحہ ۱۵۳ و صفحات الالس صفحہ ۶۵)

(۴) سلام

السلام کے معنی وہ ذات جو سلامتی میں کامل ہو علامہ آکوٹی نے روح المعانی میں لکھا ہے:

السلام هو الذي يسلم اولياءه من كل الفية فيسلمون من كل مخوف

ترجمہ: سلام وہ ذات ہے جو خود بھی سلامت رہے اور اپنے دوستوں کو بھی ہر آفت سے سلامت رکھے۔

اللہ تعالیٰ کے دوسرے ناموں کی طرح یہ نام بھی اللہ کی بندے سے محبت پر دلالت کرتا ہے اس صفت سے پتہ چلتا ہے! اللہ اپنے دوستوں کو ان کے دشمنوں سے اور مخلوقات کی شر سے سلامت رکھتے ہیں اس لئے ایک حدیث میں آیا ہے کہ جس نے میرے دلی سے دشمنی کی میرا اسکے ساتھ اعلان جنگ ہے اگر اللہ تعالیٰ کی سلامتی کا سایہ ہم پر نہ ہوتا تو ہم ایک سانس بھی دنیا میں

نہیں گزار سکتے۔

السلام پر ایک واقعہ

صفت السلام پر ایک واقعہ یہ آیا ایک دفعہ کسی صحابی نے آپ ﷺ کو سلام کیا تو آپ ﷺ نے پہلے تیمم کیا پھر جواب دیا اور ارشاد فرمایا کہ مجھے اچھا نہ معلوم ہوا کہ بغیر تیمم کے اللہ کا نام لوں!

اللہ کی ایک صفت السلام ہے وہ ذات بندوں سے محبت کرنے کی وجہ سے ان کو سلامت اور ان کے ایمان کو بھی سلامت رکھتی ہے ان کے اعضاء کو بھی سلامت رکھتی ہے! حتیٰ کہ کافروں کو بھی سلامت رکھتی ہے کیونکہ ہیں تو وہ بھی اس کی مخلوق اس بات سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اللہ بندوں سے کتنی محبت کرتے ہیں۔

(۵) المومن

المومن کے معنی ہیں کہ وہ ذات جو بندوں کو امن دیتی ہے دوسرے ناموں کی طرح یہ نام بھی اللہ کی بندوں سے محبت پر دلالت کرتا ہے کیونکہ کسی کو امن جب ہی دیا جاتا ہے جب اس سے محبت ہوتی ہے! یہ اسم مصدر ہے اور ایمان سے مشتق ہے اسکا مطلب یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو دنیا کے مصائب اور آخرت کے عذاب سے امن دینے والا ہے لام غلطی فرماتے ہیں کہ امن دینے سے مراد خوف کا دور کرنا ہے۔

امن حاصل کرنے کے ۳ راستے

جو شخص دنیا میں امن سے رہنا چاہتا ہے تو اسکا راستہ یہ ہے کہ وہ شخص میانہ روی اختیار کر کے قرض سے اجتناب کرے نمبر (۲) اور گناہ سے بچے نمبر (۳) ہر ایک سے حسن اخلاق سے ملے۔ دنیا میں جو لوگوں کو امن نہیں ہے اس کی یہی تین وجوہات ہیں کہ کسی خواہش کو پورا کرنے کے لئے قرض لیا

واپس دینے کی فکر اتنی ہوئی کہ امن غائب ہو گیا اور (۲) دوسری رکاوٹ کوئی گناہ کر لیا اب ہر وقت پکڑے جانے کا خوف ہے (۳) تیسری رکاوٹ ہر کسی سے بد اخلاقی سے پیش آئے تاکہ اپنے اتنے دشمن بنائے کہ ہر وقت انکا خوف رہنے لگا کہ کوئی مجھے نقصان نہ پہنچا دے یہاں تک تو دنیا میں امن اس سے رہنے کے نسخے اور علاج کا بیان تھا اور اب جو شخص دنیا و آخرت میں امن سے رہنا چاہتا ہے اسے چاہئے کہ تین کاموں کا اہتمام کرے۔ (۱) صحبت لیل اللہ کا التزام (۲) گناہوں سے اجتناب (۳) سنت کا اہتمام۔

(۶) المہیمن

المہیمن کے معنی نگہبان کے ہیں المہین وہ ذات ہے جو اپنے بندوں کی نگہبانی کرتا ہے یہ اسم بھی دوسرے اسم کی طرح اللہ تعالیٰ کی بندوں سے محبت پر دلالت کرتا ہے کیونکہ کسی کی نگہبانی اسی وقت کی جاتی ہے جب اس سے محبت ہوتی ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ بھی بنی آدم سے بے انتہا محبت کرتے ہیں اسلئے ہر آن ہر گھڑی اپنے بندوں کی نگہبانی کرتے ہیں ایک مقولہ یہ آیا **هَيَمَ الطائر على فراشه** یعنی ہر پرندہ اپنے بچوں کو پروں کے نیچے چھپالیا۔ اس ”المہیمن“ نے ہر چیز کی نگہبانی کے لئے کوئی نہ کوئی انتظام کیا ہے، بعض کو حفاظت کے لئے ڈنک عطا کئے، بعض کو کانٹے کے لئے دانت بعض کو پنچے، بعض کو اچھلنے و کودنے کی طاقت عطا کی، بعض کو دم اور چونچ، بعض کو سینک، بعض کو قدرتی مکہ زنی، بعض کو ٹکر مارنے کی طاقت، بعض کو جسم میں ایک قسم کی بجلی اور بجلی کا سا کرنٹ پیدا کر دیا ہے اور پھولوں کی نگہبانی کے لئے کانٹے پیدا کئے اور ہمدی نگہبانی کیلئے عقل پیدا کی ہے۔

المہیمن پر ایک واقعہ

حضرت مولانا عبدالصمد صاحب نے ایک واقعہ لکھا ہے فرماتے ہیں کہ موسم برسات میں جو گھروں میں چھوٹی چھوٹی مینڈکیاں پھرتی رہتی ہیں۔ میں

نے ان میں سے ایک کو پکڑ لیا تو اس نے پیٹاب کر دیا۔ یکا یک گلکھاہٹ سے ہاتھ نے فوراً اسے چھوڑ دیا پھر اسی مینڈک کو پکڑا تو پھر اس نے یہی حرکت کی۔ پھر اسی کو پکڑا تو پھر بھی ایسا ہی کیا۔ میں بے ساختہ کہہ اٹھا ”سبحان اللہ“ اے میرے اللہ آپ نے ہر چیز کی حفاظت کیلئے کچھ نہ کچھ سامان کیا ہے۔

المہیمن پر دوسرا واقعہ

ایک شخص نے لکھا ہے کہ ایک دفعہ ایک جنگل میں جا رہا تھا تو دیکھا کہ بیری کے درخت پر بڑے خوبصورت بیر لگے ہوئے تھے۔ جب میں انکو توڑنے کیلئے اپکا تو کانٹوں نے میرا استقبال کیا اور بہ زبان حال کہا کہ میاں ذرا دیکھ کر ہاتھ چلاؤ اور ہمیں بقدر ضرورت چن لو ورنہ یہاں ان کے بہت سے نگہبان ہیں۔ ☆ چوہے کو رات اور دن میں یکساں دکھائی دیتا ہی لہذا وہ ہر وقت جلی سے اپنا بچو کر سکتا ہے مگر چھچھوند کر کو دن میں دکھائی نہیں دیتا لہذا اس کی حفاظت اس کی بدبو کرتی ہے کہ اسے کوئی جانور قبول نہیں کرتا۔

المہیمن پر تیسرا واقعہ :

ایک دفعہ ایک حوض میں بڑی خوبصورت رنگدار مچھلی دیکھیں گی لپلیا پکڑنے کی ہزار کوشش کی مگر ایک بھی ہاتھ نہ آئی۔ اللہ تعالیٰ نے مچھلی کے جسم کو اس قدر لیس دار بنایا ہے کہ وہ معمولی مخلوق کے حملے سے بچ سکتی ہے۔ ایک قسم کی مچھلی میں بجلی کا سا کرنٹ ہوتا ہے جو پکڑتا ہے کرنٹ کی ضرب سے چھوڑ دیتا ہے۔

☆ بعض کو اس قدر ننھا جسم عطا کیا ہے کہ وہ دشمن کو دکھائی نہیں دیتا۔ گرگٹ رنگ بدلنے میں ضرب اٹھل ہے یہ دشمن سے بچو کے لئے اپنا رنگ تبدیل کر لیتا ہے جس رنگ کی لکڑی یا درخت ہوتا ہے اسی کا سارنگ اختیار کر لیتا ہے کہ دیکھنے والا دیکھ نہ سکے۔

☆ برن خرگوش اور بعض جانوروں کو اس ”المہیمن“ نے اتنی برق

رقاری عطا کی ہے کہ وہ دن رات درندوں کے درمیان رہتے ہیں اور جب تک وہ چاہتا ہے اسکی تمہیلانی میں رہتے ہیں۔

بعض کو ایسا بد صورت اور بے مایہ بنایا ہے کہ ان کی طرف کوئی بھی آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھتا ان کی بے مصرفی ہی ان کی حفاظت ہے۔ کسی کو اس قدر زور آور اور طاقت ور بنایا ہے کہ وہ اپنی طاقت کے بل بوتے پر ہر بلا سے محفوظ رہتا ہے۔

☆..... بعض کو حفاظت کیلئے بال عطا کئے ہیں رچھ بڑے مزے سے شہد پی جاتا ہے اور کھیاں اسکا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتیں۔

☆..... درختوں کی حفاظت ان کی جڑیں اور دور دور تک پھیل جانے والی نیس کرتی ہیں زمین کی حفاظت پہاڑ کرتے ہیں اور کواکب کی حفاظت ان کی آپس کی کشش انکی فضا اور ان کا ماحول کرتا ہے! ایک فلک کو دوسرے فلک کا ماحول اس نہیں آتا لہذا وہ ایک دوسرے میں مدغم نہیں ہو پاتے اور ان کے کواکب انہی کی تمہیلانی میں رہنا پسند کرتے ہیں۔

یہ تو تھا حال مادی عالم کی تمہیلانی کا وہ ”المہیمن“ روحانی طور پر بھی ہماری نگرانی کرتا ہے اس کے محافظ فرشتے مخلوق کی حفاظت کرتے ہیں۔ رات کے فرشتے اور ہیں اور دن کے اور وہ اپنے نیک بندوں کی فرشتوں کے ذریعہ حفاظت کرتا ہے۔ (شرح اسماء الحسنی)

☆..... لہذا ایک حدیث میں آتا ہے کہ اے میرے بندے اگر میرے فرشتے تیری حفاظت کو نہ ہوتے تو میری غیبی مخلوق تیرا حشر نشر کر دیتی!

(۶) الغفار و الغفور

اللہ تعالیٰ کی یہ صفات بھی گزشتہ صفات کی طرف بندوں سے محبت پر دلالت کرتی ہے۔

غفور کے معنی چھپلا، ڈھانپ دینا ہے۔

غَفَرَ الْمَتَاعَ لِي الْوَعَاءِ : کپڑے صندوق میں رکھ دیئے

غفر الشَّيْبَ بِالْخَضَابِ : سفید بالوں کو خضاب سے چھپا دیا

اللہ تعالیٰ کا نام غفار اس لئے ہے کہ وہ اپنے بندوں کے گناہوں

کو چھپاتا ہے چھپانے کا مطلب یہ ہے کہ ہم لوگ گندی قابل نفرت چیز پر

مٹی ڈال دیتے ہیں اور اللہ پاک ہماری آلودگی کو اپنی بخشش سے دور کر دیتا ہے۔

اسی مصدر سے غفور بھی آتا ہے اور غفار الذنب بھی غفار قرآن میں تین

مقالات پر آیا ہے غفور اور غفار دونوں اسماء غفران سے بطور میثاق مبالغہ مستعمل

ہوتے ہیں۔ غفار کا تعلق مغفور بندوں کی تعداد سے ہے یعنی غفار وہ ہے جو

لا تعداد گناہوں کو معاف کر دے۔ غفور وہ ہے جس کی عطاء بخشش لا انتہا ہے۔

(ب) غافر وہ ہے جو بروز محشر گناہوں پر پردہ ڈال دے گا۔ اور غفار وہ

ہے جو بندوں کے گناہوں کو ملائکہ کی بھی آنکھوں سے چھپا دے اور غفور وہ

ہے جو بندوں کے دل سے بھی گناہوں کی یاد اور ان کا الم اور احساس کھودے۔

قرآن مجید میں یہ اسم :

اسم رحیم کے ساتھ 75 دفعہ اسم عفو کے ساتھ 5 دفعہ

اسم عزیز کے ساتھ 2 دفعہ اسم ودود کے ساتھ 1 دفعہ

اسم حلیم کے ساتھ 5 دفعہ مفت ذوالرحمة کے ساتھ 1 دفعہ

مفرد 5 دفعہ (کل 94 دفعہ آیا ہے)

غفور وہ ذات ہے جو بندوں کے دل سے بھی گناہوں کی یاد اسکا احساس

بھلا دے۔ اسی طرح قرآن ایک جگہ ارشاد باری ہے ”وہو الغفور الودود“

غفور کے معنی بخشش کے ہیں اور ودود کے معنی بہت زیادہ محبت کرنے کے ہیں

اسمیں اللہ تعالیٰ نے غفور کے بعد ودود بتل کر کے یہ بتایا کہ ہم تمہیں جو جلد

معاف کرتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم تم سے بے حد محبت کرتے ہیں۔

الغفار سے متعلق آیت غافر الذنب قابل التوب کی تفسیر کرتے

ہوئے ایک اللہ والے لکھتے ہیں کہ وہ ظاہر اللہ بطور اکرام کے اور قابل العوب ہے بطور انعام کے شدید العقاب ہے بطور عدل کے ذی الطول ہے بطور احسان کے اور بعض لکھتے ہیں کہ ان الفاظ کی تفسیر یوں ہے ظاہر طلب المصلحتین یعنی گنہگاروں کے گناہ بخشے والا قابل العوب ای توبۃ العالین یعنی رجوع کرنے والوں کی توبہ کو قبول فرمانے والا شدید العقاب للکفارین یعنی کفار کو سخت عذاب کرنے والا ذی الطول علی المومنین یعنی ال ایمان کے حق میں احسان و انعام کرنے والا۔

غفور کے معنی چونکہ بخشش کے ہیں لہذا اس مناسب سے بندہ نے یہاں دو احادیث لکھی ہیں۔

حدیث ۱: مغفرت کا گناہ سے وسیع ہونا

یک حدیث میں نبی اکرم ﷺ نے یہ دعا فرمائی۔ فرمایا کہ:

رب مغفرتک اوسع من ذنوبی ورحمتک ارحم من عندی من عملی
اے میرے پروردگار تیری مغفرت میرے گناہوں سے بہت وسیع ہے
کہاں تک گناہ کروں ہزار برس بھی کروں گا تو محدود ہوں گے اور
تیری رحمت کی کوئی حد نہیں ہے۔ میرے گناہوں کی تیری رحمت کے
سامنے کیا قدر و قیمت ہے نیز میرے عمل محدود ہیں بلکہ کوئی چیز نہیں
مگر تیری رحمت ان سے بہت وسیع ہے۔

حدیث ۲: تم گناہ کرتے کرتے تھک جاؤ گے مگر

ایک حدیث میں آتا ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ایک آدمی نے
بہت گناہ کئے اور جب ندامت ہوئی تو کہا یا رب ابھی یہ نہیں کہا کہ میری
مغفرت کر دیجئے فقط یا رب! کہا..... فوراً حق تعالیٰ فرماتے ہیں۔ اعظم ان لا رما
بواخذہ اچھا یہ جان گیا کہ اس کا بھی کوئی رب ہے جو اس کی پکار کرے گا۔

فرمایا اگر یہ جان گیا تو قبل اس کے کہ مغفرت مانگے اس سے پہلے ہی میں اس کی مغفرت کر دیتا ہوں۔ (بخاری و مسلم بحوالہ خطبات حکیم الاسلام جلد ۲ صفحہ ۲۲۳)

(۷) الرزاق

اسکے لغوی معنی رزق دینے کے ہیں یعنی رزاق وہ ذات ہے جو بندوں کو رزق دیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی دوسری صفات کی طرح یہ صفت بھی بندے سے محبت پر دلالت کرتی ہے اللہ تعالیٰ کی صفت رزاقیت کے بھی کیا کہنے اس ذات نے نافرمانوں کو بھی رزق دیا فرمانبرداروں کو بھی دیا فرعون کے بارے میں علم تھا اس نے خدا کا دعویٰ کرنا ہے اس نے میرے نبی کو ایذا پہنچائی ہے اس نے مجھ پر ایمان نہیں لانا پھر بھی فرعون کو کئی سو سال کھلاتا پلاتا رہا اسی طرح نمرود، ہلن، شدو، ابو جہل وغیرہ کو بھی کھلایا۔ اس سے قارئین خود ہی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ بندوں سے کتنی محبت کرتے ہیں اس پر ایک واقعہ یاد آیا۔

ابراہیمؑ اور مجوسی کا واقعہ

ابراہیمؑ بڑے مہمان نواز تھے ایک مرتبہ ایک مجوسی آیا اس نے کھانا مانگا اس پر ابراہیمؑ نے فرمایا تو میرے رب کا نافرمان ہے میں تجھے کھانا نہیں کھلاتا اس پر وہ روٹھ کر چلا گیا اس پر اللہ کی صفت رزاقیت و رؤفیت کو جوش آیا۔ اللہ نے ابراہیمؑ کو وحی کے ذریعہ کہا اے ابراہیمؑ ۷۰ سال تک اس کو میں نے کھلایا کبھی میں نے تو اسکو طعنہ نہیں دیا ابراہیمؑ نے جب یہ سنا تو دوڑے دوڑے گئے مجوسی کو بلایا اور کھانا پیش کیا وہ مجوسی واپس بلانے پر بڑا حیران ہوا اس نے دوبارہ بلانے کی وجہ پوچھی تو ابراہیمؑ نے وحی کا تذکرہ کیا اس مجوسی نے یہ سنا تو کہنے لگا اے ابراہیمؑ تیرا رب ایسا مہربان تو پھر میں بھی مسلمان اس طرح وہ اللہ پر ایمان لے آیا۔

وسعت رزق کے ذرائع

جن اسباب کے ذریعے اللہ تعالیٰ سے رزق طلب کیا جاتا ہے ان میں

سے ایک اہم سبب استغفار و توبہ ہے۔

(۱) سبب اول! استغفر و توبہ!

دلیل: حضرت نوحؑ کے متعلق اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتے ہیں کہ انہوں نے اپنی قوم سے کہا:

فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ إِنَّهُ كَانَ غَفَّارًا يُرْسِلِ السَّمَاءَ عَلَيْكُمْ مِدْرَارًا وَيَمْدِدْكُمْ بِأَمْوَالٍ وَبَنِينَ وَيَجْعَلْ لَكُمْ جَنَّاتٍ وَيَجْعَلْ لَكُمْ أَنْهَارًا

پس میں نے کہا اپنے پروردگار سے گناہوں کی معافی طلب کرو بے شک وہ بڑا بخشنے والا ہے۔ آسمان سے تم پر موسلا دھاریہ برسائے گا اور تمہارے ماؤں اور اولاد میں اضافہ کریگا اور تمہارے لئے باغ اور نہریں بنائے گا۔

امام قرطبی فرماتے ہیں: اس آیت میں اور سورۃ ہود کی آیت نمبر ۱۸ میں اس بات کی دلیل ہے کہ گناہوں کی معافی کا سوال کرنے کے ذریعے سے رزق اور بارش طلب کی جاتی ہے۔ (تفسیر قرطبی جلد ۱۸ صفحہ ۲۰۳)

حافظ ابن کثیرؒ اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں ”اگر تم اللہ تعالیٰ کے حضور توبہ کرو ان سے اپنے گناہوں کی معافی مانگو اور ان کی اطاعت کرو تو وہ تم پر رزق کی فراوانی فرمائیں گے، آسمان سے بارانِ رحمت نازل فرمائیں گے زمین سے خیر و برکت اگائیں گے زمین سے کھیتی کو اگائیں گے جانوروں کا دودھ مہیا فرمائیں گے تمہیں اموال اور اولاد عطا فرمائیں گے قسم قسم کے میوہ جات والے باغات عطا فرمائیں گے اور ان باغوں کے درمیان نہریں جاری کریں گے۔

(تفسیر ابن کثیر جلد ۴ صفحہ ۳۴۹)

دوسرا سبب! اللہ کی عبادت کیلئے فارغ ہونا

دلیل! آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے آدم کے بیٹے! میری عبادت کے لئے اپنے آپ کو فارغ کر میں تیرے سینے کو

تو نگری سے بھر دوں گا اور لوگوں سے تجھے بے نیاز کر دوں گا اور اگر تو نے ایسا نہ کیا تو میں تیرے ہاتھ (بے کار) کاموں میں الجھلا دوں گا اور لوگوں کی طرف تیری جھلکی کو ختم نہ کر دوں گا۔

(ترمذی جلد ۳ صفحہ ۴۵۳ و سنن نسائی جلد ۵ صفحہ ۱۱۵ بحوالہ حصول رزق کے اسباب)

اس حدیث شریف میں جناب نبی اکرم ﷺ نے امت کو خبر دی ہے کہ پوری توبہ اور دھیان سے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والے کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے دو انعامات ملنے کا وعدہ ہے۔

پہلے انعام یہ ہے کہ وہ اس کے دل کو تو نگری سے بھر دیں گے اور دوسرا انعام یہ ہے کہ وہ اسکو لوگوں سے بے نیاز فرمادیں گے

تیسرا سبب: حج و عمرہ کو ایک دوسرے کے بعد ادا کرنا

دلیل! آپ نے فرمایا حج اور عمرہ کو ایک دوسرے کے بعد ادا کرو کیونکہ وہ دونوں فقر اور گناہوں کو اس طرح دور کرتے ہیں جس طرح بھٹی لوہے سونا چاندی کے میل کو دور کرتی ہے۔

چوتھا سبب: صلہ رحمی کا اختیار کرنا

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ یہ لفظ رشتہ داروں کے لئے ہوتا ہے اور رشتہ دار سے مراد وہ لوگ ہیں جن میں باہمی نسبی تعلق ہو خواہ وہ ایک دوسرے کے وارث یا محرم ہوں یا نہ ہوں۔ (فتح الباری)

دلیل! امام بخاری حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا: جو شخص اپنے رزق میں کشادگی اور عمر میں اضافہ پسند کرے وہ صلہ رحمی کرے۔ (بخاری)

پانچواں سبب: اللہ کی راہ میں خرچ کرنا

شیخ ابن عاشور آیت کریمہ:

وَمَا أَنْفَقْتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهُ

اور تم لوگ اللہ کی راہ میں جو خرچ کرو گے وہ اسکا بدلہ دے گا۔
کی تفسیر کے ضمن میں فرماتے ہیں کہ ”خرچ کرنے سے مراد ایسا خرچ کرنا ہے جو دین کی رو سے پسندیدہ ہے“ جیسے فقیروں پر خرچ کرنا دین کی نصرت و تائید کی خاطر اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنا۔

چھٹا سبب: کمزوروں کے ساتھ احسان کرنا

دلیل: کمزوروں کے ساتھ احسان کرنا انکی مدد اور ان کی خدمت کرنا یہ حصول رزق کے ذرائع میں سے ایک ذریعہ ہے اسی لئے حدیث میں آتا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا تمہیں اپنے کمزور و ضعیف لوگوں کی وجہ سے نصرت ملتی ہے۔
(ابوداؤد و ترمذی و سنن نسائی)

ساتواں سبب: اللہ کی راہ میں ہجرت کرنا
دلیل:

وَمَنْ يُّهَاجِرْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ يَجِدْ فِي الْأَرْضِ مُرْعًا كَثِيرًا وَسَعَةً
اور جو کوئی اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنا وطن چھوڑے وہ زمین میں رہنے کی بہت جگہ اور روزی میں کثرت کی پائے گا۔

آٹھواں سبب: تقویٰ کا اختیار کرنا

ایک ولی اللہ نے لکھا ہے کہ رزق کی دو قسمیں ہیں (۱) ظاہری رزق جس سے مراد غذا اور خوراک ہے اور (۲) رزق باطن ہے اس سے مراد معرفت اور کشف ہے جذب نسبت وغیرہ ہے اور یہ قلب اور روح کیلئے ہے ان میں سے دوسرا رزق زیادہ قابل عزت ہے۔

(۸) السميع:

میرے دوستو! ہمارا سننا ناقص ہے اور اللہ کا سننا کامل ہے! ہم پانچ فٹ

کے فاصلے پر ہونے والی باتوں کو سن نہیں سکتے جبکہ اللہ کروڑوں میل دور سے بھی ہماری باتیں سن لیتا ہے بندہ یہ عرض کرنا چاہتا ہے کہ دوسرا اسماء کی طرح یہ اسم بھی بندہ سے محبت پر دلالت کرتا ہے اس کی دلیل سے متعلق ایک واقعہ پیش خدمت ہے۔

خولہ بنت ثعلبہ کا واقعہ

خولہ بنت ثعلبہؓ کو ان کے خاوند نے طلاق ”ظہار“ دے دی۔ طلاق ظہار اس طلاق کو کہتے ہیں جس میں خاوند بیوی سے کہہ دے کہ تو میری ماں کی طرح ہے یہ طلاق جاہلیت کی طلاق تھی اس میں رجوع ہو ہی نہیں سکتا طلاق کے بعد یہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور کہا اللہ کے رسول ﷺ میرے خاوند نے مجھے ظہار کر دیا ہے اس پر کیا فتویٰ ہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ تو اس پر حرام ہو گئی تو وہ عورت کہنے لگی یا رسول ﷺ وہ میرے بچوں کا باپ ہے! مجھے اس سے بڑی محبت ہے اس کو مجھ سے بڑی محبت ہے آپ اس کو ختم کر دیجئے آپ ﷺ نے کہا تو اس پر حرام ہو گئی وہ پھر کہنے لگی یا رسول اللہ ﷺ جو اب میری ختم ہو گئی مل میرا ختم ہو گیا بانجھ میں ہو گئی اب تو کوئی مجھ سے شادی بھی نہ کرے گا۔ نہ میرے پاس اتنا مال ہے کہ میں بقیہ زندگی آرام سے گزار سکوں وہ ضد کرتی رہی آپ ﷺ سمجھ گئے یہ تو ماننی ہی نہیں ہے تو آپ ﷺ نے اس سے منہ پھیر لیا جب خولہ نے دیکھا کہ آپ ﷺ نے منہ پھیر لیا ہے تو اس نے کہا کہ آپ نہیں سنتے تو میں آپ کے دب کو سناتی ہوں۔ اس نے ہاتھ اٹھا کر کہا اے اللہ میرے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں اگر میں انکو اپنے پاس رکھوں گی تو کھلاؤ گی کہاں سے اس کے پاس رکھوں گی تو ضائع ہو جائیں گے اے میرے مولیٰ تو اپنے حبیب کی زبان سے میرے حق میں فیصلہ کریں کہ نہیں کہا فیصلہ کر دے بلکہ اپنے حق میں فیصلہ کرانے کی دعا کی اور کھڑی ہو کر خوب رونا شروع کیا۔

یہ واقعہ آپ ﷺ کے گھر میں پیش آیا حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ہمیں اس پر ترس آنے لگا کہ اچانک وحی آنا شروع ہو گئی اس پر عائشہؓ نے فرمایا کہ چپ ہو جا وحی آرہی ہے۔ جب وحی کے آثار ختم ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ خوش ہو جا اللہ نے تمہارے حق میں فیصلہ کر دیا اسمیں اللہ نے صرف وحی نہیں بھیجی بلکہ قرآن اتارا اسکی وجہ یہ ہے کہ قیامت تک آنے والے انسانوں کو پتہ چل جائے کہ جو عورت جو مرد مجھ سے اس طرح فریاد کرے گا تو میں اس کی فریاد کو پورا کروں گا وہ وحی جو قرآن کی صورت میں اتاری گئی اسکے بارے میں لکھا ہے کہ اللہ نے فرمایا ہے:

قَدْ سَمِعَ اللَّهُ قَوْلَ الَّتِي تُجَادِلُكَ فِي زَوْجِهَاتُكَ إِلَى اللَّهِ وَاللَّهُ يَسْمَعُ تَحَاوُرَ كَمَا أَنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ بَصِيرٌ الْخ

ہم نے سن لیا اس عورت کی فریاد کو جو آپ کے پاس اپنے خاوند کا جھگڑا لے کر آئی تھی آپ نے سن سنا نہیں پھر اس نے میرے پاس آپکا جھگڑا رکھا میں آپ کا مناظرہ سن رہا تھا۔ وہ اقرار کرنا چاہتی تھی ہم فیصلہ کرتے ہیں!

یہ طلاق کوئی طلاق نہیں ماں صرف وہی ہے جس نے جنا ہے بیوی ماں نہیں بن سکتی ہے ہاں اسکی سزا یہ ہے کہ ۳ روزے رکھے یا ۷ مسکینوں کو کھانا کھلائے یا ایک غلام آزاد کرے تو بیوی حلال۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی پکار پر قانون توڑ دیا قرآن اتارا۔

(۹) الحلیم:

حلیم کے معنی بردباری کے ہیں دوسرے اسماء کی طرح یہ اسم بھی بندے سے محبت پر دلالت کرتا ہے۔ اس کی دلیل تو خود اس کے معنی سے جھلکتی ہے علماء نے لکھا ہے کہ حلیم وہ ذات ہے جو باوجود بندے کی نافرمانی کو دیکھنے کے اور مزید یہ کہ انتقام کی قدرت ہونے کے وجود مواخذہ میں جلدی نہ کرے اور اگر

کوئی شخص انتقام لینے میں جلدی تو نہ کرے مگر بعد میں انتقام لینے کی نیت ہو تو وہ شخص حلم نہیں کہلاتا! اگر وہ یہ عزم رکھتا ہو کہ کبھی انتقام نہ لے گا تو اس امر کو صفت غفور و مغفرت کہتے ہیں!

☆..... حضرات مشائخ فرماتے ہیں کہ حلم وہ ذات ہے جو بندوں سے درگزر کر جائے اور بندہ کے عیوب پر پردہ پوشی کرے۔

☆..... بعض نے لکھا ہے کہ حلم وہ ذات ہے کہ پردہ پوشی کرنے کے بعد مغفرت عطا فرمائے! صفت حلم سے معلق چند واقعات۔

اللہ تعالیٰ کی صفت حلیم کے ظہور پر ایک واقعہ

حضرات ابراہیم خلیل اللہ کی نسبت مروی ہے کہ آپ نے ایک شخص کو فسق و فجور میں مستغرق دیکھ کر اس کی ہلاکت کی دعاء کی وہ شخص ہلاک ہو گیا پھر ایک دوسرے شخص کو اسی حالت میں دیکھا اور دعا کی چنانچہ وہ بھی ہلاک ہو گا علیٰ ہذا ایک تیسرے کے ساتھ بھی یہی صورت پیش آئی جب چوتھی دفعہ آپ ایک فاسق کی نسبت دعائے ہلاکت کرنے لگے تو بذریعہ وحی آپ کو بارگاہ رب العزت سے یوں ممانعت ہوئی کہ اے ابراہیم بس ٹھہر جا اگر ہم ہر ایک شخص کو اسی طرح گناہوں پر مواخذہ کرنے لگیں تو روئے زمین پر سوائے گنتی کے چند آدمیوں کے کوئی زندہ نہیں رہے گا مگر ہمارا قانون ہے کہ جب کوئی معصیت کرتا ہے تو ہم اسے مہلت دیتے ہیں اگر وہ توبہ کر لے تو ہم اسی کی توبہ کو قبول کر لیتے ہیں اور اگر معصیت پر اصرار کرتا چلا جائے تو ہم عذاب میں تاخیر کر دیتے ہیں کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ وہ بیچارہ ہمارے قبضہ قدرت سے کبھی باہر نہیں جاسکتا۔

(شرح اسماء الحسنیٰ)

صفت حلیم پر دوسرا واقعہ

روایت ایک نوجوان سخت فاسق و فاجر تھا مگر اس میں خوبی یہ تھی کہ وہ جو غمی گنہ کرتا فی الفور توبہ کر لیا کرتا یعنی گنہ پر اصرار نہ کیا کرتا تھا ایک دفعہ

ابلیس نے اسکو ایک خاص حالت میں مخاطب کر کے کہا کہ تم کب تک ایسا کرتے رہو گے ابلیس کی اس سے یہ غرض تھی کہ اس کو رحمت خداوندی ہی سے ناامید کر دے جب رات ہوئی تو وہ نوجوان اٹھا اور وضو کیا اور دو رکعت نماز ادا کر کے دو ہاتھ آسمان کی طرف بلند کئے اور یوں مناجات کرنے لگا۔

اے میرے پاک اور سچے خدا جو معصوموں کو عصمت عطا کرتا ہے اور صالحین کی اصلاح فرماتا ہے اگر تو مجھے بچائے گا تو میں بچ جاؤں گا اور اگر تو نے مجھے چھوڑ دیا تو میں ذلیل ہو جاؤں گا میں تیری مشیت ازلٰی کے آگے مقہور ہوں میرا خیر و شر سب کچھ تیرے ہاتھ میں ہے اے دلوں کے پھیر دینے والے خدا میرے قلب کو اپنے پاک دین پر ثابت قدم رکھ جب وہ شخص مناجات کر چکا تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے گروہ ملائکہ کو خطاب کر کے فرمایا کہ میرے ملائکہ! کیا تم نے میرے بندے کے کلام کو سنا ہے؟ تم شاہد رہو کہ ہم نے اسکے گزشتہ نامہ اعمال کو جو کثرت گناہ سے سیاہ ہو گیا تھا اسے آب رحمت سے دھو دیا ہے اور آئندہ کیلئے اس کو توفیق عصمت عطا فرمادی ہے۔ (ایضاً)

ان واقعات سے پتہ چلتا ہے کہ حلیم وہ ذات ہے جو تعسر سے پاک ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر ایک شخص نے ۷۰ سال اللہ کی نافرمانی کی تو پھر اسے ندامت پیدا ہوئی اور اس نے جب توبہ کیلئے ہاتھ اٹھائے تو اس سے اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں کہا کہ تو نے ۷۰ سال ہماری نافرمانی کی اور ہم ایک منٹ کی توبہ پر تیرے گناہ معاف کر دیں تو یہ تعسر کہلائے گا تو اللہ کی ذات اس سے مبرا ہے بلکہ جب ۷۰ سال تک نافرمانی کرنے والا توبہ کرنے والا ہاتھ اٹھاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے کے گناہوں کو بھی معاف فرما دیتے ہیں۔ بلکہ بعض اوقات سچی توبہ اور ندامت کی برکت سے اسکے گناہوں کو نیکیوں میں تبدیل فرما دیتے ہیں۔

میرے عزیزو! حلیم "کتنے عظیم حلم والا ہے باوجود قادر مطلق ہوتے ہوئے بھی بدلہ نہیں لیتا حالانکہ اس سے کوئی سوال تک نہیں کر سکتا کہ تو نے

ایسا کیوں کیا ہم دن رات میں بے شمار نافرمانیاں کرتے ہیں اور وہ اپنے علم کی دولت سے ہمیں مالا مال کرتے رہتے ہیں۔

دنیا میں کیسے کیسے بڑے گنہگار گزرے ہیں مگر اس حلیم نے اس سے انتقام نہیں لیا کتنے ہی نمرود شداد اور فرعون گزرے جنہوں نے خم ٹھونک کر اس جیسا ہونے کا دعویٰ کیا اور اس کی مخلوق پر ظلم کئے مگر اس "الحلیم" نے انہیں کچھ بھی نہ کہا سوائے ان لوگوں کے جنہوں نے اس کے سفیروں کو ستایا اور مقابلہ کیا۔

(۱۰) الشکور

اللہ تعالیٰ کی دوسری صفت کی طرح یہ صفت بھی بندہ سے محبت پر دلالت کرتی ہے اس کی دلیل اس صفت کے معنی ہی سے جھلکتی ہے شکور کے معنی قدر دان اور بہت تھوڑے عمل پر زیادہ دینے کے ہیں۔ اللہ تعالیٰ شکور ہے وہ بندوں کے اعمال صالحہ کو قبول کرتا ہے جیسا کہ قرآن میں فرمایا رَبَّنَا لِنَفْخُرَ شُكُورًا ہمارا رب گناہ بخشنے والا بھی ہے اور کو قبول کرنے والا بھی ہے۔

☆.....ہام غزالی فرماتے ہیں کہ شکور وہ ذات ہے جو طاعت قلیل کے عوض میں اجر کثیر اور چند روزہ زندگی کے اعمال کے بدلے نعمت بدی عطا فرمادے۔

☆..... ملا علی قاریؒ مرقاہ میں شکور کی تعریف یہ لکھتے ہیں کہ الذی يعطى الاجر الجزيل على العمل القليل یعنی شکور اس ذات کو کہتے ہیں کہ جو تھوڑی سے عمل پر بہت زیادہ انعام دے دے۔

شکور پر حکایت

بندہ کے پیر و مرشد نے ایک مجلس میں صفت شکور پر ایک واقعہ سنایا کہ ایک بزرگ نے ایک شخص کو خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ ما فعل اللہ بك اللہ تعالیٰ نے تیرے ساتھ کیا معاملہ کیا اس نے کہا حاسبنی رہی میرے رب نے

میرا حساب شروع کیا فحفت کفہ حسنتی میری نیکیوں کا پلہ بلکا پڑ گیا میں نے سمجھ لیا کہ بس اب جہنم میں جانا پڑے گا فوقعت فیہا صرة کہ ایک چھوٹی سی تھیلی آکر گری جس سے میری نیکیوں کا وزن پڑھ گیا اور نجات مل گئی میں نے اللہ تعالیٰ سے پوچھا کہ ماہذا یاربی اے میرے رب یہ تھیلی کیا چیز ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا هذا کف تراب القیثہ فی قبر مسلم یہ وہ مٹی ہے جو اپنے ہاتھ سے تو نے ایک مسلمان کی قبر پر ڈالی تھی وہی میں نے قبول کر لی تھی آج اسی کے صدقہ میں تیری مغفرت ہو گئی۔ (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد ۵ بحوالہ مواہظ حنف)

(۱۱) الحفیظ

حفیظ کے معنی نگہبانی اور حفاظت کے ہیں اور دوسرے اسماء کی طرح یہ اسم بھی اللہ کی بندوں سے محبت پر دلالت کرتا ہے اللہ تعالیٰ ہر آن ہر گھڑی اپنے بندوں کی حفاظت کرتے ہیں کہیں میرے بندوں کی طرف کوئی میلی نگاہ سے نہ دیکھے اسکے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کے ذریعے فرمایا۔ جو میرے ولی (دوست) سے دشمنی کرے گا میرا اسکے ساتھ اعلان جنگ ہے اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندوں کی نفس اور شیطان سے غرض تمام مخلوقات کے شر سے حفاظت فرماتے ہیں اس کی دلیل پر ایک حدیث پیش خدمت ہے۔

صفت حفیظ پر ایک عجیب حدیث

ایک حدیث قدسی میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے آدم کے بیٹے میں نے تجھے رزق دیا عقل دی پھر تجھے پروان چڑھایا اور اپنے فرشتوں کو تیری حفاظت کیلئے مقرر کیا اگر میرے فرشتے تیری حفاظت کے لئے نہ ہوتے تو میری یہی مخلوق تیرا حشر نشر کر دیتی ہے پتہ چلتا ہے کہ اللہ کو بندے سے بڑی محبت ہے اسی لئے اللہ نے بندے کی حفاظت کیلئے فرشتوں کو مقرر کیا تاکہ کوئی میرے بندے کو نقصان نہ پہنچا سکے!

اللہ کی صفت حفظ پر ایک اور حدیث یا آئی ایک حدیث میں آتا ہے کہ

جب کوئی بندہ گناہ کرتا ہے تو زمین کہتے ہیں اے اللہ آپ مجھے حکم دیں کہ میں اس کو اپنے اندر دبا لوں آسمان کہتا ہے کہ آپ ہمیں حکم دیں کہ میں اس پر گر پڑوں فرشتے کہتے ہیں کہ اے اللہ آپ ہمیں حکم دیں کہ میں اس پر عذاب کا کوڑا برسوا سکے جواب میں اللہ تعالیٰ کیا کہتے ہیں۔

میرے دوستوں قربانی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر تم نے پیدا کیا ہے تو عذاب دے دو اگر میں نے پیدا کیا ہے تو میں اپنے بندے کی توبہ کا منظر ہوں کسی دن تو توبہ کرے گا کسی شام تو توبہ کر لے لگا

میرے دوستو! میرے اور آپ کے سامنے امت کا حل کھلی کتاب کی طرح ہے ہمارے اعمال تو بجائے رمت کے عذاب کے مستحق ہیں لیکن یہ تو اللہ کی صفت حفیظ ہے جو اپنے بندوں پر سایہ کئے ہوئے ہے۔

صفت حفیظ پر ایک عجیب واقعہ

صفت حفیظ پر ایک واقعہ یاد آیا کہ ایک اللہ والے کا بچہ دلش کی طرف پانی کے جہاز کے ذریعے سفر ہوا واپسی میں ملایح سے ایمان و یقین کی بات بھی ہوئی اس ملایح سے اس اللہ والے نے پوچھا کہ اتنا عرصہ ہو گیا جہاز پر سفر کرتے ہوئے یہاں کا کوئی عجیب واقعہ سنو اس ملایح نے کہا اے مولانا ایک دفعہ میں جہاز پر اپنے کام میں مصروف تھا کہ اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ پانی میں تیری آگنی میں جہاز کے عرشے پر کھڑا ہوا تھا کہ اچانک جہاز کے عرشے کے دائیں طرف سے ایک لمبی لہر آئی اس لہر نے مجھے پانی میں دے ملا پھر اللہ کی صفت حفیظ جوش میں آئی اور پھر بائیں طرف سے ایک لمبی لہر انہی اس نے مجھے دوبارہ عرشے پر دے ملا۔

میرے دوستو! قربان جائے اللہ کی صفت حفیظ کہ وہ کس کس طرح اپنے بندوں کی حفاظت کرتا ہے۔ حضرات مشائخ فرماتے ہیں کہ حفیظ وہ ذات ہے جو بندہ کو مصیبت کی حالت میں اظہار شکایت سے اور امن و عافیت کی

حالت میں امتحان سے محفوظ رکھے۔

(۱۲) الکریم

صفت کریم کرم سے ہے اور اسکے معنی بے مانگے عطا کرنے والا اور قدرت کے باوجود معاف کر کے کرم کرنے والے کے ہیں۔
بندہ کے پیرو مرشد نے صفت کریم سے متعلق فرمایا کہ ملا علی قاریؒ نے مشکوٰۃ کی شرح مرقاہ میں کریم کی چار تعریضیں کی ہیں۔

(۱) الَّذِي يُعْطِي بِذُنُونِ الْاَسْتَحْقَاقِ وَالْجِنَّةِ

کریم وہ ہے جو نالا نقوں پر بھی مہربانی کر دے۔

(۲) الَّذِي يَفْضُلُ عَلَيْنَا بِذُنُونِ مَسْئَلَةٍ وَلَا وَصِيْلَةٍ

جو ہم پر مہربانی کر دے بدون سوال اور وسیلہ کے۔

(۳) الَّذِي يَفْضُلُ عَلَيْنَا وَلَا يَخَافُ نَفَاذَ مَا عِنْدَهُ

جو ہم پر مہربانی کر دے اور اپنے خزانے کے ختم ہونے کا

اس کو اندیشہ ہی نہ ہو کیونکہ اللہ غیر محدود خزانے والا ہے۔

(۴) الَّذِي يَفْضُلُ عَلَيْنَا فَوْقَ مَا نَتَمَنَّى بِهِ

جو ہم پر اتنی مہربانی کر دے کہ جو ہماری تمنوں سے بھی زیادہ ہو

ماگو ایک بوتل دے دی ایک مشک! ایک بوتل شہد کوئی مانگے اور کریم

دے دے ایک مشک اللہ تعالیٰ اس طرح سے دیتا ہے۔ (مرقات بحوالہ مواظظ حسنہ)

☆..... ایک اور اللہ والے نے لکھا ہے کہ کریم وہ ہے جو قدرت رکھتا ہو

عذاب دینے کی مگر معاف کر دے اور جب وعدہ کرے تو اسے پورا کرے! اور

جب دینے لگے تو توقع سے بڑھ کر دے۔ یہ نہ دیکھے کتنا دے رہا ہے جب اس

کے سامنے حاجت پیش کی جائے تو اسے منظور کرے۔

صفت کریم کا تذکرہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرمایا کہ

يَا أَيُّهَا الْإِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيمِ

اے انسان تجھے کس چیز نے اپنے کریم رب سے غافل کر رکھا ہے
☆..... حضرت مشائخ فرماتے ہیں کہ کریم وہ ذات ہے جو بلا اظہار صفت
احسان کرے۔

☆..... حضرت جنیدؒ فرماتے ہیں کہ کریم وہ ذات ہے جو بندہ کو کسی
وسیلہ کا محتاج نہ رہنے دے اور بعض لکھتے ہیں کہ کریم وہ ذات ہے جو دل
عصیان کو قبول توبہ سے ہمید نہ کرے۔

☆..... کریم وہ ذات ہے جو اس امر کی پروا نہ کرے کہ کس کو دینا ہے
☆..... بعض کہتے ہیں کہ کریم وہ ذات ہے جو بلوجود عصیان کے احسان کرے۔

(۱۳) عجیب

صفت عجیب کے معنی دعا کو قبول کرنے کے ہیں دوسرے اسم کی طرح
یہ اسم بھی اللہ کی بندوں سے محبت پر دلالت کرتا ہے عجیب وہ ذات ہے جو
اپنے دوستوں کی اپنے محبوب بندوں کی دعا کو قبول کرتی ہے۔ عجیب وہ ہے جو
سائل کے سوال کو پورا کرے دعا کرنے والے کی دعا کو قبول فرمائے۔ لاچار
لوگوں کی ضرورت مہیا کرے بلکہ الحجا سے پہلے انعام دے اور دعا سے پہلے
بخشش کر دی اور وہ صرف اللہ تعالیٰ ہے کیونکہ وہی حاجت مندوں کی حاجت کو
ان کے سوال سے پہلے جانتا ہے بلکہ قبل ہی سے اس کو علم ہے۔ اللہ کے
نزدیک پسندیدہ اعمال میں سے دعا کا کرنا بھی ہے اور جو اخلاص سے اللہ سے مانگا
ہے اللہ اس کی دعا کو رد نہیں فرماتے ایک حدیث میں آیا ہے

ان الله يستحي ان يرد عبده صفراء

یعنی اللہ تعالیٰ کو شرم آتی ہے کہ وہ اپنے بندوں کے ہاتھ کو خالی واپس

کر دے!

☆..... امام غزالی صفت عجیب پر فرماتے ہیں کہ عجیب صرف قبول دعا کا
یہ مفہوم نہیں بلکہ عجیب وہ ذات ہے جو قبل سوال نعمت کو عطا کرے یہ امر

بجز ذات باری تعالیٰ کے اور کسی کے ساتھ خاص نہیں ہے۔

(۱۴) الودود

اسم وودود یا وصف وودود کے معنی محبت کے ہیں اور دوسرے اسماء کی طرح یہ اسم بھی بندے سے محبت پر دلالت کرتا ہے یعنی وہ ذات ہے جو اپنے بندوں سے بے انتہا محبت کرتی ہے اب رہا یہ مسئلہ وہ ذات بندوں سے کتنی محبت کرتی ہے تو اس بات کو امت محمدیہ ﷺ کے سامنے لانے کے لئے بندوں نے اس کتاب کو لکھا ہے انشاء اللہ تعالیٰ محبت کی حدود کو قدر میں آیات محبت و احادیث محبت و واقعات محبت میں تفصیل سے پڑھ لیں یہاں ہر اختصار کی غرض سے چند باتیں پیش خدمت ہیں۔

ودود کے معنی مودود بھی ہیں یعنی وہ ذات جس سے محبت کی جائے جس کو نقد دل نذر میں پیش کر دیا جائے۔ وہ جس سے محبت شدت کا علاقہ پیدا کیا جاوے۔ وودود کے معنی ولو کے بھی ہیں۔ یعنی وہ جو ہم سے محبت کرتا ہے۔ امام بخاریؒ نے صحیح بخاری میں ہر دو معانی کے اعتبار سے وودود کا ترجمہ حبیب کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ بندے بندے سے اظہار محبت کرتے ہوئے فرمایا کہ:

يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ

اللہ ان سے محبت کرتا ہے وہ اللہ سے محبت کرتے ہیں

سورہ ہود میں ہے:

إِنَّ رَبِّي رَحِيمٌ وَذُودٌ

بیک تیرا رب تو رحم فرمانے والا پیار کرنے والا ہے

عیسائیوں کے پاس ایک فقرہ ہے: ”خدا سر: محبت ہے۔“ وہ اس فقرہ پر بہت اترا کرتے ہیں ہاں اللہ کی صفت پر خوش ہونا بھی درست ہے لیکن رب العالمین کا وودود ہونا اس سے بڑھ کر ہے وودود تو مبالغہ کا صیغہ ہے اول تو وودود کا درجہ محبت سے بڑھ کر ہوا پھر رب العالمین نے اس صیغہ کے انتہائی اسم

کو اپنے لئے پسند فرمایا اور پھر دود اور سراپہ محبت کو بندوں ہی کے لئے خاص فرمایا۔

☆..... بعض اہل تحقیق نے لکھا ہے کہ دود وہ ذات ہے جو اپنے اولیاء کے نزدیک اپنی معرفت کی وجہ سے اور اہل معصیت کے نزدیک اپنی غنوریت کی وجہ سے اور عوام کے نزدیک روزی اور کفایت امور کی وجہ سے محبوب سمجھا جائے اور بعض نے لکھا ہے کہ دود وہ ذات ہے جو محبت کی وجہ سے اپنے محبت کو اغیڈ سے الگ تھلک کر لے اور رسوم و آئین بشریت کے ملاحظہ سے ہٹا لے۔

خاصیت:

اگر کھانے پر ایک ہزلہ باد پڑھ کر بی بی کے ساتھ کھلوے تو وہ محبت کرنے والی اور فرماہر دل ہو جاوے گی۔

(۱۵) الحسیب:

نعت میں حسیب کے معنی حساب کنندہ ہیں اللہ تعالیٰ کے دوسرے اسلام طرح یہ اسم بھی بندے سے محبت پر دلالت کرتا ہے حسیب اس ذات کو کہتے ہیں کہ جو اپنے بندوں سے حساب کتاب میں آسانی والا معاملہ کرے۔

حسیب پر ایک حدیث

چنانچہ ایک روایت میں آتا ہے کہ ایک صحابی نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ قیامت کے دن ہمراہ حساب کون کرے گا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ اس بات کو سن کر وہ صحابی فرط محبت سے کہنے لگے پھر تو کوئی مسئلہ ہی نہیں ہے۔

حسیب پر ایک عجیب حدیث

اس طرح ایک اور روایت میں آتا ہے کہ قیامت کے دن ایک آدمی کی ایک نیکی کم ہوگی تو اللہ تعالیٰ فرمائیں کہ بھی کوئی تمہیں نیکی دیتا ہے تو اس سے لے آؤ اب وہ اپنی ماں کے پاس جائے گا نیکی لینے کے لئے تو اسکی ماں اس

سے کہے گی اِلَیْكَ عَنّی یعنی یہاں سے دفع ہو جاؤ آج تو میں خود مشکل میں ہوں اسی طرح باپ بھائی، بہن، بیوی، بچوں کے پاس جائے گا لیکن کوئی اسکو ایک نیکی بھی نہ دے گا تو اللہ کا کرنا ایسا ہو گا کہ اچانک اس کو ایک آدمی ملے گا یہ اس نیکی مانگے گا تو وہ آدمی اسکو نیکی دے دے گا۔

اب یہ خوشی خوشی اللہ کے پاس جائے گا کہے گا کہ اللہ نیکی مل گئی اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے کے باوجود کہیں گے آج کے دن تجھے کس نے نیکی دی وہ کہے گا فلاں شخص نے دی تو کہا جائے گا کہ اس کو بلاؤ وہ اللہ کے دربار میں حاضر ہو گا تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے آج تو میں باپ کسی کو نیکی نہیں دینے تو نے کیسے دے دی وہ شخص کہے گا اے اللہ دنیا سے ایک ہی نیکی کما کر لایا تھا۔ اب میں نے سوچا کہ مجھے تم جہنم میں جانا ہی ہے تو چلو اسکا بھلا ہو جائے اس وجہ سے میں نے اس کو ایک نیکی دے دی تو اس پر اللہ کی رحمت کو جوش آئے گا اور اللہ تعالیٰ دونوں کو جنت میں داخل فرمائیں گے میرے دوستوں اللہ تعالیٰ کیسے حبیب ہیں اس کا منظر تو آپ کی سامنے آئی چکا ہو گا۔ چنانچہ بندہ اسی پر اکتفاء کرتا ہے۔

(۱۶) الوکیل

قرآن شریف میں ۲۲ جگہ یہ اسم آیا ہے کہیں اس کے معنی کارساز کے ہیں کہیں ذمہ دار اور ٹھیکیدار کے ہیں کہیں نگہبان کے ہیں بہر کیف ”الوکیل“ ہمارا کارساز بھی ہے ذمہ دار بھی ہے نگہبان بھی ہے دوسری اسلام کی طرح یہ اسم بھی بندے سے محبت پر دلالت کرتا ہی کیونکہ کوئی کسی کا وکیل اسی وقت بنتا ہے جب اس سے محبت ہوتی ہے ورنہ ایرے غیرے کی وکالت کون کرتا ہے اسم وکیل پر علامہ عبدالصمد الازہری صاحب کا ایک مضمون پیش خدمت ہے۔

ارشاد فرمایا کہ ہمارا ایک وکیل ہے جو ہمیں کبھی جتوا دیتا ہے اور کبھی

ہر لڑیتا ہے ہم اس کے جتنا دینے سے خوش ہوتے ہیں اور اس کے ہر لڑینے سے مطمئن رہتے ہیں اگر وہ ہمیں ہمیشہ کامرانی و خوشی سے ہی سرفراز کرتا رہتا ہے تو زندگی اجیرن ہو جاتی ہے۔

ہم اپنے اس وکیل کی ہدایت پر اس لئے مطمئن ہیں کہ ہمیں یقین ہے کہ وہ ہمارے مناسب حال کرتا ہے جہاں جتنا نامناسب ہوتا ہے وہاں جتنا دیتا ہے اور جہاں ہرانا مناسب ہوتا ہے وہاں ہر لڑیتا ہے اس نے شکست و غم میں بھی ایک مزہ رکھا ہے دل درد مند ہوتا ہے اور آنکھوں اشک بار ہوتی ہیں تو عجیب لطف آتا ہے جسے ”غم نصیب لوگ“ یا ”عشق کے مارے“ اچھی طرح جانتے ہیں۔ ہم نے اپنے سارے کام اس ”لوکیل“ کے سپرد کر دیئے ہیں کہ وہی ہمارا کارساز و وکیل ہے۔

(۱۷) ولی

عربی لغت میں ولی کے معنی قرب و دوست اور نزدیکی کے ہیں اور ولایت اسی سے ہے جس کی اصل محبت اور قربت ہے۔ نیز وہ ان کا ولی ہے ان کے دشمنوں کے مقابلے میں ان کی مدد کرنے میں اور ان کے مخالفوں کے دین پر ان کے دین کو غالب کرنے میں۔

ولایت کے معنی نصرت و محبت کے بھی آتے ہیں

الولاية بالكسر والفتح النصرة والمجبة

ولایت اور ولایت کے معنی اور محبت ہیں

قرآن مجید میں لفظ ولی کے چند استعمالات

لغت عرب اور قرآن و حدیث کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ لفظ ولی سے حسب ذیل معانی میں استعمال کیا جاتا ہے۔

(۱) دوست (۲) نگران (۳) کارساز

(۴) مددگار (۵) ساتھی (۶) وارث

ان تمام معانی پر غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ محبت و قرب لفظ ولی کا
اسی معنی و مفہوم ہے اور اسی کی مناسبت سے دوسرے معانی بھی پیدا ہوتے
ہیں قرآن مجید میں لفظ ولی تقریباً ان تمام معانی میں استعمال ہوا ہے چند آیتیں
ذیل میں درج کی جاتی ہیں۔

إِنَّهُمْ لَنُغْنُوا عَنْكَ مِنَ اللَّهِ شَيْئاً وَإِنَّ الظَّالِمِينَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ
بَعْضٍ وَاللَّهُ وَلِيُّ الْمُتَّقِينَ

اللہ کے سامنے وہ ہر گز تیرے کام نہ آئیں گے اور ظالم ایک دوسرے
کے ولی ہیں اور اللہ متقیوں کا ولی ہے۔

اللَّهُ وَلِيُّ الَّذِينَ آمَنُوا يُخْرِجُهُم مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ
اللہ ایمان والوں کا ولی بنے انھیں اندھیروں سے روشنی میں نکال لاتا ہے
أَفَتَتَّخِذُ وَنَّهُ وَذُرِّيَّتَهُ أَوْلِيَاءَ مِن دُونِي وَهُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ

کیا تم شیطان اور اسکی ذریت کو میرے سوا اپنا دوست بناتے ہو حالانکہ
وہ سب تمہارے دشمن ہیں (دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی)

ایک اللہ والے نے اس آیت کے متعلق فرمایا! مجھے یہ آیت بڑی اچھی
لگتی ہے جو ہستی دنیاوی زندگی میں بھی دوست ہو اور آخروی زندگی میں بھی تو
پھر انسان کو اور کیا چاہئے تو پھر کسی دوست کی اور کیا ضرورت ہے؟ اور پھر دنیا
و آخرت کے بعد رہ بھی کیا گیا؟

قرآن مجید کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ قرآن میں لفظ ولی مختلف
معنی میں استعمال ہوا ہے لیکن یہ لفظ ایک جامع اصطلاح کی حیثیت سے چار
صورتوں میں زیادہ ہوا ہے۔

(۱) اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندوں کا ولی ہے۔

(۲) اللہ کے مومن بندے اس کے اولیاء ہیں۔

(۳) شیطان کافروں اور مشرکوں کا ولی ہے۔

(۴) کافر اور مشرک شیطان کے اولیاء ہیں۔

اللہ تعالیٰ جب اپنے آپ کو مومنوں کا ولی کہتا ہے تو اس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ وہ ان کا دوست ہے اس کی رحمت ان سے قریب ہے وہی ان کا کارساز و مددگار ہے۔ وہی ان کا رفیق اعلیٰ ہے۔ وہ جب مومنوں کو اولیاء اللہ قرار دیتا ہے تو اس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ مومن بندے اس کی محبت کے متوالے اس کی رحمت و نظر عنایت کے آرزو مند اس کی نصرت و کارساز پر بھروسہ کرنے والے اس کے اشدوں پر چلنے والے اس کی رفاقت اور اس کی مرضیات میں اپنی مرضیات گم کر دینے والے ہیں۔

شیطان کافروں کا ولی ہے اور کافر اس کے اولیاء ہیں اس کا مفہوم یہ ہے کہ شیطان اللہ کے بندوں کو بہکا کر اپنے بندہ بناتا ہے ان کو خدا سے کاٹ کر اپنے ساتھ جوڑ لیتا ہے اور پھر یہ نافرمان و باغی بندے اسی کو اپنا دوست بناتے ہیں۔

☆..... حضرات مشائخ لکھتے ہیں کہ ولی وہ ذات ہے جو اپنے اولیاء کی نصرت اور اعداء کی ذات کرے یعنی اس کا ولی منصور اور عدو مقہور رہتا ہے۔

☆..... بعض لکھتے ہیں کہ ولی وہ ذات ہے جو بلا علت اپنے اولیاء سے محبت رکھتے اور ارتکاب ذلت پر اپنی بارگاہ سے رد نہ کرے۔ ☆..... بعض لکھتے ہیں کہ ولی احسان کا کامل اور وعدہ کے وفا کنندہ کو کہتے ہیں۔

☆..... امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ بندوں میں سے وہ شخص ولی کہلا سکتا ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کی اولیاء سے محبت رکھتا ہے اور ان کی نصرت کرتا ہو اور اعداء اللہ سے عداوت رکھتا ہو نفس و شیطان بھی منجملہ اعداء اللہ کے ہیں جن سے عداوت اور مخالفت برتنا ولی اللہ کا فرض ہے۔

(۱۸) التواب

قرآن مجید میں ۱۰ مقامات پر اسم تواب آیا ہے البتہ التواب بعینہ اسی

حالت کے علاوہ دوسری حالتوں میں بیسوں جگہ آیا ہے صرف توبہ کا بار بار نکرار اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس انسان سے بے انتہا محبت کرتے ہیں کہ اگر نفس و شیطان میرے بندہ کو اگر میری نافرمانی میں لگائیں تو میں نے اپنے بندہ کے لئے توبہ کا دروازہ کھلا رکھا ہے اور توبہ کرنے والے سے اللہ بڑی محبت کرتے ہیں اس وجہ سے قرآن میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ

بیشک میں توبہ کرنے والے سے محبت کرتا ہوں

اور ایک حدیث میں آتا ہے کہ:

التَّائِبُ حَبِيبُ اللَّهِ

توبہ کرنے والا اللہ کا دوست۔ (احیاء العلوم)

ایک اور حدیث میں ہے کہ

إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْعَبْدَ الْمُؤْمِنَ الْمُتَّقِينَ التَّوَّابِينَ

بے شک اللہ تعالیٰ اس مومن بندہ سے محبت کرتا ہے جو بار بار گناہ کرتا ہے مگر توبہ بھی بہت کرتا ہے۔ (مشکوٰۃ)

اس حدیث کا مفہوم یہ بنا کہ اللہ تعالیٰ محبوب رکھتے ہیں حال میں بھی اور مستقبل میں بھی اس بندہ کو جو مومن ہے اور کیسا مومن ہے المؤمن جس سے بار بار گناہ ہو جاتا ہے مگر اسمیں ایک خوبی ایسی ہے کہ اس خوبی کی وجہ سے اللہ اس سے محبت کرتے ہیں اور وہ خوبی سبب محبوبیت ہے اور وہ خوبی ہے صفت التواب کی کہ وہ گناہ گار نفس اور شیطان کے درغلانے پر گناہ تو کر لیتا ہے مگر اسکے بعد بہت زیادہ توبہ کرتا ہے۔

ذلہذا وقطار آنسوں بہانا اس کے یہ آنسو اللہ کو اتنے پسند ہیں کہ ایک

حدیث میں آتا ہے کہ

لَا تَنْبِيْنُ الْمُنِيْنِ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ زَجَلِ الْمُسْبِحِيْنِ

گناہ گاروں کا رونا اور آہ و زاریاں کرنا مجھے تسبیح پڑھنے والوں کی سبحان اللہ سبحان اللہ کی آوازوں سے زیادہ محبوب ہے۔ (تفسیر روح المعانی)

شرائط توبہ

توبہ کی نل علم نے چار شرائط لکھی ہیں
 اَنْ يَنْتَدِمَ عَلَيْهَا اَنْ يَقْلَعَ عَنِ الْمَعْصِيَةِ اَنْ يَغُزِمَ عَزْمًا جَاوِزًا مَا
 اس گناہ پر ندامت ہو۔ اس گناہ سے علیحدہ ہو جائے اس گناہ کو آئندہ نہ
 کرنے کا عزم ہو۔

توبہ کی چوتھی شرط کا تعلق حقوق العباد سے ہے یعنی اگر کسی کا مال چرپا
 ہو تو اس کو واپس کرنے کی فکر کرے۔ (ریاض الصالحین)

بہر حال تائب سے اللہ تعالیٰ بے انتہا محبت کرتے ہیں کیونکہ تائب میں
 ندامت کی ایک خاص کیفیت رہتی ہے جو کہ اللہ کو بے انتہا پسند ہے اور تائب
 ندامت کی وجہ سے آنسو بھی خوب زار و قطار بہاتا ہے اور یہ عمل اللہ کو بہت
 زیادہ پسند ہے بقول ایک اللہ والے کے کہ اللہ کے خزانوں میں دو چیزیں نہیں
 ہیں (۱) عاجزی (۲) آنسو (کیونکہ اللہ تعالیٰ متکبر ہیں اور عاجزی مخلوق کی صفت
 ہے اور اسی طرح آنسو بہانا یہ بھی مخلوق کی صفت ہے اور یہ دونوں صفات
 تائب میں کثرت سے ہوتی ہیں۔

(۱۹) العفو

عفو کے معنی لغت میں مٹا دینے کے اور چھوڑ دینے کے بھی آتے ہیں
 اور دیگر اسماء کی طرف یہ اسم بھی بند۔ سے محبت پر دلالت کرتا ہے نل
 محبت کی لغت میں عفو کی تعریف یہ ہے جب کسی اللہ کے بندے سے گناہ
 سرسرد ہو جاتا ہے تو وہ اخلاص و ندامت سے توبہ کر کے زار و قطار روتا ہے تو اس
 پر اللہ تعالیٰ کی صفت عفو و رحمت و محبت جوش میں آتی اور پھر اللہ تعالیٰ اس
 کے گناہوں کو اس کے دل و دماغ سے و اعضا سے بھی بھلا دیتے ہیں حتا کہ

جس زمین پر اس نے گناہ کیا ہوتا ہے اس زمین کو بھی بھلا دیتے ہیں اور مزید یہ کہ اس کے محافظ فرشتوں کو بھی بھلا دیتے ہیں اسلئے مشائخ فرماتے ہیں کہ غم وہ ذات ہے جو نفوس سے ظلمت گناہ کو اپنی رحمت سے دور کر دے اور قلب کی وحشت کو اپنے کرامت سے پاک کر دے۔ جیسا کہ غم کے معنی مٹ جانے کے ہیں چنانچہ عربی جاہلی شاعر کہتا ہے:

عفت الديار محلها فمقلما

مٹ گئے محبوبہ کے جائے نزول و قیام کے نشانات

(۲۰) الرؤف

حضرت مولانا اصغر علی روجیؒ نے لکھا ہے کہ یہ اسم مصدر سے مشتق ہے جس کے معنی شدت رحمت کے اور شدت مہربانی کے بھی ہیں یہ اسم قرآن شریف میں دس مقامات پر آیا ہے بقول مولانا کے فرمایا کہ رؤف اس ذات کو کہتے ہیں جو شفیق و مہربان اور بے انتہا بے مثل رحم کرنے والی ہو۔ اللہ تعالیٰ قرآن میں اپنی صفت رؤفیت کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا:

إِنَّ اللَّهَ بِالنَّاسِ لَرُؤُوفٌ الرَّحِيمُ

اللہ تعالیٰ لوگوں پر بہت زیادہ مہربانی اور بہت زیادہ رحمت کرنے والا ہے۔

صفت رؤف پر ایک عجیب حدیث

بخاری و مسلم میں ایک حدیث لکھی ہے کہ ایک قیدی عورت بچوں سے بے انتہا محبت کرتی تھی جب وہ کسی بچے کو دیکھتی اس کو اٹھا کر پیار کرتی یہ منظر دیکھ کر آپ ﷺ نے صحابہ سے پوچھا تمہارا کیا خیال یہ عورت اپنے بچے کو آگ میں ڈال سکتی ہے صحابہ نے نفی کی تو آپ ﷺ نے فرمایا:

اللَّهُ أَرْحَمُ بِعِبَادِهِ مِنْ هَذِهِ بَوْلِهَا

جس قدر یہ عورت اپنے بچے پر رحم و شفقت کر رہی ہے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر اس سے کہیں زیادہ رحم کرنے والے ہیں۔ (بخاری و مسلم)

ایسا ہی ایک واقعہ مشکوٰۃ میں لکھا ہے اس میں آپ ﷺ نے صحابہ سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ماں سے ۷۰ گنا زیادہ بندے پر مہربان ہیں۔ (مشکوٰۃ)

(۲۱) الہادی والرشید

ان دونوں اسماء کے معنی ہدایت کے ہیں اور یہ اسم بھی دوسرے اسماء کی طرح اللہ کے بندے سے محبت پر دلالت کرتا ہے ہلا اور ہلائی قرآن میں ۸ جگہ اور ہلایا جگہ اور بھادی وغیرہ بکثرت آئے ہیں۔

میرے دوستو! ہدایت کی نعمت ہمارے لئے دنیا کی سب سے بڑی نعمت ہے اور یہ نعمت اللہ ہر کسی کو نہیں دینا صرف اپنے محبوب بندوں کو ہدایت دے اپنے سے روشناس کرا کے اپنا بناتا ہے۔

ایک مرتبہ آپ ﷺ مسجد نبوی کے منبر پر تشریف لے گئے اور یہ آیت آپ ﷺ نے پڑھی:

فَمَنْ يُرِدِ اللَّهُ أَنْ يَهْدِيَهُ يَشْرَحْ صَدْرَهُ لِلْإِسْلَامِ.

اللہ تعالیٰ جس کی ہدایت کا ارادہ فرماتے ہیں اس کا سینہ اسلام کے لئے کھول دیتے ہیں

صحابہ نے پوچھا کہ اے اللہ کے پیارے رسول ﷺ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے سینہ کو کسی طرح کھولتے ہیں فرمایا کہ سینہ اس طرح کھولتا ہے کہ اس میں اپنا ایک نور داخل کر دیتے ہیں جس سے اس کا دل بہت وسیع ہو جاتا ہے۔ (تفسیر روح المعانی)

بندے کے پیرو مرشد نے ایک مجلس میں اس آیت کی شرح بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ ایک ہاتھی نشین نے ایک جھونپڑی والے سے کہا کہ میں تجھ سے دوستی کرنا چاہتا ہوں تو غریب جھونپڑی والے نے کہا کہ آپ سے کون دوستی کرے آپ تو میرے یہاں ہاتھی پر بیٹھ کر آئیں گے میری تو جھونپڑی ہی مسمار ہو جائے گی نہ میں رہوں گا نہ میری جھونپڑی رہے گی اس نے کہا کہ

میں جس غریب سے دوستی کرتا ہوں اس کا گھراؤ بڑا ہے دیتا ہوں کہ ہاتھی پر بیٹھ کر آسکوں۔ اسی طرح اللہ جس کے قلب کو اپنے لئے قبول فرماتے ہیں اس کو اتنا بڑا کر دیتے ہیں کہ سارے احکام کا بجالانا اس کے لئے آسان اور سارے گناہوں سے بچنا سہل ہو جاتا ہے۔

پھر صحابہؓ نے پوچھا نور ہدایت کے آنے کی علامات کیا ہیں آپ ﷺ نے فرمایا اس کی ۳ علامات ہیں

- (۱) دنیاوی بے رغبتی (۲) آخرت کے گھر کی طرف رغبت کا بڑھ جانا
- (۳) مرنے سے پہلے موت کی تیاری۔

(۲۲) الصبور

صبور کے معنی بہت زیادہ برہداشت کرنے کے ہیں اور دوسرے اسماء کی طرح یہ اسم بھی اللہ کی بندے سے محبت پر دلالت کرتا ہے۔ صبور اللہ کی صفت ہیں۔ اس دنیا میں لاکھوں انسان ایسے ہیں کہ دن رات اللہ کی نافرمانی کرتے ہیں کتنے ہزاروں لوگ آپ کو طیس گے جنہوں نے گناہوں کے سمندر میں غوطہ کھا لیا کہ اپنے قلب کو گناہوں سے سیوا کر لیں اور یہ نفس پسند انسان کھاتے بھی اللہ ہی کا ہیں اور کھڑے بھی اللہ ہی کی زمین پر ہوتے ہیں کپڑے بھی اسی کے عطا کئے ہوئے پہنتے ہیں اور مزید یہ کہ اللہ ہی کی دی ہوئی آنکھوں سے اسی کی منع ہوئی چیزوں کو دیکھتے ہیں اسی کے دیئے ہوئے کانوں سے اس کی منع کی ہوئی آوازوں کو سنتے ہیں حالانکہ اگر دیکھا جائے تو یہ عمل تو شرافت بندگی کے بھی خلاف ہے اسی کی دی ہوئی نعمت اس کی نافرمانی میں استعمال کرنا یہ کہاں کا انصاف ہے۔ لیکن اللہ کی صفت صبوریت کے کیا کہنے قربان جائیں اللہ پر! باوجود گناہوں کے انہد کے ایسے نافرمانوں کو اللہ ڈھیل دیتے ہیں کہ شاید میرا بندہ کبھی توبہ کر لے۔

یہ توبہ اللہ کو اتنی پسند ہے کہ ایک حدیث میں آتا ہے کہ جب کوئی

بندہ توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اتنے خوش ہوتے ہیں کہ فرشتوں کو حکم ہوتا ہے کہ آسمانوں پر چراغاں کرو اس دن آسمانوں پر چراغاں ہوتا ہے اللہ تعالیٰ فرشتوں میں اعلان کرواتے ہیں کہ آج میرے فلاں بندہ نے مجھ سے صلح کر لی میرا ایک روٹھا ہوا بندہ میری طرف لوٹ آیا۔ (سمعت حضرت مولانا طلاق جمیل صاحب)

(۲۳) الستار

صفت ستار کے معنی پردے کے ہیں دوسرے اسماء کی طرح یہ اسم بھی اللہ کی بندگی سے محبت پر دلالت کرتا ہے ستار اس ذات کو کہتے ہیں جو اپنے بندے کے عیوب پر پردہ ڈالتا ہو بوجہ محبت و رحمت کے۔ ہم رات دن گناہ کرتے رہتے ہیں اور وہ ان پر پردہ ڈالتے رہتے ہیں میں سوچا کرتا ہوں کہ اگر مولیٰ تعالیٰ ستار نہ ہوتے تو گنہگاروں کی زندگی اجیرن ہو جاتی اگر گناہ کرتے ہی اس کا مخلوق پر اظہار ہو جاتا تو مصیبت سے خلی نہیں اور کوئی گنہگار اس کی ستاری سے محروم نہیں الا ماشاء اللہ جب ستاری کے علاوہ دوسری صفت بروئے کار آجاتی ہے اظہار ہو جاتا ہے انسان گناہوں کے شکنجے میں کسا ہوا ہے۔

(۲۴) النصیر والمعین، المغيث والمستعان:

ان چاروں صفات کے معنی مددگار کے ہیں اور یہ صفت بھی دیگر اوصاف کی طرف اللہ کی بناؤں سے محبت پر دلالت کرتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے دوستوں سے بے انتہا محبت کرتے ہیں ہر آن ہر گھڑی ان پر نگاہ رکھتے ہیں جب ان پر کوئی پریشانی آتی ہے تو فوراً ان کی مدد کرتے ہیں۔

إِنْ تَنْصُرُوا اللَّهَ يَنْصُرْكُمْ

تم اللہ کی نصرت کرو گے تو اللہ تمہاری نصرت کرے گا
اللہ تعالیٰ نصیر ہیں اور اس کی نصرت کا ظہور بظن ہدایت ہوتا ہے

وَكَفَىٰ بِرَبِّكَ هَادِيًا وَنَصِيرًا۔

اللہ تعالیٰ ہی نصیر ہے اور اس کی نصرت بظن ولایت دغیر عباد ہوتی

ہے اللہ تعالیٰ ہی نصیر ہے۔ ظالم و مشرک نافرمان و سرکش اس نصیر سے محروم رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہی نصیر ہے اس کی نصرت سینہ کھول دیتی ہے قلب میں وسعت پیدا ہوتی ہے اطمینان و سکون نزول ہوتا ہے۔

(۲۵) الْبِرُّ وَالْمَنَانُ:

برّ کے معنی محسن کے ہیں بلکل اسی طرح المنان من سے ہے اسکے معنی احسان کے ہیں گزشتہ صفات کی طرح یہ صفات بھی اللہ کی بندے سے محبت پر دلالت کرتی ہے کیونکہ عموماً احسان اسی پر کیا جاتا ہے جس سے محبت ہوتی ہے اللہ تعالیٰ کے ہم پر لامحدود احسانات جن کا احاطہ بھی دشوار ہے۔ لیکن بعض جہلا جب ایمان لائے تو وہ ایمان لا کر اللہ پر احسان جتلاتے اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

يَمْنُونُ عَلَيْكَ أَنْ اسْلَمُوا قُلْ لَا تَمْنُوا عَلَيَّ اسْلَامَكُمْ

یہ لوگ نبی اکرم ﷺ پر احسان جتلاتے ہیں کہ وہ اسلام لائے ہیں ان سے کہہ دیجئے کہ مجھ پر اپنے اسلام کا کچھ احسان نہ جتلاؤ۔
منت کے معنی بھی لغت میں احسان عظیم ہیں۔

لہذا منان وہ ہے جس کے احسانات عظیم مخلوق پر ہیں۔ منان وہ ہے کہ اس کے احسانات کے بار کثیر سے تمام مخلوق دہی ہوئی ہے منان وہ ہے جس نے سیدنا محمد ﷺ کو مخلوق کی ہدیت کے لئے مبعوث فرمایا یہ بھی اللہ کا احسان عظیم ہے منان وہ جس نے ان کی رہبری کے لئے قرآن کو نازل کیا۔

(۲۶) الْمُنْعِمُ

مُنْعِمُ نعمت سے ہے۔ یہ اسم پاک قرآن شریف میں نہیں آیا مگر اَنْعَمْنَا، انعام اور نعمت آیا ہے۔ وہ اللہ منعم ہے (نعمتوں کا دینے والا) ہے کوئی مانے یا نہ مانے، کوئی سمجھے یا نہ سمجھے جیسے:

يٰۤاَيُّهَا اِسْرٰٓئِيْلُ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيْ الَّتِيْ اَنْعَمْتُ عَلٰیكُمْ

اے بنی اسرائیل میری اس نعمت کو یاد کرو جو میں نے تم کو دی۔
 وَإِنْ تَعْلَمُوا نِعْمَتَ اللَّهِ لَا تَحْصُوهَا
 اُر تم اللہ کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو گے تو سب کا شمار نہیں کر سکو گے۔
 اُسی کا کھا کر اُسی کے شکوے

ہمارا یہ حال ہے کہ اسی کا دیا کھا کر اسی کا شکوہ کرنے بیٹھ جاتے ہیں کہ
 اجی ہمدی تو کوئی ستا ہی نہیں۔ ایسے شکوے بھرے الفاظ زبان سے نکلتے ہیں
 کہ عقل حیران رہ جاتی ہے۔ اسی لئے فرمایا گیا إِنَّ الْإِنْسَانَ لِرَبِّهِ لَكَنُودٌ بے شک
 انسان اپنے رب کا ناشکرا ہے۔ وَقَدْ عَلِمْنَا أَنَّكَ لَشَهِيدٌ لِّرَبِّهِ اس کے اوپر خود گواہ
 ہے، وَقَدْ لِحَبِّ الْخَيْرِ لَشَهِيدٌ اور اس کے دل میں مِل کی بڑی محبت ہے۔ اور
 واقعی یہ حالت ہے کہ انسان کے کھا کھا کر دانت ٹوٹ جاتے ہیں لیکن زبان
 سے شکوے نہیں جاتے۔

بڑا اچھا کاروبار ہو تو پوچھیں کہ سائیں کاروبار کیسا ہے تو کہتا ہے جی بس
 گزارا ہو رہا ہے تو رب کریم کو کتنا غصہ آتا ہو گا کہ اس پر میرا اتنا فضل و کرم
 ہے اور اتنا عطا کیا گیا ہے مگر اس کی زبان اتنی چھوٹی ہو گئی کہ میری تعریف
 میں شکریہ کا ایک جملہ بھی زبان سے نہیں نکلا۔ اگر کسی نے پوچھا کہ جی
 سائیں کام کیسا ہے، تو وہ کہتا ہے کہ آج کل بڑا مندا ہے، کیا یہ نہیں کہہ سکتا
 تھا کہ میرے رب کا بڑا فضل و کرم ہے، میرے اللہ کا میرے اوپر بڑا انعام ہے
 بہت ہوتا اگر یہی الفاظ کہہ دیتا۔ یقین جانتے ہم بعض اوقات اپنی زبان سے
 ایسے الفاظ کہہ دیتے ہیں جو اس کے عذاب کو دعوت دینے والے ہوتے ہیں۔

بنی آدم پر اللہ تعالیٰ کے احسانات سے متعلق چند واقعات

آنکھ: میرے دوستو! اس دنیا میں لاکھوں آدمی ایسے ہیں جو آنکھ جیسی
 نعمت سے محروم ہیں۔ آپ خود اندازہ لگائیں کہ یہ آنکھ اللہ کی کتنی بڑی نعمت

ہے مثال کے طور پر کسی شخص کو اللہ نے بے مثال حسن عطا کیا ہو اور اس کی بیوی کا حسن اس بھی دو چند ہو اور اس کے ساتھ ساتھ دنیا بھر کی عیاشیوں کا سامان بھی دیا ہو لیکن صرف دو آنکھیں نہ ہوں تو اس کے لئے اس کا اپنا حسن بھی بیکار ہے نہ وہ اپنی بیوی کو دیکھ سکتا ہے نہ اپنے مل سے صحیح طور پر مزہ لے سکتا ہے تو اس سے پتہ چلا کہ یہ آنکھ اللہ کی کتنی بڑی نعمت ہے۔

پہلا واقعہ:

ایک شخص کے بارے میں پڑھا کہ اللہ نے اسے دونوں آنکھیں بھی دیں لیکن اس کے پردہ پر اس حال میں سکتہ کی پیدی ڈل دی کہ اس کی آنکھوں کے دونوں پردے کھلے ہوئے تھے جس سے دھول یا مٹی سیدھا اس کی آنکھوں میں چلی جاتی اس طرح یہ آنکھیں اس کے لئے وبال جان بن گئیں۔

دوسرا واقعہ:

اسی طرح ایک شخص کا واقعہ بندہ نے پڑھا جسے اللہ تعالیٰ نے دونوں آنکھوں کی نعمت سے نوازا تھا پھر ایک دن گھڑی میں جاتے ہوئے اس کا ایکسیڈنٹ ہو گیا جس کی وجہ سے آنکھ تو بچ گئی مگر ایک آنکھ کا پردہ کٹ گیا اس کی وجہ سے گرد وغیرہ سیدھی آنکھ میں پڑتی اور زرد قطار آنسو بہہ پڑتے اس وجہ سے یہی آنکھ اس کے لئے وبال جان بن گئی۔

تیسرا واقعہ:

اس طرح ایک شخص کے بارے میں سنا کہ اس کی دو آنکھوں کے اوپر کے پردوں کے تار ایک ایکسیڈنٹ میں کٹ گئے تھے جس کی وجہ سے وہ شخص دیکھتے وقت دونوں آنکھوں کے پردوں کو اٹھاتا پھر اسے دکھائی دیتا تھا۔ ایک اندھے نے ایک موقع پر کہا کہ اے اللہ مجھے ایک منٹ کے لئے ایک آنکھ دے دے تاکہ میں دیکھ سکوں کہ تو نے آسمان کیسا بنایا ہے؟

چوتھا واقعہ :

ایک اور شخص کو بندہ نے دیکھا کہ اس کی ایک آنکھ میں بھیگا پن تھا جس کی وجہ سے اسے خود لوگوں کے سامنے شرمندگی ہوتی تھی اور اس کا چہرہ بھی عیب دار لگتا تھا تو میرے عزیزو جس کو اللہ نے دونوں آنکھیں پردوں سمیت صحیح سلامت دی ہیں وہ اللہ کا شکر ادا کرے اگر ایک شخص ایک کروڑ روپیہ بھی دے تو بھی قدرتی آنکھ کو نہیں خرید سکتا۔

کان : میرے عزیزو دنیا میں لاکھوں انسان ایسے ہیں جو کان جیسی عظیم نعمت سے محروم ہیں ہم اس عظیم نعمت کا جتنا شکر ادا کریں وہ کم ہے بندہ نے ایک شخص کو دیکھا جس کے کان ہی نہیں تھے اب آپ خود سوچیں بے چارہ ایک تو سننے سے محروم دوسرا شکل بھی عیب دار ہو گئی اس میں اللہ کی کیا مصلحت ہے وہ تو اللہ ہی جانتے ہیں ہم تو اتنا جانتے ہیں کہ اگر اللہ نے ہمیں کان کی نعمت عطا کی ہے تو ہمیں چاہئے کہ ہم ہر وقت اللہ کا شکر ادا کریں۔

ناک : میرے دوستو! اللہ تعالیٰ نے ہمیں ناک جیسی نعمت عطا کی اور اس کو کس خوبصورتی سے چہرہ کے بیچ میں بنایا! دنیا میں بہت سے انسان اس نعمت سے محروم ہیں۔ بندہ نے ایک شخص کو دیکھا کہ اس کی ناک ہی نہیں۔ یہ اللہ جانتا ہے کہ پیدائشی وہ ایسا ہی تھا یا پھر کسی حادثہ میں اس کی ناک کٹ گئی بہر حال وہ بے چارہ اس عظیم نعمت کے نہ ہونے کی وجہ سے شرمندگی اور احساس کمتری کا شکار ہوتا ہوگا تو میرے عزیزو جس شخص کو بھی اللہ نے اس نعمت سے نوازا ہے اور اس کے چہرے کو ناک جیسی نعمت عطا کر کے چہرے کو بد نما ہونے سے بچایا ہے اسے چاہئے کہ وہ اس نعمت کا شکر ادا کرتا رہے۔

زبان ، ہونٹ : اللہ تعالیٰ نے ہمیں زبان اور ہونٹ جیسی نعمت سے نوازا ہے یہ زبان کتنی عظیم نعمت ہے اس کا اندازہ آپ کو اس واقعہ سے ہو جائے گا جو کہ بندہ نے نیچے لکھا ہے :

پہلا واقعہ :

ایک کروڑ پتی شخص کے پاس ایک اللہ والے کا جانا ہوا وہ کہنے لگا کہ میری زبان کا ذائقہ اللہ نے چھین لیا ہے اب میرے لئے حلوہ اور مٹی کھانا برابر ہو چکا ہے آپ اللہ والے ہیں میرے لئے دعا کیجئے کہ یہ عظیم نعمت مجھے واپس مل جائے۔

دوسرا واقعہ :

اسی طرح ایک اور اللہ والے سے ایک تاجر نے کہا کہ حضرت میرے لئے دعا کریں کہ میرا معدہ صحیح ہو جائے کیونکہ ڈاکٹروں نے مجھے وہ غذا جو چبا کر کھائی جاتی ہے اس کو کھانے سے منع کر رکھا ہے اس وجہ سے لیکویڈ (سیلہ مانع) غذا کے علاوہ کچھ نہیں کھا سکتا۔

تیسرا واقعہ :

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس اللہ سرہ نے مواعظ میں لکھا ہی کہ لکھنؤ میں ایک نواب تھے۔ ان کی بڑی زمینیں جائیدادیں نوکر چاکر وغیرہ سب کچھ تھا۔ ایک مرتبہ میری ان سے ملاقات ہوئی تو ان نواب صاحب نے خود مجھے بتایا کہ ”میں اپنے بارے میں آپ کو کیا بتاؤں کہ میرے پاس یہ ساری دولتیں ہیں جو آپ دیکھ رہے ہیں لیکن مجھے ایک ایسی بیماری لاحق ہو گئی ہے کہ اس کی وجہ سے کوئی چیز نہیں کھا سکتا۔ اور میرے معالج نے میرے لئے صرف ایک غذا تجویز کی ہے وہ یہ کہ گوشت کا قیمہ بنو اور اس قیمہ کو ایک کپڑے میں باندھ کر اس کا رس نکالو اور چمچے کے ذریعہ

پڑھو۔

اب دیکھئے دسترخوان پر دنیا بھر کے انواع و اقسام کے کھانے چنے ہوئے ہیں ہر قسم کی نعمتیں حاصل ہیں لیکن صاحب بہادر نہیں کھا سکتے اس

لئے کہ بیمار ہیں، ڈاکٹر نے منع کر دیا ہے۔ بتو وہ دولت کس کام کی جس کو انسان اپنی مرضی سے استعمال نہ کر سکے اسکا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس نعمت میں برکت نہیں ڈالی..... اس کا نتیجہ یہ ہے کہ وہ نعمت بیکار ہو گئی..... ایک دوسرا آدمی ہے جو محنت مزدوری کرتا ہے..... ساگ روٹی کھاتا ہے..... اور وہ کھاتا اس کے جسم کو جا کر لگتا ہے۔ اب بتائیے یہ مزدور بہتر ہے یا وہ نواب بہتر ہے؟ حالانکہ کتنی اس کی زیادہ ہے اور اس مزدور کی کتنی کم ہے لیکن راحت اس مزدور کو نصیب ہے اور اس نواب کو میسر نہیں اسکا نام ہے برکت۔ (مواعظ اشرفیہ صفحہ ۷۲)

چوتھا واقعہ :

اسی طرح ایک شخص کے پاس سو بھینسیں تھیں بہت بڑا اس کا بازو تھا ایک جماعت اس کے پاس گئی تو اس نے دعا کے لئے درخواست کی اور کہا اتنی بھینسوں کے باوجود میں نہ خود ان کا دودھ پی سکتا ہوں نہ کھن کھا سکتا ہوں ڈاکٹر نے چکنائی سے منع کر رکھا ہے ان واقعات کو لکھنے کا مقصد یہ ہے کہ ہمیں احساس ہو جائے کہ یہ زبان اللہ کی بہت بڑی نعمت ہے اس کا جتنا شکر ادا کیا جائے کم ہے اور اس کی حفاظت کا اللہ نے ایسا انتظام کیا ہے کہ ۳۲ چھریوں کے درمیان چلنے کے باوجود یہ زخمی نہیں ہوتی الا ماشاء اللہ۔

پانچواں واقعہ :

میرے دوستو زبان کے ساتھ ساتھ ان ہونٹوں کا ہونا یہ بھی اللہ کی بہت بڑی نعمت ہے۔ بندہ نے ایک شخص کو دیکھا کہ اس کے دونوں ہونٹ ہی نہیں تھے اس وجہ سے سارے دانت نظر آرہے تھے اور اس کا چہرہ بد نما لگ رہا تھا۔ قربان جایی اللہ پر کہ وہ کتنا عظیم ہے کہ وہ نافرمانوں کو ان کی نافرمانی کے باوجود آنکھیں بھی دیتا ہے کان بھی دیتا ہے زبان اور ہونٹ کی نعمت سے بھی نوازتا ہے باوجود ان کی دن رات کی سرکشی کے۔

چھٹا واقعہ :

میرے دوستو! یہ زبان اللہ کا کتنا عظیم شاہکار ہے اس کا اندازہ حقیقتاً ہم کر نہیں سکتے ایک گوشت کے لو تھڑے کا مختلف آواز نکالنا یہ تو معجزے سے کم نہیں ہے۔ زبان کا ہونا خود ایک نعمت ہے اور اس میں سے آواز کا نکالنا یہ ایک الگ نعمت ہے دنیا میں لاکھوں آدمی اس عظیم نعمت سے محروم ہیں۔ بندہ نے خود کتنے آدمیوں کو دیکھا کہ وہ بولنے جیسی نعمت سے محروم تھے اپنے من کی بات کسی سے کر نہیں سکتے تھے نہ اپنی خواہشات کا اظہار کر سکتے ہیں جس کی وجہ سے احساس کمتری کا شکار ہوتے ہیں۔

ہاتھ : میرے دوستو یہ ہاتھ اللہ تعالیٰ کی کتنی بڑی نعمت ہے اس کا صحیح اندازہ تو اسی شخص کو ہو سکتا ہے جو کہ اس نعمت سے محروم ہو اللہ نے جن لوگوں کو یہ عظیم نعمت دے کر احساس کمتری سے اور ہر پریشانی سے بچایا ہے وہ اس رحیم کریم متان مالک کا شکر ادا کرے بقول ایک اللہ والے کے کہ کبھی ہم نے اسکے شکر میں دو نفل شکرانہ کے پڑھیں بھی ہیں کہ نہیں! لام غزلی نے لکھا ہے کہ ایک شخص کو ایک اللہ والے نے دیکھا اس کے نہ ہاتھ تھے نہ پیر تھے نہ آنکھیں تھیں وہ اس حال میں اللہ کا شکر ادا کر رہا تھا اس اللہ والے نے پوچھا تو اس نے کہا کہ میرے رب نے میرے قلب میں اپنی وحدانیت کا یقین بڑھا دیا ہے اس سے بڑھ کر کیا نعمت ہوگی۔ اس واقعہ سے دو نعتیں معلوم ہوتی ہیں۔

(۱) اللہ کا ایک ماننا۔ گویا کہ اس شخص کو اللہ نے اپنے آپ کو پہچاننے کی توفیق دی، یہ اللہ کی بہت بڑی نعمت ہے۔

(۲) دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ اگر کسی شخص کے پاس نہ ہاتھ ہو نہ پیر ہو اسے بھی اللہ کا شکر ادا کرنا چاہئے۔

اس واقعہ سے ملتا جلتا ایک اور واقعہ بندہ نے پڑھا تو اس میں لکھا تھا کہ

اس شخص نے کہا جو غذا میں کھاتا تو اللہ تعالیٰ نے مجھے اس بات کی توفیق دی کہ اس کو خدج کر سکوں یہ اللہ کا مجھ پر احسان نہیں تو اور کیا ہے؟
پیر : میرے دوستو! پیروں کا صحیح سلامت ہونا یہ بہت بڑی نعمت ہے۔ اس کی وجہ سے بندہ دوسروں کا محتاج نہیں رہتا اور یہ نعمت نہ ہو تو محتاجی الگ احساس کمتری الگ اور پریشانی الگ ہوتی ہے۔

پہلا واقعہ :

شیخ سعدیؒ نے لکھا ہے کہ ایک موقع پر میں مسجد میں نماز کے لئے جا رہا تھا اور غربت کی وجہ سے میرے پیر میں جوتے نہیں تھے اس وجہ سے میرے دل میں آیا کہ تجھے اللہ نے اتنا علم دیا اور اتنی عزت دی مگر تیرے پاس جوتے نہیں ہیں یہ دوسرے میرے دل میں آیا تو جب میں مسجد کے قریب پہنچا تو میں نے ایک فقیر کو دیکھا کہ اس کے پاس پیر بھی نہیں تھے اور جوتے بھی نہیں تھے تو اس وقت میں نے بے اختیار اللہ کا شکر ادا کیا ہے کہ اے اللہ آپ کا احسان ہے کہ آپ نے مجھے پیر جیسی نعمت سے نوازا۔

دوسرا واقعہ :

بندہ نے نیا چورنگی کے پاس ایک خوبصورت سے نوجوان کو دیکھا کہ اس کا چہرہ چاند کی طرح چمک رہا تھا مگر جب بندہ نے غور سے دیکھا تو پتہ چلا کہ اس کا ایک پیر نقلی تھا۔ لہذا جس کو بھی اللہ نے پیر جیسی عظیم نعمت سے نوازا ہے اسے چاہئے کہ وہ کثرت سے اللہ کا شکر ادا کرے۔

محلہ : میرے دوستو معذہ کا صحیح ہونا بھی اللہ کی بہت بڑی نعمت ہے اگر اللہ ہمارے پیٹ کو جام کر دے تو ہماری چیخوں سے سارا محلہ پریشان ہو جائے گا اور اگر اللہ اس پیٹ کو جاری کر دے تو آدمی سارا دن بیت الخلا میں بیٹھا رہے گا۔

خلاصہ کلام:

میرے عزیزو! اللہ تعالیٰ اس انسان سے بے انتہا محبت فرماتے ہیں، ہمارا اللہ ایسا رحیم ہے ایسا کریم ہے جس کی نظیر دنیا میں ملنا ناممکن ہے۔ وہ اللہ جو بادشاہوں کا بادشاہ ہے جس کی حکومت زمین و آسمان کے ذرہ ذرہ میں ہے وہ اللہ ایسا منعم ہے کہ اس کی نعمتوں

کو انسان، جنات، چرند و پرند اگر شمار کرنا چاہیں تو کر نہیں سکتیں۔ اس اللہ کے احسانات صرف مسلمانوں پر ہی نہیں ہیں بلکہ جو لوگ اللہ کو نہیں مانتے تو ہمارے اللہ نے ان کی بے زنی کے باوجود ان کو بھی نعمتوں سے نوازا، ان کو بھی دو ہاتھ دو پیر دو آنکھیں دو کان عطا کئے۔ میرے عزیزو اللہ کی نعمتوں کا مراقبہ کرنا یہ حصول محبت الہی کا ایک بہت بڑا سبب ہے۔ چنانچہ جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اس کا دل محبت الہی سے لبریز ہو جائے اسے چاہئے کہ وہ تنہائیوں میں بیٹھ کر اللہ تعالیٰ کے احسانات کا مراقبہ کرے۔

(۲۷) القریب

القریب کے معنی قربت کے ہیں دوسرے اسماء کی طرح یہ اسم اللہ کی بندے سے محبت پر دلالت کرتا ہے کیونکہ قربت اس کو دی جاتی ہے جس سے محبت ہوتی ہے اللہ تعالیٰ کو بندے سے محبت ہے اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے کلام اللہ میں بندے سے اپنی قربت کا تذکرہ کیا چنانچہ ایک مقام پر ارشاد فرمایا:

نَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ

میرے بندے ہم تو تیری شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں۔

ایک اور جگہ ارشاد ہے:

وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَمَا كُنْتُمْ

وہ تو تمہارے ساتھ ہے (بھلے) تم جہاں کہیں بھی ہوتے ہو۔

ایک اور جگہ ارشاد ہے:

وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ

اے میرے حبیب جب میرے بندے میرے بارے میں پوچھیں تو
آپ فرمادیجئے کہ میں تمہارے قریب ہوں۔ (سورہ بقرہ)

تفسیر خازن میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بیان کیا گیا ہے کہ مدینہ
کے یہودیوں نے یہ سوال کیا تھا کہ خدا تو عرش پر ہے اور عرش و فرش کے
درمیان اتنے آسمانوں کا بعد ہے، پھر خدا ہماری کیونکر سنتا ہے تب ان کو اللہ
عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی۔

بعض روایات میں ہے کہ صحابہ میں سے بعض نے یہ سوال کیا تھا کہ کیا
ہمارے رب ہم سے قریب ہے تاکہ آہستہ آہستہ اس سے مناجات کیا کریں یا ہمارا
رب ہم سے بعید ہے کہ ہم اُسے زور زور سے پکارا کریں تب یہ وحی نازل
ہوئی۔

مذکورہ اسم کی مزید تفصیل قرب الہی کے باب میں آگے آرہی ہے۔

(۲۸) الْمَانِعُ

یہ اسم قرآن میں نہیں ہے البتہ احادیث میں بکثرت استعمال ہوا ہے
منع کے معنی حمایت کے آتے ہیں۔ دوسرے اسلام کی طرح یہ اسم بھی اللہ کی
بندے سے محبت پر دلالت کرتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ اپنے دوستوں کی اور محبوبوں
کی حمایت کرتا ہے اور ہل باطل کے ہاتھوں سے بچا کر ہل حق کو سر فروز کرتا
ہے۔

(۲۹) الْجَوَادِ

اس کے معنی سخاوت کے ہیں اور واضح رہے کہ یہ اسم بھی دوسرے اسماء
کی طرح اللہ کی بندوں سے محبت پر دلالت کرتا ہے اللہ تعالیٰ ایسے نخی ہیں کہ
صرف فرماں برداروں پر سخاوت نہیں فرماتے بلکہ اللہ تعالیٰ ایسے نخی ہیں جس

فرعون نے خدائی کا دعویٰ کیا اور اَقْدَارِکُمْ اَلْاَعْلٰیٰ کہا (ترجمہ) میں سب سے بڑا رب ہوں۔ اللہ نے اس کو بھی دو ہاتھ دئے دو پیر دئے دو آنکھیں دو کان اور سارے جسم کو ظاہری طور پر صحیح و سالم پیدا کیا میرے اللہ کی صفت جو لو کے بھی کیا کہنے قربان جائیے اس اللہ پر جس نے قارون کو بھی اعضائے جسمانی کی تمام نعمتوں سے نوازا حالانکہ اس نے ایک نبی پر زنا کی تہمت لگائی تھی۔ اسی طرح نمرود کو بھی تمام نعمتوں سے نوازا تھا جس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈلوایا تھا۔

اسی طرح ابولہب، ابو جہل، عتبہ، شیبہ وغیرہ یہ ایسے ملعون ہیں جنہوں نے سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو بے انتہا تکالیف پہنچائیں اس کے بارے میں آپ نے فرمایا کہ مجھے تمام نبیوں میں سب سے زیادہ تکلیفیں دی گئی ہیں۔ اپنے سب سے زیادہ پیارے حبیب کے دشمنوں کو بھی تمام جسمانی نعمتوں سے نوازا، اس سے بڑھ کر اور سخاوت کی کیا دلیل ہو سکتی ہے۔

باب دوم

اقوال محبت و معرفت و قربت

اقوالِ محبت و معرفت و قربت

لفظ محبت کا لغوی معنی و مفہوم

محبت اور عشق یہ دو ایسے کلمے ہیں جن کا تعلق قال سے زیادہ حال اور کیفیت کے ساتھ ہے یہی وجہ ہے کہ صوفیاء نے محبت کو مختلف طریقوں سے بیان کیا اسی وجہ سے بقدر کیفیت تعریف محبت میں اختلاف پایا جاتا ہے۔

دلیل العارفین میں لکھا ہے کہ محبت ایک ایسا عالم ہے کہ لاکھوں علماء نے اس کو سمجھنے کی خواہش کی لیکن اسکی کامل حقیقت کو سمجھ نہ سکے کیونکہ محبت کا حاصل ہونا علم اور کتاب اقوال و الفاظ کے بجائے ذوق اور وجدان سے ہوتا ہے۔

خواجہ یحییٰ معاذؒ کا قول ہے کہ المحبة لا يعبر عنها مقالة محبت ایک کیفیت کا نام ہے جس کی تعبیر الفاظ سے نہیں کی جاسکتی البتہ محبت اور عشق کے احوال پر اس کے ماخذ کے ذریعہ روشنی ڈالی جاسکتی ہے۔ قرآن کریم اور احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں لفظ محبت مختلف ماذوں میں استعمال ہوا ہے۔

بندہ نے یہاں پر اہل تصوف اور اہل لغت کے ہاں مراد لئے جانے والے چند اہم ترین مفہیم کو زیر بحث لا کے تصور محبت پر روشنی ڈالنے کی کوشش کی ہے جو کہ قارئین کے سامنے ہے۔

لفظ محبت کا پہلا مفہوم

محبت کا پہلا مفہوم یہ بیان کیا جاتا ہے کہ اس کا مادہ حب سے ہے اور حب اس مٹکے کو بھی کہتے ہیں جو لبالب پانی سے بھرا ہوا ہو اگر اس مٹکے میں مزید پانی ڈالنے کی کوشش کی جائے تو اس میں بھرا ہوا پانی مزید پانی کو مٹکے میں نہیں آنے دیتا بلکہ منہ سے باہر ہی گر لیتا ہے جب مٹکے کی اس کیفیت کو حب کہتے

ہیں تو اس معنی کی مناسبت سے اب محبت کا مفہوم یہ ہوگا۔۔۔ کہ
دل کا مٹکا یا برتن کسی کی یاد سے یوں بھر جائے کہ اس میں مزید کسی اور
کی یاد کی گنجائش نہ رہے اور کوشش کے باوجود بھی کسی کا خیال دل میں جگہ نہ
پکڑ سکے اور دل کا ہر گوشہ محبت کے پانی سے یوں پُر ہو کہ اسے مزید کسی چیز کی
حاجت نہ رہے بس ہر وقت اپنے محبوب کے قرب و وصال کی تڑپ اسے بے
چین رکھے۔

اسی مفہوم سے ملتا جلتا ایک مفہوم خواجہ سید علی ہجویریؒ نے اپنی شہرہ
آفاق کتاب کشف المحجوب میں بیان کیا ہے آپ ایک مثال کے ذریعہ وضاحت
کرتے ہوئے یوں بیان فرماتے ہیں:

لفظ حُب (محبت) حُصًی سے ماخوذ ہے جس کا معنی ایسا گھڑا ہے جس میں
پانی بہت ہو۔ پانی نظر کی راہ میں حائل ہو اور آنکھ اس میں دیکھ نہ سکتی ہو۔ اسی
طرح جب محبت دل میں جاگزیں ہو کر دل کو لبریز کر دیتی ہے تو اس میں بجز
محبوب کسی چیز کے لئے جگہ نہیں رہتی۔ (کشف المحجوب)
اور اسی مضمون سے متعلق شبلیؒ فرماتے ہیں کہ محبت کو محبت اس لئے
کہتے ہیں کہ وہ دل سے محبوب کے سوا ہر چیز کو مٹا دیتی ہے۔ (رسالہ تشریہ)
لفظ محبت کا دوسرا مفہوم

محبت کا دوسرا مفہوم الحُب و العَبَّة (بفتح حاء) سے ماخوذ ہے عربی زبان
میں حبة یا حب گندم جو خوشبودار پودوں اور پھلوں کے بیج کو کہتے ہیں۔
(کشف المحجوب)

قرآن مجید کی متعدد آیات اس معنی کی تصدیق کرتی ہیں۔
ارشاد باری ہے:

إِنَّ اللَّهَ فَالِقُ الْحَبِّ وَالنَّوَى (الانعام۔ ۹۴)

بے شک خدا ہی دانے اور گٹھلی کو پھاڑ کر (اس سے ایک تن آور)

درخت بناتا ہے۔

لفظ محبت کا مادہ اشتقاق اگر حَبَّۃً یا حَبَّۃً ملا جائے تو حَبَّۃً کے اس لغوی مفہوم کے اعتبار سے محبت انسانی سیرت و کردار کے پورے درخت کی اصل قرار پاتی ہے جس طرح بیج پودے کا نچوڑ، مغز اور ماحصل ہوتا ہے اسی طرح محبت کو بھی اسی لئے محبت کہتے ہیں کہ وہ بھی پوری حیاتِ انسانی میں سب سے موثر شے ہے۔ انسانی زندگی کے ساتھ محبت کا ایسا گہرا تعلق ہے کہ انسان کے ہر عمل اور اس کی سیرت و کردار کے ہر گوشے میں محبت کا جذبہ کار فرما ہوتا ہے۔ انسانی سیرت و کردار کا پودا جو بعد میں تنورِ درخت بن کر مخلوقِ خدا کو اپنی فیض رسانی کے پھل فراہم کرتا ہے از ابتدا تا انتہا اسی محبت سے تشکیل پا رہا ہوتا ہے۔ حیاتِ انسانی میں اس کے شجرِ کردار حسن سیرت کے شیریں پھل لگیں یا مروّت و احسان کے خوشنما پتے، اخوت و بھائی چارے کی پُر بہار شاخیں ہوں یا تقویٰ و پرہیزگاری کے پُر مہک پھول سب میں محبت کے بیج کی اثر آفرینی اور دلربائی ہوتی ہے۔

انسانی جسم میں محبت کا یہ بیج دل کی زمین پر پھوٹتا ہے اور حدیثِ صحیح کے مطابق دل چونکہ پورے جسم کا مرکز ہے اس لئے اس مرکز میں پلنے والا محبت کا ہر پودا پورے انسانی احساسات و جذبات پر فوقیت رکھتا ہے اور انسانی سیرت و کردار کے سارے درخت میں لول سے آخر تک اس کا رنگ نمایاں طور پر نظر آتا ہے۔

محبت کا معنی بیان کرتے ہوئے امام ابوالقاسم القشیریؒ جو متقدمین متوفین میں سے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں:

یہ لفظ (محبت) حَبَّۃً سے ماخوذ ہے جس کے معنی جنگلی بیج کے ہیں چنانچہ جس طرح بیج نباتات کا مغز ہے اسی طرح محبت بھی زندگی کا مغز ہے اس لئے اس کا نام حب رکھا گیا ہے۔ (رسالہ قشیریہ ۵۷۰)

لفظ محبت کا تیسرا مفہوم

محبت کا یہ مفہوم مذکورہ بالا دونوں مفہیم سے منفرد اور عجیب تر ہے، یہ بمعنی استقلال یعنی ڈٹے رہنا، جے رہنا۔ عربی محاورہ میں کہا جاتا ہے احب البعیر یعنی اونٹ کا بیمار ہو کر ایک جگہ پڑے رہنا۔ اونٹ جس طرح کسی جگہ اتنا جم کر بیٹھ جائے کہ سو بار اٹھانے سے بھی نہ اٹھے بلکہ بدستور اسی جگہ ڈٹا رہے تو عربی محاورے میں اس کی اس حالت کو احب البعیر کہا جاتا ہے۔ اس محاورہ پر اونٹ کی ایک محبت بھری لڑائی آئی جو قارئین کے سامنے پیش خدمت ہے۔

کہا جاتا ہے کہ جب اونٹ محبت میں مست ہو جاتا ہے تو چالیس دن تک وہ گھاس وغیرہ کچھ نہیں کھاتا اس پر پہلے سے دو گنا بوجھ لاد دیا جائے تو وہ اسے اٹھا لیتا ہے کیونکہ اس کا دل فراق محبوب میں تڑپتا اور مچلتا رہتا ہے۔

لفظ محبت کا تیسرا مفہوم جے رہنا اور ڈٹے رہنا ہے اس مناسبت سے اس پر ایک واقعہ آیا۔ حکیم الامت حضرت مولانا شاہ اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ ایک شخص نے ۷۰ سال تک اللہ کی عبادت کی لیکن اوپر سے یہی جواب ملتا کہ تمہاری کوئی عبادت قبول نہیں ایک دن ایک نوجوان نے سن لیا کہ اس عابد کو ہمیشہ یہی جواب ملتا ہے کہ تمہاری کوئی عبادت قبول نہیں چنانچہ یہ نوجوان اس عابد کے پاس گیا اور اس سے کہا جب تمہاری کوئی عبادت قبول نہیں تو پھر تم عبادت کیوں کرتے ہو۔ اس عابد نے کہا ارے اللہ کے بندے اس کے در کے علاوہ اور کون سا در ہے بھلا بتا تو سہی! چنانچہ وہ نوجوان سمجھ گیا کہ عابد جو کر رہا ہے وہی صحیح ہے۔

لفظ محبت کا چوتھا مفہوم

مذکورہ بالا دوسرے معنی کی بناء پر حُبّ و حَبَّة کی جمع حب کا معنی دانٹوں کی برابر قطار کا کیا جاتا ہے اور حَبُّ الْاِنْسَان کا محاورہ استعمال ہوتا ہے جس کا معنی دانٹوں کی ہمواری اور موزونیت ہے۔ اسی طرح شکل و صورت میں مشابہت کی

بنا پرپانی کے بلبلوں کو بھی حَبُّ الْمَاء کہا جاتا ہے۔ (انجید۔ مفردات لام راغب)
 اور پانی پر بلبلے چونکہ تیز بارش یا آبشار کا پانی گرتے وقت جوش سے بنتے
 ہیں یا پھر پانی کو آگ پر رکھا جائے تو تپش کی شدت سے بھی بلبلے بنتے ہیں اس
 لئے محبت کو بھی حَبُّ الْمَاء سے مشتق سمجھا جاتا ہے کیونکہ محبت بھی محبوب
 کے فراق میں تڑپنے اور مضطرب رہنے کو کہتے ہیں اور جس طرح پانی پر اٹھنے
 والے بلبلے پانی کے جوش کو ظاہر کرتے ہیں اسی طرح جب کوئی دل کسی طرف
 جھکے اور میٹان پیدا کرے اور اس کو ملنے اور دیکھنے کی رغبت اور شوق شدت
 اختیار کرے اور بالآخر جب یہ اشتیاق جوش مارنے لگے تو دل کے اس جوش کی
 کیفیت کو محبت کا نام دیا جاتا ہے۔ چنانچہ آگ کے بھڑکنے کو بھی عربی میں
 حَبْنَةُ النَّار کہا جاتا ہے۔ اس لئے جب کسی کے دل میں محبوب کے جبر و فراق
 اور جدائی کے الاؤ دہک رہے ہوں تو اس حالت کو بھی محبت کہا جاتا ہے۔

شاید اسی کا نام محبت ہے اے ساقی

اک آگ سی ہے سینے کے اندر لگی ہوئی

اس معنی سے صاف ہو گیا کہ محبت خالصتا دل کی کیفیت ہے۔ اس لئے
 کہ اگر محبوب کو دیکھنے، اس سے ملنے اور اس کی قربت حاصل کرنے کے لئے
 دل میں اشتیاق پیدا نہ ہو اور جذبات پر جوش نہ ہوں تو اس کیفیت کو جو چاہیں
 کہہ لیں محبت نہیں کہا جاسکتا۔

محبت کے اس معنی کی تصدیق حضرت خواجہ سید علی ہجویریؒ نے اپنی شہرہ
 آفاق کتاب کشف المحجوب میں فرمائی ہے۔ آپ فرماتے ہیں، بعض لوگ کہتے
 ہیں محبت مشتق ہے حب الماء (پانی کا بلبلہ) سے جو کہ شدید بارش کی شدت
 میں نمودار ہوتا ہے۔ محبت کا نام حب کر دیا کیونکہ وہ دل کا جوش ہوتا ہے
 دوست کے اشتیاق میں۔ (کشف المحجوب)

اسی طرح لام ابوالقاسم نے اپنی شہرہ آفاق کتاب رسالہ قشیریہ میں فرمایا:

بعض محققین کے نزدیک سخت بارش کے وقت جو بلبلے اٹھتے ہیں انہیں حباب الماء کہا جاتا ہے۔ اسی بناء پر محبوب کی ملاقات کے جوش میں تڑپنے کا نام محبت ہے۔
(رسالہ قشیریہ صفحہ ۵۷۰)

لفظ محبت کا پانچوں مفہوم

ابوالقاسم قشیریؒ نے لکھا ہے کہ :

حُب سے مراد وہ چار لکڑیاں کی جاتی ہیں جن پر منکا رکھا جاتا ہے اور وہ لکڑیاں ہر حالت میں اس منکے کے بوجھ کو برداشت کرتی ہیں اور حُب بھی محبوب کی طرف سے ہر عزت و ذلت کو برداشت کرتا ہے۔ (رسالہ قشیریہ ص ۵۷۰)
حُب دراصل وہ چار چوبہ ہے جس پر پانی کا برتن رکھا جاتا ہے۔ محبت حق کو حُب اس لئے کہتے ہیں کہ جو کچھ من اللہ ہو یعنی عزت، راحت، تکلیف اور مضیبت وغیرہ کو اللہ کے لئے برداشت کرنا اور محبت کو یہ چیزیں گراں نہیں گزرتیں کیونکہ محبت محبوب کی طرف سے آنے والی تکالیف کو محبوب کا انعام سمجھ کر خوشی خوشی برداشت کرتا ہے کہ اس بہانے میرے محبوب نے مجھے یہ تو کیا۔

خلاصہ کلام یہ ہوا کہ لفظ محبت کے بہت سے معانی و مفہام ہیں جن کو علماء لغت و ادب اور صوفیاء کرام نے بیان فرمایا ہے لیکن ہم نے اختصار کو ملحوظ رکھتے ہوئے مندرجہ بالا صرف پانچ معانی کو ہی محبت کا مفہوم سمجھانے کے لئے کافی سمجھا۔

تعریف محبت پر صوفیاء کے اقوال

گذشتہ اوراق میں قدیمین لفظ محبت کے لغوی معنی و مفہوم کو سمجھ ہی چکے ہوں گے۔ اب ذیل میں محبت کی چند ایسی تعریفات پیش خدمت ہیں جو لغوی بحث سے ہٹ کر مشائخ و صوفیاء کے اقوال ہیں۔

(۱) حضرت سید علی ہجویریؒ نے فرمایا:

کہ تعریف محبت سے متعلق مشائخ کرام کے بیان کردہ رموز اتنے ہیں کہ ان کو احاطہ تحریر میں لانا ناممکن ہے۔
تاہم چند نامور صوفیاء اور مشائخ کے اقوال قارئین کے سامنے پیش خدمت ہیں:

(۲) لام غرملیؒ نے فرمایا:

کسی پسندیدہ چیز کی طرف میلان طبع کا نام محبت ہے اگر اس میں شدت پیدا ہو جائے تو اسے عشق کہتے ہیں۔
(احیاء العلوم جلد ۴)

(۳) ایک اور بزرگ فرماتے ہیں:

محبت کو کسی تعریف میں محدود نہیں کیا جاسکتا جو اس کی وضاحت کر سکے، بلکہ اس کی تعریفات اس میں مزید خفا اور پوشیدگی کا سبب بنتی ہیں۔ کیونکہ تعریفات تو علوم کی کی جاتی ہیں۔ اور جبکہ محبت علم نہیں بلکہ ایک وجدانی کیفیت ہے جو محبت کے قلوب پر طاری ہوتی ہے اس کیفیت سے گزر کر ہی اس کی حقیقت کو سمجھا جاسکتا ہے۔ محبت کے بارے میں جو کچھ بیان کیا جاتا ہے یہ تو سب اس کے آثار، ثمرات اور اسباب ہیں۔

(۴) حضرت محی الدین ابن عربیؒ فرماتے ہیں:

محبت کی تعریف میں لوگوں کا اختلاف ہے۔ مجھے معلوم نہیں کہ کسی نے اس کی حقیقی تعریف کی ہو بلکہ اس کا تو تصور ہی نہیں کیا جاسکتا۔ اکثر لوگوں نے اس کی تعریف، اسکے نتائج، آثار اور لوازم سے کی ہے۔

(۵) ابوالعباس منہاجیؒ سے مروی ہے:

آپ سے جب محبت کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا:

غیرت محبت کی صفات میں سے ہے اور غیرت، ستر (چھپانے) کا تقاضا کرتی ہے، اس لئے محبت کی تعریف نہیں کی جاسکتی۔

(۶) ابنِ دبلغ ”فرماتے ہیں:

محبت کی حقیقی تعریف وہی کر سکتا ہے جس نے اس کا مزہ چکھا ہو اور جس نے اس کا مزہ چکھ لیا اس کو اپنی خبر نہیں رہتی۔ اس لئے کیسے ممکن ہے کہ اس کی تعریف بیان کی جاسکے۔ یہ اسی طرح ہے کہ نشے میں مدہوش انسان سے نشے کی حقیقت کے بارے میں پوچھا جائے تو عقل پر نشے کے غالب آنے کی وجہ سے اس حالت میں اس کی تعریف نہیں کر سکتا۔ ان دونوں نشوں میں فرق یہ ہے کہ شراب کا نشہ عارضی ہوتا ہے اور اس کا زائل ہونا ممکن ہوتا ہے اور نشہ کافور ہونے پر انسان اس کی حقیقت کو بیان کر سکتا ہے مگر اس کے مقابلے میں محبت کا نشہ دائمی ہوتا ہے۔ جس نے بھی اس نشہ کو چکھ لیا، اس کا دوبارہ ہوش میں آنا ممکن نہیں۔ اس لئے وہ اس کی حقیقت کے بارے میں کیسے خبر دے سکتا ہے، جیسا کہ کسی شاعر نے کیا خوب فرمایا ہے۔

بصحو من الخمر شاربوها

والعشق سکر علی الدوام

شراب پینے والے تو ہوش میں آجاتے ہیں اور عشق دائمی نشے کا نام ہے۔

اسی وجہ سے جب حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ سے محبت کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا:

آنکھوں سے آنسوؤں کی بارش اور شوق و دیوانگی میں دل دھڑکنا محبت کہلاتا ہے۔ پھر آپ نے محبت کے کچھ آثار بھی بیان فرمائے۔

(۷) تعریف محبت پر جنید بغدادی ”کا قول:

ابو بکر کتلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یام حج کے دوران مکہ مکرمہ میں محبت کا مسئلہ چل نکلا، بڑے بزرگوں نے اس کے بارے میں گفتگو فرمائی۔

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ عمر میں سب سے چھوٹے تھے۔ ان بزرگوں نے آپ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ اب تمہاری باری ہے، بتاؤ کیا بولتے ہو؟ آپ نے اپنے سر کو جھکایا تو آپ کی آنکھوں میں آنسو رواں ہو گئے۔ آپ نے فرمایا محبت وہ بندہ ہے جو اپنی ذات سے غافل ہو۔ ہمیشہ اپنے رب کے ذکر میں مشغول رہے۔ اس کے حقوق ادا کرے، اپنے دل کی نگاہ سے اس کا مشاہدہ کرے، اس کی ہیبت کے انوار نے اس کے دل کو جلادیا ہو۔ اس نے اللہ کی محبت کا جام طہور پیا ہو، اللہ تعالیٰ نے غیب کے پردے اس پر منکشف کر دیئے ہوں۔ اگر وہ گفتگو کرے تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ، بولے تو اللہ سے، اگر حرکت کرے تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے، اگر ساکن ہو تو اللہ کے ساتھ یعنی اسے باللہ، اللہ اور مع اللہ کی کیفیت حاصل ہو۔ تمام بزرگ آپ کی گفتگو سن کر رونے لگے کہ اے تاج العارفین اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے کہ اس سے بڑھ کر محبت کی تعریف نہیں کی جاسکتی۔

(۸) قاضی ثناء اللہ کا قول:

قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ محبت کی تعریف بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

محبت دراصل محبت کرنے والے کے دل کا محبوب کے ساتھ اس حد تک مشغول ہو جاتا ہے جو اسے اس محبوب کے سوا دوسروں کی طرف توجہ کرنے سے باز رکھے اور اسے محبوب کی طرف ہمیشہ توجہ اور التفات رکھنے کے سوا کوئی چارہ کار نہ ہو۔ صوفیہ کے اس قول کا بھی یہی مطلب ہے کہ ”عشق وہ آگ ہے جو محبوب کے سوا ہر چیز کو فنا کر دیتی ہے۔“ یعنی اس کی توجہ غیر محبوب سے اس طرح منقطع کر دیتی ہے گویا نسیا منسیا ہو جاتا ہے اور یوں لگتا ہے کہ محبوب کے سوا کسی کا وجود ہی باقی نہ رہا، یہاں تک کہ خود محبت کا اپنا وجود اس کی آنکھوں سے اوجھل ہو جاتا ہے، گویا محبوب کے سوا باقی سب کچھ اوجھل ہو جاتا ہے۔

محبت کی یہ تعریف اہل دل کے قلبی جذبات کی صحیح ترجمانی کرتی ہے۔

(۹) ایک صوفی کا قول ہے:

کہ مشتاق دل کے ساتھ دائمی میلان کا نام محبت ہے۔

(۱۰) نیز کہا گیا ہے:

کہ محبوب کی خاطر تمام مال و دولت کو قربان کر دینا محبت ہے۔

(۱۱) محبوب کی موجودگی اور عدم موجودگی میں محبوب کی موافقت کرنا محبت ہے۔

(۱۲) عاشق کا مع اپنی تمام صفات کے مٹ جانا اور محبوب کو اس کی ذات کے

ساتھ ثابت کرنا محبت ہے۔ (رسالہ قشیرہ صفحہ ۵۷۱)

(۱۳) دل کا اللہ تعالیٰ کی مراد کے موافق ہونا محبت ہے۔

(۱۴) اس بات سے ڈرتے رہنا کہ کہیں احترام میں کمی نہ ہو محبت کہلاتا ہے۔

(۱۵) بوینید بسطائیؒ فرماتے ہیں کہ اپنی کثیر چیز کو قلیل سمجھنا اور محبوب کی

قلیل چیز کو کثیر سمجھنا محبت ہے۔

(۱۶) سہلؒ فرماتے ہیں محبت یہ ہے کہ تو اطاعت گزاری پر قائم رہے اور

(محبوب کی) مخالفت سے دور رہے۔

(۱۷) حضرت جنیدؒ

محبت کی نسبت سوال کیا گیا تو فرمایا کہ عاشق کا اپنی صفات کو اپنانا محبت

ہے۔ اُن کا اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ محبوب کے ذکر کا غلبہ یہاں تک ہو

کہ عاشق کے دل پر محبوب کے ذکر کے سوا کچھ نہ ہو اور اپنی صفات اور ان کے

احساس سے کلیتہً غفلت ہو۔

(۱۸) شبلیؒ فرماتے تھے

کہ محبت یہ ہے کہ اگر کوئی اور تمہارے جیسا انسان محبوب سے محبت

کرے تو تجھے غیرت آئے۔

(۱۹) ایک اور مقام پر فرماتے ہیں کہ محبت کو محبت اس لئے کہا گیا کہ یہ دل سے محبوب کے سوا تمام چیزوں کو محو کر دیتی ہے۔

(۲۰) ابن عطاء فرماتے ہیں محبت یہ ہے کہ تو محبت میں اپنے آپ کو ہمیشہ عتاب کرتا رہے۔

(۲۱) کہا گیا ہے کہ محبت دل میں ایک آگ ہوتی ہے جو محبوب کی مراد کے سوا سب کچھ جلا دیتی ہے۔ (رسالہ قشیریہ)

(۲۲) محمد بن فضل فرماتے ہیں محبت یہ ہے کہ محبوب کی محبت کے سوا ہر قسم کی محبت دل سے دور ہو جائے۔

(۲۳) جنید فرماتے ہیں محبت یہ ہے کہ خولہ تجھے محبوب سے کچھ بھی نہ ملے پھر بھی تمہارا میلان اسی کی طرف رہے۔

(۲۴) کہا جاتا ہے کہ محبوب کی طرف سے دل میں جو تشویش پیدا ہوتی ہے اسے محبت کہتے ہیں۔

(۲۵) کہا جاتا ہے کہ محبت ایک آزمائش ہے جو دل میں محبوب کی طرف سے واقع ہوتی ہے۔ (رسالہ قشیریہ)

(۲۶) جنید بغدادیؒ کا قول:

المحبة محو الحبيب بصفاته و اثبات المحبوب بذاته

محبت یہ ہے کہ محبت کی ساری صفات محو ہو جائیں اور محبوب کی ذات کا اس کی جگہ اثبات ہو۔

(۲۷) صوفیہ کا متفقہ قول:

صوفیاء کرام کے اقوال تقریباً اس پر متفق ہیں کہ محبت محبوب کی موافقت کا نام ہے اور موافقتوں میں سب سے بڑی موافقت دل کی موافقت ہے۔ مطلب یہ ہے کہ کامل شرح صدر اور دل کی گہرائی سے اللہ کی مرضیات پوری کرنے اور اس کے احکام کی تعمیل کا نام محبت ہے۔ (رسالہ قشیریہ)

(۲۸) حضرت ابراہیم خواصؑ کا قول

حضرت ابراہیم خواص رحمۃ اللہ علیہ سے محبت کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا:

محبت نام ہے ارادوں کو ختم کر دینے ، تمام صفتوں اور حاجتوں کو مردہ کر دینے اور اپنے وجود کو اشارات کے سمندر میں ڈبو دینے کا۔ (مکاشفۃ القلوب صفحہ ۶۵)

(۲۹) امام غزالیؒ کا ایک اور قول

فرمایا کہ کسی پسندیدہ چیز کی طرف میلان طبع کا نام محبت ہے اگر اس میں شدت ہو تو اسے عشق کہتے ہیں یہ ترقی کرتی رہتی ہے۔ اس میں عاشق معشوق کا بندہ بن کر رہ جاتا ہے مل و دولت ہر چیز اس پر قربان کر دیتا ہے۔ زلیخا کو لیجئے اسے اپنا حسن مل و دولت سب کچھ حضرت یوسف علیہ السلام پر قربان کر دیا۔ اس کے لعل و موتی ستر لونٹوں کے بوجھ کے برابر تھے جسے حضرت یوسف علیہ السلام کے نام پر قربان کر دیا۔ وہ آپ کی ذات کے سوا سب کچھ بھول گئی حتیٰ کہ اس ہر ستارے میں یوسف کا نام نظر آنے لگا۔ (مکاشفۃ القلوب صفحہ ۶۶)

(۳۰) حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کا قول

حضرت شیخؒ سے جب محبت کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا:

محبت اس قلبی لگاؤ کا نام ہے جو محبوب کے لئے پیدا ہو اور دنیا محبت کرنے والوں کی نظر میں انگوٹھی کے حلقہ یا غم و الم کی مجلس کی طرح محسوس ہونے لگے۔

(۳۱) آپؐ نے مزید فرمایا:

محبت ایک ایسا نشہ ہے جس میں ہر وقت مدہوشی کا عالم طاری رہتا ہے جس کا نشہ نہیں اترتا لیکن اس میں یہ ضروری کہ ظاہری و باطنی طور پر محبوب سے وہ خلوص قائم رہے جس میں خلوص نیت کا دخل رہے۔ محبت محبوب کے

سوا سب سے قطع تعلق کر لینے کا نام ہے اور جب محبت کا نشہ طاری ہو جاتا ہے تو مشاہدہ محبوب کے بغیر محبت ہوش میں نہیں آتے۔ نہ وہ محبوب کے تذکرہ کے بغیر لذت حاصل کرتے ہیں، نہ کسی کی پکار کا جواب دیتے ہیں۔ (قائد الجواہر)

بندوں سے اللہ کی محبت کا مفہوم

ایک ضروری بات قارئین ذہن نشین کر لیں کہ اب تک جو تعریفات بندہ نے گذشتہ اوراق میں ذکر کی ہیں ان تعریفات محبت میں صوفیاء کی مراد بندہ سے اللہ کی محبت ہے نہ کہ اللہ کی بندہ سے محبت۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات ان تعریفات کی قیودات اور کیفیات سے مبرا ہے۔ اب تک ہم محبت کے لغوی معنی اور تعریفات محبت پر تفصیلی گفتگو کر چکے ہیں اب آئیے ذرا اس مضمون پر بھی کچھ گفتگو کر لیں کہ بندوں سے اللہ کی محبت کا مفہوم کیا ہے۔ یعنی جب بندے سے اللہ محبت کرتے ہیں تو اسے کن نوعی نشات سے سرفراز فرماتے ہیں۔

اس کے دو معانی بیان کئے جاتے ہیں:

(۱) اللہ کا اس بندے کو اپنی خاص رحمت کے لئے مخصوص کر لینا۔

(۲) اللہ تعالیٰ کا اس بندے کے ظاہر و باطن کو اپنی محبت سے اس طرح

سرسرا کر دینا کہ غیر اللہ کی طرف التفات کا تصور نہ رہے۔

ان دونوں کو بالترتیب اقوال صوفیاء اور واقعات صوفیاء اور مثالوں کی روشنی

میں الگ الگ واضح طور پر بیان کیا جاتا ہے۔

خاص رحمت کے لئے تخصیص

بندوں سے اللہ کی محبت کے پہلے مفہوم کی وضاحت کرتے ہوئے

حضرت سید علی ہجویریؒ فرماتے ہیں:

معلوم ہونا چاہئے کہ حق تعالیٰ کی محبت انسان کے لئے اس کی بھلائی کا

ارادہ اور اس پر رحمت کرنے کو کہتے ہیں۔

مضمونِ ہذا پر لامِ غزلیؒ کی تحقیق

لامِ غزلیؒ نے اس مضمون پر فرمایا:

واضح ہو کہ خدا کی محبت بندے کیلئے اور بندے کی محبت خدا کے لئے درست ہے۔ قرآن و حدیث اس پر گواہِ ناطق اور ساری اُمت متفق ہے۔ خداوند تعالیٰ ایسی صفات سے موصوف ہے کہ اللہ کے دلی اسی کو دوست رکھتے ہیں اور وہ بھی انہیں دوست رکھتا ہے۔

احقر مولف عرض کرتا ہے کہ خدا تعالیٰ کی بندے سے محبت اور بندے کی خدا تعالیٰ سے محبت کی دلیل قرآن پاک کی آیت یحبہم و یحبونہ (اللہ بندوں سے محبت کرتا ہے اور بندے اللہ سے محبت کرتے ہیں)۔

اسی طرح تصوف کی قدیم کتاب ”رسالہ قشیریہ“ میں لامِ ابوالقاسم القشیریؒ ارادہ، رحمت و محبت کا فرق بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کا کسی بندہ سے محبت کرنے سے مراد اس بندہ پر کوئی خاص انعام کرنے کا ارادہ کرنا ہے۔

اور رحمت خداوندی سے مراد اللہ کا بندے پر انعام کرنا ہے لہذا رحمت ارادہ کے مقابلہ میں خاص چیز ہے اور محبت رحمت سے بھی خاص تر ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ کا کسی بندے پر ثواب و انعام کرنا کہلایگا اور یہ ارادہ کرنا کہ اللہ تعالیٰ اُسے اپنے قرب اور بلندی احوال سے مخصوص کرے محبت کہلاتا ہے (یہاں سے معلوم ہوا) کہ اللہ تعالیٰ کے ارادہ کی صفت دراصل ایک ہی صفت ہے مگر اسکے نام اس کے متعلقات کے اعتبار سے بدل جاتے ہیں۔ لہذا جب ارادہ کسی کو مزادینے کے ساتھ متعلق ہو تو اُسے غضب کہا جائیگا اور جب عام قسم کی نعمتیں عطا کرنے کے متعلق ہو تو اسے رحمت کہا جاتا ہے اور جب مخصوص قسم کی رحمت کے ساتھ متعلق ہو تو محبت کہلاتا ہے۔ (رسالہ قشیریہ صفحہ ۵۶۸، ۵۶۹)

دوسرا معنی! غیر اللہ سے بے نیازی

اللہ کی بندے سے محبت کے معنی کے بارے میں دوسرا قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس بندہ کے ظاہر و باطن کو اپنی محبت سے اس طرح سرشار کر دیتے ہیں کہ غیر اللہ کی طرف التفات کا تصور ہی نہ رہے۔ اس پر صوفیاء کرام کے مندرجہ ذیل اقوال ہیں:

کشف المحجوب میں حضرت سید علی ہجویریؒ نے لکھا ہے کہ محبت کا ایک معنی یہ بھی ہے کہ:

جب مٹکا لبالب اس طرح بھر جائے کہ اس میں مزید ایک قطرہ کی بھی گنجائش نہ رہے اور اگر اسی برتن میں مزید پانی ڈالنے کو کوشش بھی کی جائے تو اس کے اندر نہ جاسکے تو اسے عربی میں حب الماء کہا جاتا ہے۔

اسی طرح جب اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندہ سے محبت کرتا ہے تو اس بندہ کے دل کو اپنی محبت سے اس قدر بھر دیتا ہے کہ وہ بندہ محبت الہی کے سوا ہر چیز کی محبت سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔ اس کے دل کا مٹکا اللہ کی محبت سے اس طرح لبالب بھر جاتا ہے کہ غیر کے خیال کا ایک قطرہ بھی اس میں جگہ نہیں پاسکتا اور وہ بندہ دنیا کی ہر رغبت سے یوں بے نیاز ہو جاتا ہے کہ خیال غیر کی گرد کا بھی وہاں سے گزر نہیں ہوتا۔

چنانچہ اس میں ایک صفت یہ پیدا ہو جاتی ہے کہ اپنی زندگی کا ایک ایک لمحہ اپنے رب کی چاہت کے مطابق گزارتا ہے، بات بھی اسی کی مانتا ہے، جاگتا بھی اسی کے ذکر میں، سوتا ہے اسی کے حکم پر، ہنستا ہے تو اسی کے لئے، روتا بھی ہے تو اسی کے لئے حتیٰ کہ وہ اگر جیتا ہے تو اسی محبوب حقیقی کے لئے اور مرتا ہے تو اسی کے لئے۔ جب وہ بندہ اپنے تمام احوال و کیفیات سے اللہ کے انوار و تجلیات کا مظہر ہو جاتا ہے اس کی زندگی اس آیت قرآنی کا نمونہ بن جاتی ہے۔

إِنَّ الصَّلَاةَ وَ نُسُكِي وَ مَحْيَايَ وَ مَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ
الْعَالَمِينَ (الانعام: ۱۶۲)

بے شک میری نمازیں (یعنی بدنی عبادتیں) میری قربانیاں (یعنی مالی عبادتیں) اور میرا جینا اور میرا مرنا (اسی محبوب حقیقی) اللہ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا رب ہے۔

اس مقام پر پہنچ کر بندہ اللہ کی محبت میں اس قدر مدہوش ہو جاتا ہے کہ محبوب کے دیدار کے سوا اس کے لئے کوئی علاج کارگر ثابت نہیں ہوتا۔

ایک شبہ کا ازالہ

محبت سے متعلق دوسرے قول جو کہ غیر اللہ سے التفات کا ہے اس سے مراد یہ نہیں ہے کہ ہم والدین کی خدمت استلا اور شیخ کی اطاعت کی نفی کر دیں۔ بلکہ یہ کہ ہر وہ خدمت جو اللہ کے حکم اور اللہ کی رضا و خوشنودی کے لئے ہو وہ دراصل اللہ ہی کی خدمت و طاعت ہے۔

مثلاً اگر کوئی شخص والدین کی خدمت کرتا ہے یا اپنے استلا یا شیخ کی خدمت کرتا ہے اور دل میں یہ نیت ہوتی ہے کہ وہ میرے مربی ہیں وہ مجھے اللہ کی معرفت کا علم سکھاتے ہیں تو ان کی خدمت اللہ ہی کی خدمت ہے۔ اسی طرح بیوی بچوں اور دیگر اہل خانہ کے لئے حلال رزق کمانا بھی اللہ کا حکم ہے لہذا یہ بھی اللہ کی خدمت و اطاعت ہے اور اس کو خدمت غیر نہیں کہیں گے بلکہ خدمت و طاعت کہیں گے کیونکہ یہ دراصل اللہ کے احکامات کی پیروی ہے۔ خدمت غیر سے مراد وہ خدمت ہوگی جو احکامات الہیہ کی پیروی سے دوری کا سبب بنے جس میں ذاتی چاہت و معصیت پیش نظر ہو۔

حقیقتِ محبت

(حقیقت تو یہ ہے کہ محبت کی حقیقی تعبیر زبان و بیان سے نہیں ہو سکتی) احقر نے اللہ کے فضل و کرم سے تصوف کی کئی سو کتب کا مطالعہ کیا ان کا خلاصہ یہ نکلتا ہے کہ محبت کی تعبیر کے لئے دنیاوی لوب و لغت میں نہ تو کوئی لفظ متعین ہو سکا ہے اور نہ ہی کوئی اس کے حقیقی معنی و مفہوم کو بیان کر سکا ہے کیونکہ محبت ایک کیفیت کا نام ہے اور کیفیت کی صحیح تعبیر ناممکن ہے۔

تصوف کی مختلف کتب سے مشائخ کے اقوال

خواجہ سید علی ہجویریؒ نے اپنی شہرہ آفاق کتاب کشف المحجوب میں لکھا ہے کہ محبت کا مضمون لطیف لفظ و بیان میں نہیں سما سکتا کیونکہ محبت حال ہے اور حال قال کے دائرہ مکان سے باہر ہوتا ہے آگے چل کر آپ نے فرمایا:

محبت انعام خداوندی ہے اور عطیہ الہی ہے، انسان کھیل تماشے میں بہل جانے والا ہے جبکہ محبت انوار الہی کا مرقع ہے اور کھیل تماشے کے ذریعے انوار الہی سے بہرہ یاب نہیں ہوا جاسکتا۔ (کشف المحجوب)

رسالہ قشیریہ کے مصنف امام ابوالقاسمؒ نے فرمایا

محبت کی نہ تو کوئی ایسی تعریف کی جاسکتی ہے اور نہ کوئی ایسی حد مقرر کی جاسکتی ہے جو لفظ محبت سے زیادہ واضح اور فہم کے زیادہ قریب ہو۔ (رسالہ قشیریہ)

ابوطالب مکیؒ کا قول

ابوطالب مکیؒ نے اپنی شہرہ آفاق کتاب قوت القلوب میں لکھا ہے کہ ایک عارف نے کہا کہ:

میں مقام محبت کے سوا ہر مقام کی تعبیر و توضیح کر سکتا ہوں۔ ان سے پوچھا گیا یہ کیوں؟ فرمایا اس لئے کہ ہر چیز کی تعبیر اس سے لطیف تر شے سے

(قوتِ القلوب)

کی جاتی ہے اور محبت سے لطیف تر کوئی چیز نہیں۔

لام غزلیؒ کا قول

محبت سے متعلق اس مفہوم سے ملتا جلتا قول لام غزلیؒ نے اپنی کتاب
مکاشفۃ القلوب میں لکھا ہے جس کو اختصار کی غرض سے بندہ نے نہیں لکھا۔

حضرت معروف کرخیؒ کا قول

قوتِ القلوب میں لکھا ہے کہ حضرت معروفؒ سے پوچھا گیا ہمیں بتائیے
محبت کیا چیز ہوتی ہے؟ فرمایا:

بھائی محبت ایسی چیز نہیں کہ لوگوں کی تعلیم سے (اس کا علم) آجائے
بلکہ محبت تو اللہ کی تعلیم سے آتی ہے۔ (یعنی یہ محض اللہ رب العزت کی
طرف سے انعام ہوتا ہے جسے وہ چاہتا ہے عطا کرتا

ہے جیسا کہ عنوان گفتگو کی آیت کے آخر میں فرمایا گیا ”ذَلِكَ فَضْلُ اللَّهِ
يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ“ (الحمدیدہ ۲:۵۸)۔
(قوتِ القلوب)

قوتِ القلوب میں

ایک عارف کا قول لکھا ہے کہ تمام مقامات انوارِ افعال و صفات سے ہیں
سوائے محبت کے اور محبت حقیقت ذات کے نور سے ہے۔ اسی وجہ سے اس کا
وصف و علم کم ہی ملتا ہے اور جان جو کھوں کا کام ہے اور بہت کم ایمان والے
ایسے ہیں کہ جنہیں یہ عطا ہو، معرفت کی طرح یہ بھی ایک راز ہے۔

قوتِ القلوب میں ابوطالب مکیؒ نے محبت کی حقیقت سے متعلق ایک
قول یہ بھی لکھا ہے کہ:

حلاق علماء کا طریقہ یہ ہے کہ وہ چار مقامات کے حقائق نہیں بتاتے، یعنی:
(۱) حقیقت زہد (۲) حقیقت معرفت (۳) حقیقت محبت اور (۴) حقیقت

اخلاص کے بارے میں عام طور پر خاموش رہتے ہیں۔

ایک عارف کا فرمان

تمام مقامات، انوار افعال و صفات سے ہیں سوائے محبت کے، اور محبت حقیقت ذات کے نور سے ہے۔ اس وجہ سے اس کا وصف و علم کم ہی ملتا ہے۔ معرفت کی طرح محبت بھی ایک راز ہے۔ جب محبوب ظاہر ہوگا تو تو اس سے محبت کرے گا جیسے کہ معروف کو دیکھے گا تو پہچان لے گا اور یہ اس کے ساتھ متعلق ہے اور یہ ظاہر معرفت کے باعث ظاہر ہے اور باطن محبت کے باعث اور وصف باطن کی معرفت کے باعث، محبت باطنی چیز ہے۔ (قوت القلوب صفحہ ۲۳۵)

دلیل العارفین میں لکھا ہے کہ محبت ایک ایسا عالم ہے کہ لاکھوں علماء نے اس کو سمجھنے کی خواہش کی لیکن اس کو سمجھ نہ سکے۔

ایک بزرگ کا قول

مکاشفۃ القلوب میں امام غزالی نے ایک بزرگ کا قول نقل کیا ہے کہ محبت دراصل محبوب کی طرف سے ایک مفہوم ہے کہ دل اس کے لوراک سے مغلوب اور اس کی تعبیر سے عاجز ہے۔

حقیقت محبت سے متعلق امام ابوالقاسم قشیری نے اپنی شہرہ آفاق کتاب رسالہ قشیریہ میں لکھا ہے کہ:

محبت ایسا بلند مقام ہے جو کہ توصیف و بیان اور عقل معرفت سے بالاتر ہے اس کی مثال ایسے ہے جیسے علم الہی کی ہو اسی طرح جس قلب کا محبوب اللہ تعالیٰ ہو اس سے بڑھ کر بلند پایہ کوئی قلب نہیں اور اس کی معرفت کا بہتر علم بھی صرف اللہ ہی کو ہے۔

مندرجہ بالا اقوال صوفیاء سے یہ بات صاف ظاہر ہے کہ محبت ایک ایسا لطیف جذبہ ہے جس کی تعریف کے لئے نہ تو زبان و بیان میں ہمت و وسعت ہے اور نہ الفاظ کے ذریعے اس کی تعبیر ممکن ہے۔

آخر میں قارئین کے سامنے ایک اللہ والے کے دو اشعار پیش خدمت ہیں جو محبت کی حقیقت کی صحیح ترجمانی کرتے ہیں ۔

محبت معنی و الفاظ میں لائی نہیں جاتی
یہ وہ نازک حقیقت ہے جو سمجھائی نہیں جاتی

بہر حال ۔

کچھ حقیقت نہ ہو محبت کی
اک نشہ سا ضرور ہوتا ہے

حضرت سحری بن معاذ فرماتے ہیں

حقیقة المحبة ما لا تنقص بالجفاء و ما تزيد بالبر والعطاء۔
محبت کی حقیقت یہ ہے کہ وہ جفائے محبوب کی وجہ سے کم نہیں ہوتی
اور نہ وہ اس کی نیکی و عطا سے بڑھ جاتی ہے۔

نیز فرمایا

جو محبت کا دعویٰ کرے مگر محبت کی حدود کا لحاظ نہ رکھے وہ سچا محب
نہیں ہے۔ کمال محبت میں وفا، جفا کے برابر اور جفا و وفا کے مانند ہوتی ہے۔
کیا خوب کہا ہے کسی کامل محبت والے نے ۔

اگر قصد جفا وارد سرور و پیش اندازم

وگر رلو وفا گیر جاں در قدمش ریزم

کہا جاتا ہے کہ حضرت شبلیؒ کو مجنوں سمجھ کر قید کر دیا گیا۔ تو ان کے چند
دوست انہیں دیکھنے قید خانہ پہنچ گئے۔

حضرت شیخ شبلیؒ نے پوچھا من انتم تم کون ہو؟ دوستوں نے جواب دیا
اجلک ہم آپ کے دوست ہیں۔ حضرت شیخ شبلیؒ نے ان پر پتھر برسانے
شروع کر دیئے، وہ سب بھاگ کھڑے ہوئے۔

حضرت شیخ شبلیؒ نے فرمایا:

لو كنتم احبائي ما فررت من بلاني
اگر تم میرے دوست ہوتے تو میری آزمائش سے بھاگ نہ جاتے۔
(کشف المحجوب صفحہ ۷۶۸)

اسی طرح جو لوگ اللہ کے سچے عاشق ہوتے ہیں وہ محبوب کی طرف سے
آنے والے مصائب کی وجہ سے محبوب سے دوری اختیار نہیں کرتے بلکہ وہ تو یہ
کہتے ہیں کہ کسی بہانے سے میرے محبوب نے مجھے یاد کیا۔

خواجہ عبداللہ تستری کی تعریف محبت

المحبة معانقة الطاعات و مباينة الحاجة

محبت طاعت کا اختیار کرنا اور حاجت سے جدا ہونا ہے۔

ایک اور مقام پر یوں ہے۔

المحبة معانقة الطاعات و مباينة المخالفات

محبت طاعت کا اختیار کرنا اور مخالفت سے بچے رہنا ہے۔

ایک اور مقام پر ہے:

الموافقة في جميع الاحوال موافقة الحبيب في المشهد
والمغيب

عام حالات میں محبوب کے ساتھ موافقت کرنا محبت ہے یا محبوب کے
ساتھ موافقت ہو حاضر و غائب ہر حال میں۔

و لو قيل لي مت مت سمعا و طاعة

و قلت لداعي الموت اهلا و مرحبا

اگر مجھے محبوب کہے مرجا تو یہ حکم مان کر مرجاتا ہوں اور موت کے
داعی سے کہتا ہوں خوش آمدید۔
(کشف المحجوب)

حضرت ابو بکر کتلیٰ فرماتے ہیں

المحبة ايثار المحبوب على جميع المصحوب

محبت محبوب کا اختیار کرنا ہے سب کو چھوڑ کر۔
 ان تمام تعریفات کا ماخذ حضرت شیخ شبلیؒ کا یہ قول نظر آتا ہے:
 المحبة ايثار ما يحب المحبوب و ان كرهت و كراهة ما
 يكره المحبوب و ان احببت
 محبت اس چیز کا اختیار کرنا ہے جس کو محبوب پسند کرتا ہو اگرچہ وہ مکروہ
 ہو اور اس چیز کو مکروہ سمجھا جس کو محبوب مکروہ جانتا ہو اگرچہ وہ تجھے
 پسند ہو۔

حضرت بابا فریدؒ نے فرمایا

ایک مرتبہ خواجہ بایزید بسطامی علیہ الرحمۃ سے پوچھا گیا کہ محبت حق کیا
 چیز ہے؟ فرمایا: محبت اس بات کا نام ہے کہ دنیا و مافیہا سے دل نہ لگایا جائے۔
 (امروہ الاولیاء)

حضرت شیخ ابو عبد الرحمن اسلمیؒ نے فرمایا

آپ نے ابوالحسن الفارسی کے حوالہ سے فرمایا کہ ابن عطائے ایک شخص
 کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ محبت وہ ٹہنیاں ہیں جنہیں دلوں میں لگایا جاتا
 ہے اور ان پر ان کی عقلوں کے مطابق پھل آتا ہے۔

حضرت شیخ شبلیؒ فرماتے ہیں کہ

محبت کو محبت اس لئے کہتے ہیں کہ دل سے محبوب کے سوا تمام چیزوں
 کو محو کر دیتی ہے۔

لام قشیریؒ فرماتے ہیں کہ:

میں نے استاد ابو علی دقاق کو فرماتے سنا ہے کہ محبت مکمل لذت ہے
 جب کہ حقیقت کے مقلات دہشت ناک ہیں۔

حضرت ابو عبد اللہ قریشی فرماتے ہیں کہ :

حقیقة المحبة ان تهب كللك لمن احب ولا تبقى لك منك شيئاً
حقیقی محبت یہ ہے کہ تو اپنے آپ کو کھینچ کر محبوب کے حوالے کر دے
یہاں تک کہ تیرے پاس اپنی ذات میں سے کچھ بھی نہ رہے۔

حضرت ذوالنون مصریؒ کا قول

آپ سے جب محبت کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا :

ان تحب ما احب الله و تبغض ما ابغض الله و تفعل الخير كله
و ترفض كل ما يشغل عن الله والا تخاف في الله لومة لائم مع
العطف للمؤمنين والغلظة على الكافرين و اتباع رسول الله
صلى الله عليه وسلم في الدين۔

محبت یہ ہے کہ تو اس چیز کو دوست رکھے جس کو اللہ تعالیٰ دوست رکھتا
ہے اور اس چیز کو ناپسند کرے جس کو اللہ تعالیٰ ناپسند کرتا ہے۔ اور تو ہر
نیک کام کرے اور ہر اس چیز کو دور پھینک دے جو تجھے اللہ تعالیٰ سے
عاجل کرے۔ اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں تجھے کسی ملامت کرنے والے کا
خوف نہ ہو۔ مومنوں کے ساتھ تو نرم خو ہو اور کافروں کے ساتھ
سخت ہو۔ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کی دین میں پیروی کرے۔

حضرت جنیدؒ فرماتے ہیں کہ :

محبت دلوں کا میلان ہے۔

اس کے معنی یہ ہیں کہ (صوفی کا) دل بے تکلف اللہ کی طرف مائل ہو
اور ان امور کی طرف مائل ہو جو اللہ کے ہیں۔

ایک اللہ والے نے فرمایا :

محبت موافقت کو کہتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جن امور کا اللہ نے

حکم دیا ہے ان کی اطاعت کرنا اور جن سے منع کیا ہے ان سے باز رہنا اور جو حکم اللہ نے فیصلہ کیا ہے اور تقدیر میں لکھا ہے اس پر راضی رہنا۔ (معرف صفحہ ۱۷۰)

محمد بن علی کتانی فرماتے ہیں

محبوب کی خاطر ایثار کرنے کو محبت کہتے ہیں۔

کوئی اور کہتا ہے محبت یہ ہے کہ تو جن چیزوں سے محبت رکھتا ہے انہیں محبوب کی خاطر ایثار کر دے۔ (معرف صفحہ ۱۷۰)

ایک شہدہ والے فرماتے ہیں کہ :

یہ ایک وجدانی کیفیت ہے اس کی حقیقت ہوا کرنے سے انسانی دنیا کے انفرادی قاصر ہیں لیکن اس کا مادہ فطری طور پر ہر شخص میں موجود ہے۔

ایک اور اللہ والے نے لکھا ہے کہ

محبت میں ایک ایسی مستی ہے جس سے انسان محبوب کے مشاہدہ کے بغیر ہوش میں نہیں آتا۔ پھر محبوب کے مشاہدہ سے جو مستی حاصل ہوتی ہے اس کی کیفیت بیان نہیں ہو سکتی۔ (رسالہ قشیریہ صفحہ ۵۷۸)

محمد بن فضل فرماتے ہیں کہ

محبت یہ ہے کہ محبوب کی محبت کے سوا ہر قسم کی محبت دل سے دور ہو جائے۔

حضرت سہل فرماتے ہیں کہ

محبت یہ ہے کہ تو اطاعت گزاری پر قائم رہے اور محبوب کی مخالفت سے دور رہے۔

حضرت جنید بغدادیؒ

سے محبت کی نسبت سول کیا گیا تو فرمایا کہ عاشق کا اپنی صفات کو اپنا

محبت ہے۔ ان کا اشارہ اس بات کی طرف تھا کہ محبوب کے ذکر کا غلبہ یہاں تک ہو کہ عاشق کے دل پر محبوب کے ذکر کے سوا کچھ نہ ہو اور اپنی صفات اور ان کے احساس سے کلیۃً غفلت ہو۔

ابو عبد اللہ قرشیؒ

فرماتے ہیں کہ حقیقی محبت یہ ہے کہ تو اپنے آپ کو کلیۃً محبوب کے حوالے کر دے یہاں تک کہ تیرے پاس اپنی ذات میں سے کچھ نہ رہے۔

حضرت شبلیؒ

فرماتے ہیں کہ محبت کو محبت اس لئے کہا گیا کہ یہ دل سے محبوب کے سوا تمام چیزوں کو محو کر دیتی ہے۔

حضرت ابن عطاءؒ

فرماتے ہیں محبت یہ ہے کہ تو محبت میں اپنے آپ کو ہمیشہ عتاب کرتا

رہے۔

حضرت عبدالقادر جیلانیؒ

فرماتے ہیں کہ محبت اللہ کا عطیہ ہے تحفہ ہے، عنایت ہے، اس میں بندہ کو کچھ اختیار نہیں ہے یہ اسی وقت پائی جاتی ہے جب پردہ غیب سے مشیت ایزدی چاہتی ہے۔

محبت الہی سے متعلق صوفیاء کے متفرق اقوال

صوفیاء کرام محبت الہی کے موضوع پر اپنی کتابوں محبت الہی پر بہت کچھ لکھا ہے۔ یہ سب کچھ اس کتاب میں لکھنے سے بندہ عاجز ہے البتہ ان اقوال میں جو اقوال محبت سے متعلق کچھ زیادہ اہمیت کے حامل معلوم ہوئے ان کو بندہ نے اس باب میں نقل کیا ہے۔

ملفوظ نمبر ۱: مشائخ کا نظریہ محبت

ابو بکر کنانیؒ فرماتے ہیں کہ ایک بار مشائخ میں محبت کا مسئلہ چھڑا اور حضرت جنیدؒ اس وقت چھوٹے تھے۔ پہلے تو مشائخ میں گفتگو ہوتی رہی۔ اس کے بعد ان سے کہا کہ عراقی صاحب! اب آپ کو جو معلوم ہو کہئے۔ انہوں نے کہا کہ محبت وہ بندہ ہے جو اپنے جی سے گزر جائے اور اپنے رب کی یاد میں لگا رہے اس کے حقوق ادا کرنے میں مستعد رہے اور اپنے دل کی نگاہ اسی کی طرف رکھے۔ اس کی ذات کی آگ اور اس کے کاسہ محبت کے شربت صافی کے اثر سے اس کا دل سوختہ ہو رہا ہو۔ اگر کوئی بات کہے تو خدا کے ساتھ کچھ بولے تو خدا سے اور اگر حرکت کرے تو خدا کے حکم پر، اگر ٹھہرا رہے تو خدا کے ساتھ۔ پس وہ خدا ہی کے ساتھ، خدا ہی کے لئے اور خدا ہی کی معیت میں رہے۔ اس پر مشائخ رو پڑے اور کہنے لگے کہ (اے خدا شناسوں کے سر تاج!) بھلا اس سے زیادہ کوئی کیا کہہ سکتا ہے۔

ملفوظ نمبر ۲: محبت کا لوب

حضرت فضیل بن عیاضؒ کا قول ہے کہ جب تم سے پوچھا جائے کہ اللہ سے محبت رکھتے ہو تو تم چپ رہو۔ اس لئے کہ اگر ”نہ“ کہو گے تو کافر ہو جاؤ گے اور اگر ”ہاں“ کہو گے تو تمہارے اندر مجنوں کے اوصاف میں سے کچھ نہیں پس غضب الہی سے ڈرو اور جھوٹی بات نہ کہو۔

ملفوظ نمبر ۳: محبت میں غیر کی طرف نہ دیکھو

حضرت بایزید بسطامیؒ فرماتے ہیں کہ مجھے مسلسل تیس سال تک جنت اور اس کے اندر موجود نعمتیں اور نظارے دکھائے جاتے رہے لیکن میں نے کبھی ان کی جانب اس خیال سے توجہ نہ دی کہ میرا محبوب کہیں اس عمل کو ناپسند نہ فرمائے لیکن ایک دن سہواً میری نظر جنت کی ایک حور کی طرف اٹھ گئی تو اس

کی پادش میں دس دن تک میں اللہ کی جانب سے روحانی فیوض سے محروم رہا۔

ملفوظ نمبر ۴: محبت کے تین اصول

حضرت سید عبدالقادر جیلانی محبوب سبحانیؒ نے فرمایا ہے کہ محبت کے تین اصول ہیں وفا، لوب، مروت۔

☆ وفا یہ ہے کہ اللہ کی وحدانیت میں مشغول رہے اپنے دل کو سب سے جدا کرے اور صرف اسی کے نورِ ازل سے دل مانوس ہو جائے۔

☆ لوب یہ ہے کہ حفظِ لوقات و ماسویٰ سے انقطاع کرتا رہے۔

☆ مروت یہ ہے کہ قولاً و فعلاً صدق و صفا کے ساتھ ذکر اللہ پر قائم ہو جائے۔ ظاہر و باطن میں اغیار سے روگردانی کر لے۔

جب بندہ میں یہ تینوں خصلتیں جمع ہو جاتی ہیں تو لذت وصال پانے لگتا ہے اور اس کے اندر آتشِ شوق بھڑک اٹھتی ہے۔

ملفوظ نمبر ۵: سات سو قصوں سے بہتر

جعفرؒ فرماتے ہیں کہ حضرت سریؒ نے انہیں ایک رقعہ دیا اور فرمایا کہ یہ تمہارے لئے سات سو قصوں یا کہانیوں سے بہتر ہے۔ جب کھولا تو اس میں یہ اشعار لکھے ہوئے تھے۔

وَلَمَّا أَرَعَيْتُ الْحُبَّ قَالَتْ كَلْبَتِي

فَمَا لِي أَرَى الْأَعْضَاءَ مِنْكَ كَوَاسِيَا

جب میں نے محبت کا دعویٰ کیا تو محبوبہ کہنے لگی تو جھوٹ بول رہا ہے کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو تمہارے اعضاء اسے چھپانہ سکتے۔

وَمَا الْحُبُّ حَتَّى يَلْصَقَ الْقَلْبُ بِالْحَشَا

وَقَلْبُكَ حَتَّى لَا تُجِيبَ الْمُنَادِيَا

محبت میں تو دل استریوں کے ساتھ چپک جاتا ہے اور دل اتنا مرجھا جاتا ہے کہ پکارنے والے کو جواب تک نہیں دے سکتا۔

و تَنْحُلْ حَتَّى لَا يُبْقِيَ لَكَ الْهَوَىٰ

مِوَى مُقْلَدَ بَنِيهَا وَ تَتَابَعَهَا

اور پھر تو اس قدر لاغر ہو جائے کہ محبت تمہارے لئے تمہاری آنکھوں کے سوانہ چھوڑے۔ اسی کے ذریعہ تو بروئے، اسی کے ذریعہ سے تو بات کرے۔ (رسالہ قشیرہ صفحہ ۵۷۶)

ملفوظ نمبر ۶: اصل دین کیا ہے؟

ایک اللہ والے نے فرمایا کہ دنیا محض خدام دین ہے۔ محبت، تعلق مع اللہ، خدا کا خوف، خدا کا شوق اور دنیا سے بے رغبتی یہ اصل دین ہے۔ (مجالس مفتی اعظم)

ملفوظ نمبر ۷: محبت الہی کی لذت

حضرت ابو بکر صدیقؓ کا ارشاد ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی محبت کا مزہ چکھ لیتا ہے پھر اسے دنیا حاصل کرنے کی مہلت نہیں ملتی اور اسے انسانوں سے گھبراہٹ اور وحشت ہوتی ہے۔

ملفوظ نمبر ۸: محبت کا اثر

حضرت عثمان غنیؓ کا قول ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے محبت کرتا ہے اسے تنہائی سے انس ہو جاتا ہے۔

ملفوظ نمبر ۹: حضرت علیؓ کا قول

آپؓ نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ سے محبت کرتا ہے تو اسے یہ توفیق بخش دیتا ہے کہ وہ زمانہ کے حیرت انگیز واقعات سے عبرت حاصل کرے۔

ملفوظ نمبر ۱۰: سات ہزار برس اور تین سو ساٹھ مرتبہ

حضرت عمرو بن عثمانؓ کی اپنی کتاب محبت میں فرماتے ہیں:

خدا نے دلوں کو جسموں سے سات ہزار برس پیشتر پیدا کیا اور قرب کے مقام میں رکھا۔ روحوں کو دلوں سے سات ہزار برس پیشتر پیدا کیا اور درجہ انیس میں رکھا۔ باطنوں کو روحوں سے سات ہزار برس پیشتر پیدا کیا اور مقام وصل میں رکھا۔ روزانہ تین سو ساٹھ مرتبہ ظہورِ جہل سے باطن پر تجلی کی، تین سو ساٹھ مرتبہ نگاہِ کرم فرمائی اور کلمہ محبت روحوں کو سنایا۔ محبت کے تین سو ساٹھ لطیفے دل پر ظاہر کئے، حتیٰ کہ سب نے جہان پر نظر ڈالی تو اپنے سے زیادہ گرامی قدر کسی کو نہ دیکھا جس کی وجہ سے ان میں فخر و تکبر پیدا ہوا۔ حق جل جلالہ نے اس وجہ سے ان کا امتحان لیا کہ راز کو جان میں قید، جان کو دل میں اسیر اور دل کو بدن میں بند کر دیا۔ پھر عقل کو ان میں مرکب کیا اور پیغمبر بھیج کر انہیں احکام دیئے۔ اس وقت ان میں سے ہر ایک نے اپنے مقام کی جستجو کی۔ خدا نے نماز کا حکم دیا تو بدن نماز میں مصروف اور دل محبت سے پیوست ہو گیا۔ (کتاب الحب بحوالہ کیمیائے سعادت)

ملفوظ نمبر ۱۱: حق تعالیٰ کی بندے سے محبت کی دلیل

ایک اللہ والے نے فرمایا کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب کسی کو قرض دیا کر دو تو لکھ لیا کرو اور اس پر دو آدمیوں کو گولہ کر لیا کرو۔ اس سے معلوم ہوا کہ حق تعالیٰ کو ہمارے ساتھ غایت شفقت و الفت ہے کہ ہمارے پیسے کا نقصان بھی گوارا نہیں کرتے تو جان کا نقصان کب گوارا ہو گا پھر وہ جنت سے محروم کر کے دوزخ میں کب ڈالنا چاہیں گے جب تک کہ تم خود نہ گھسو (معاصی کر کے) چنانچہ ارشاد ہے:

مَا يَفْعَلُ اللَّهُ بِعَذَابِكُمْ إِنْ شَكَرْتُمْ وَآمَنْتُمْ

اللہ تعالیٰ تم کو سزا دے کر کیا کریں گے اگر تم سپاس گزاری کرو اور

(ماثر حکیم الامت)

ایمان لے آؤ۔

ملفوظ نمبر ۱۲: حضرت سری سقطیؒ فرماتے ہیں

قیامت کی صبح ہر قوم کو اس کے نبی کی نسبت سے بلایا جائے گا لے
امت موسیٰ، لے امت عیسیٰ اور لے امت محمد علیہم السلام (وغیرہ ذالک) لیکن
جو اللہ کے دوست ہیں انہیں اولیاء اللہ کہہ کر پکارا جائے گا تو ان کے دل خوشی
سے بھر جائیں گے۔ سابقہ انبیاء علیہم السلام کی بعض کتب میں لکھا ہے کہ اللہ
تعالیٰ فرمائیں گے لے بندے میں تجھے دوست رکھتا ہوں اس کی وجہ وہ حق ہے
جو تیرا مجھ پر ہے کہ تو مجھے دوست رکھتا تھا۔ (کیمیائے سعادت)

ملفوظ نمبر ۱۳: حضرت محمد بن واسعؒ کا ارشاد

حضرت محمد بن واسعؒ فرماتے تھے کہ بہت سے لوگ ایسے ہیں جو یہ خیال
کرتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے محب ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ ان سے ناراض ہے۔

ملفوظ نمبر ۱۴: حضرت حسن بصریؒ کا قول

حضرت حسن بصریؒ جب یہ آیت پڑھتے وَاتَّقُوا يٰۤاُولٰٓئِیۤہِ الْاَلْبَابِ لَیۤ ذٰی
عَلَمٍ لَّوۤکُوۤمُۤہِجَہِ سَہِ ذَرَّتَہِ رَہُوۤ تُوۤ فَرَمَاتَہِ اللّٰہِ نَہِ اِنِّیۤ مَحَبَّتَہِ کَہِ بَاعِثَہِ اِنۡ کُوۤ
عَمَابَہِ کَیَاہِہِ

ملفوظ نمبر ۱۵: حضرت لاہوریؒ کا ارشاد

فرمایا کہ محبت دو طرح کی ہوتی ہے۔
پہلی اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کیساتھ برہ راست محبت ہو جائے، دوسری اللہ
تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کیلئے کسی سے محبت رکھی جائے۔ (خطبات لاہوری جلد ۴)

ملفوظ نمبر ۱۶: حضرت نظام الدین اولیاءؒ کا ارشاد

سلطان المشائخ حضرت نظام الدین اولیاءؒ ایک خط میں اپنے مرید شیخ

فخر الدینؒ کو لکھتے ہیں کہ اصحاب طریقت اور ارباب حقیقت کا اس بات میں اتفاق ہے کہ انسان کی پیدائش سے اہم مطلوب اور اعظم مقصود رب العالمین کی محبت ہے۔ (تاریخ تصوف)

ملفوظ نمبر ۷: ۱: بندہ کتنے عرصہ میں مقام محبت حاصل کر لیتا ہے؟

خواجہ نصیر الدین چرخ دہلوی نے فرمایا ہے کہ میں نے مونس الارواح میں لکھا دیکھا ہے کہ ایک بزرگ نے خواجہ حسن بھریؒ سے پوچھا کہ آپ کتنے عرصے میں مقام محبت پر پہنچے؟ فرمایا تین دن میں۔ پہلے روز دنیا کو ترک کیا، دوسرے روز آخرت کو اور تیسرے روز مقام محبت پر پہنچ گیا۔ جب یہ بات رابعہ بھریؒ نے سنی تو فرمایا پہنچ تو گیا لیکن دیر بعد۔ جب میں نے حق تعالیٰ کی محبت طلب کی تو پہلے قدم میں اپنے تئیں گم کیا، دوسرے قدم میں آخرت کو اور تیسرے قدم میں مقام محبت پر پہنچ گئی۔

ملفوظ نمبر ۱۸: ایک اللہ والے نے فرمایا

محبت کا موضوع ایسا عجیب ہے کہ فاسق سے بھی گھنٹوں محبت کی بات کرو تو وہ سننے کو تیار رہتا ہے کیونکہ محبت فاسق کے قلب میں بھی ہوتی ہے یہ الگ بات ہے کہ ان کے دل میں محبت مجازی کا غلبہ ہوتا ہے اور اللہ کے عاشقوں میں محبت حقیقی ہوتی ہے لہذا بندہ کی درخواست ہے کہ قبر حشر سے زیادہ اس مضمون کو بیان کیا جائے کیونکہ محبت کا لہذا فاسق اور فاجر میں بھی موجود ہوتا ہے بس ضرورت اس بات کی ہے کہ ان کی محبت مجازی کو محبت حقیقی سے بدل دیا جائے۔ احقر مؤلف کا بھی یہ ذاتی تجربہ ہے بندے نے محبت الہی پر بعض مجلسوں میں مستقل ایک ڈیڑھ گھنٹہ بات کی تو مجمع نے اس کو دلجمعی سے اسنا اگر بندہ اس مضمون کی جگہ قبر حشر کو بیان کرتا تو یقیناً پندرہ منٹ بعد وہ اکٹاہٹ کا شکار ہو جاتے لہذا بندہ کی خطیب اور مبلغین حضرات سے گزارش

ہے کہ وہ دوسرے مضمون کی بہ نسبت محبت الہی کو زیادہ بیان کریں کیونکہ محبت روح کی غذا ہے جتنی یہ زیادہ ہوگی اتنا ہی اعمال میں زیادتی ہوگی کیونکہ محبت کی وجہ سے مشکل سے مشکل کام بھی آسان ہو جاتے ہیں۔

ملفوظ نمبر ۱۹: ایک بزرگ کا قول

فرماتے ہیں جو شخص گناہوں اور حرام چیزوں سے پرہیز کئے بغیر خدا کی محبت کا دعویٰ کرے وہ سخت دروغ گو ہے۔ جو خرچ کئے بغیر بہشت کی محبت کا دعویٰ کرے وہ جھوٹا ہے اور جو کوئی فقیروں سے محبت کئے بغیر رسول اللہ ﷺ کی محبت کا دعویٰ کرے وہ بھی دروغ گو ہے۔ (غارف المعارف صفحہ ۵۰۵)

ملفوظ نمبر ۲۰: حضرت جنیدؒ کا فرمان

محبت ذاتی طور پر اللہ تعالیٰ کا قلبی قرب ہے جو کہ نور و فرحت حاصل کرنے کے ذریعہ ہو۔ اور ہم نے مخفی اسماء کی تجلی صفات کی محبت کے بارے میں کچھ ذکر نہیں کیا بلکہ ظاہری اسماء کی محبت کا ذکر کیا ہے اور میں نہیں سمجھتا کہ اسے کسی کتاب میں لکھا جائے اور نہ ہی عوام الناس کے سامنے اسے کھولنا درست ہے۔ اسلئے کہ یہ ایک رازِ محبت ہے، صرف لیل محبت کو ہی اسکا کشف حاصل ہوتا ہے اور وہی اس پر کلام کر سکتا ہے جس پر یہ عطا ہوئی۔ میں نے اسے کسی کتاب میں نہیں دیکھا کیونکہ یہ کتاب سے اخذ نہیں کی جاتی بلکہ یہ تو علماء کی زبانوں سے حاصل کی جاتی ہے اور سینہ بہ سینہ حاصل ہوتی ہے۔ (قوت القلوب صفحہ ۲۱۷)

ملفوظ نمبر ۲۱: اللہ کا دیوانہ

مولانا جلال الدین رومیؒ فرماتے ہیں کہ بغیر اللہ کا دیوانہ بنے کام نہیں بند۔ (نجات الانس صفحہ ۶۳)

ملفوظ نمبر ۲۲: راہ سلوک میں محبت کا مقام

حضرت امام غزالیؒ نے احیاء العلوم میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی محبت تمام

مقامات سلوک میں سب سے بلند درجہ رکھتی ہے اس کے بعد کے جو مقامات ہیں مثلاً شوق، انس، رضا وغیرہ وہ سب محبت ہی کے تابع اور اسی کے ثمرات ہیں اور محبت سے پہلے کے جتنے مقامات مثل توبہ، صبر، زہد اور توکل وغیرہ ہیں وہ بھی سب محبت ہی کے مقدمات ہیں۔ (کیسائے سعادت)

ملفوظ نمبر ۲۳: محبت کا ایک پیالہ

کسی اللہ والے سے محبت کے متعلق سوال کیا گیا تو فرمایا کہ ارلوں کا مٹ جانا اور تمام صفات اور حاجات کا جل جانا محبت ہے۔ اور فرمایا خوشخبری ہے اس شخص کیلئے جس نے محبت کا ایک پیالہ بھی پی لیا۔ (اللمع فی التصوف۔ ابونصر سراج طوسی)

ملفوظ نمبر ۲۴:

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے محبت الہی کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ کی طرف دل کھینچنا اور انعامات الہیہ کو دیکھ کر دل میں مزہ آنا محبت ہے۔ (بہشتی زیور)

ملفوظ نمبر ۲۵: مولانا رومیؒ کا ارشاد

فرماتے ہیں کہ اگر تو محبوب حقیقی کا حسن اپنے قلب میں ایک لمحہ کو بھی مشاہدہ کر لے تو اپنی محبوب جان کو آگ میں ڈال دے۔
گر بہ بنی کر و فرو قرب را
جیفہ بنی بعد ازیں ایں شرب را
اگر تو حق تعالیٰ کے قرب کی شان و شوکت دیکھ لے تو دنیا کی تمام لذتیں تجھ کو مردار معلوم ہوں۔

ملفوظ نمبر ۲۶: حضرت خواجہ محبوب الہیؒ کا ارشاد

ارشاد فرمایا کہ جب تک اللہ تعالیٰ کی محبت قلب کے غلاف میں ہوتی ہے تب تک گناہ کا صادر ہونا ممکن ہے لیکن جب قلب کے گرد ونواح آجاتی ہے تو

پھر ممکن نہیں کہ گنہ صادر ہو۔ پھر فرمایا کہ جوانی کے دنوں میں توبہ کرنا سب سے اچھا ہے بڑھاپے میں توبہ کی تو کیا فائدہ پھر یہ دو شعر زبان مبارک سے فرمائے۔

چوں پیری شوی و برسر انجام آئی
آئی سر حرف خوش ناکام آئی
جب بڑھاپا آیا، انجام کو قریب دیکھا تو ناکامی کیساتھ اپنے ٹھکانہ پر آئے
سازی شوم و نز تو تیرہ رائی
معشوقہ او زبے نو آئی
جب کچھ نہ بن پڑا تو حق تعالیٰ کو اپنا محبوب بنالیا۔ (فوائد الفلوی)

ملفوظ نمبر ۲۷: حضرت رابعہ شامیہؒ کے اشعارِ محبت

تَعْصِيَ الْإِلَٰهَ وَ أَنْتَ تَزْعُمُ حُبُّهُ
هَذَا مَحَالٌ فِي الْقِيَاسِ بِلَيْعٍ
لَوْ كَانَ حُبُّكَ صَادِقًا لَأَطَعْتَهُ
إِنَّ الْمُحِبَّ لِمَنْ يُحِبُّ مُطِيعٌ

ترجمہ: تو اللہ کی نافرمانی کرتا ہے اور اس سے محبت کا دعویٰ دار بھی ہے یہ عقل کے نزدیک محال بھی ہے اور انوکھا بھی۔
اگر تیری محبت صادق ہوتی تو اس کی فرمانبرداری کرتا کیونکہ محبتِ محبوب کا فرمانبردار ہوتا ہے۔ (آنسوؤں کا سمندر)

ملفوظ نمبر ۲۷: محبتِ روح کی غذا ہے

کسی اللہ والے نے فرمایا کہ محبتِ الہی روح کی غذا ہے چنانچہ جتنی اللہ کی بات ہوگی اتنی ہی اعمال میں زیادتی اور اخلاص پیدا ہوتا ہے اور محبت کی وجہ سے مشکل عمل بھی آسان ہو جاتا ہے۔

ملفوظ نمبر ۲۸: افضل عمل کونسا ہے؟

حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کسی نے پوچھا کہ اعمال میں سے افضل عمل کونسا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ سے راضی ہونا اور اس سے محبت کرنا۔
(تنبیہ المقتربین)

ملفوظ نمبر ۲۹: محبوب الہی حضرت خواجہ نظام الدین لولیانہ کا ارشاد

شیخ سعد الدین حمویہ قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں کہ کتاب محبت میں لکھا دیکھا ہے کہ ایک روز خواجہ بایزید قدس سرہ العزیز نے فرمایا کہ اگر مجھے خلقت کے بدلے میں دوزخ میں بھیجا جائے گا تو بھی میں صبر کروں گا کیونکہ مجھے اس کی محبت کا دعویٰ ہے۔ اگر میں ایسا کروں تو بھی ابھی کچھ نہیں کیا ہوگا۔ اور اگر اللہ تعالیٰ میرے اور ساری خلقت کے گناہ بخش دے تو یہ اس کی رحمت کی صفت ہے یہ بھی کوئی بڑا کام نہیں ہوگا۔
(فوائد الفوائد صفحہ ۶۰۵)

ملفوظ نمبر ۳۰: محبت کی حقیقت

ابو عبد اللہ القرشیؒ فرماتے ہیں محبت کی حقیقت یہ ہے کہ تم اپنے محبوب پر اپنی ہر چیز قربان کر دو اور تمہارے پاس کوئی چیز نہ رہے۔ (عوارف العارف صفحہ ۵۰۴)

ملفوظ نمبر ۳۱: محبت کی آگ

شیخ ابوالحسن الوراقؒ کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ کی شدید محبت سے سرور ہوتا ہے بلکہ محبت قلب کی وہ آگ ہے جو ہر نجاست کو جلا دیتی ہے۔ (ایضاً)

ملفوظ نمبر ۳۲: عاشقوں کا صبر

شیخ یحییٰ بن معاذؒ کا قول ہے کہ عاشقوں کا صبر زاہدوں کے صبر سے سخت تر ہے۔ تعجب ہے کہ انسان اپنے محبوب سے کیوں کر صبر کر سکتا ہے۔ (ایضاً)

ملفوظ نمبر ۳۳: سچی محبت

ایک اللہ والے کا قول ہے:

صدق المحبة العمل بطاعة المحبوب

سچی محبت یہ ہے کہ محبوب کی اطاعت کی جائے۔

ملفوظ نمبر ۳۴: راضی برضاء الہی

ایک اللہ والے کا قول ہے کہ مجھ کو وہی حال اچھا معلوم ہوتا ہے جو اس کو پسند ہے اگر وہ یعنی میرا مالک مجھے دوزخ میں بھیج دے تو میں دوزخ میں جاتا بھی محبوب جانوں گا۔
(احیاء العلوم ج ۳ ص ۲۸۹)

ملفوظ نمبر ۳۵: لال عشق اور لال عقل

ایک اللہ والے نے فرمایا کہ درویش لال عشق ہوتے ہیں اور علماء لال عقل ہوتے ہیں جب تک اللہ تعالیٰ کی محبت قلب کے غلاف میں ہوتی ہے تو گناہ کا صادر ہونا ممکن ہے لیکن محبت جب قلب کے گرد و نواح میں آجاتی ہے تو پھر گناہ صادر نہیں ہوتا۔

ملفوظ نمبر ۳۶: لال محبت اور نماز میں وسوسہ

مزید فرمایا کہ لال محبت کے دل میں نماز کے وقت دنیا کا خیال آجاتا ہے تو وہ پھر سے نماز پڑھتے ہیں۔
(بحوالہ بزم صوفیہ صفحہ ۲۲۸)

ملفوظ نمبر ۳۷: سچے محبت کو تکلیف نہیں ہوتی

حضرت جنید بغدادیؒ نے حضرت سری سقطیؒ سے پوچھا کہ اگر خدا کے دوست ک تلوار ماری جائے تو اسے درد ہوتا ہے؟ فرمایا ایک تلوار کیا اگر لاکھ تلواres بھی ماری جائیں تو اثر نہیں ہوتا۔

حضرت سہل تستریؒ کے جسم میں کہیں زخم تھا کسی نے پوچھا آپ کو

درد نہیں ہوتا؟ فرمایا کہ دوست کے لگائے ہوئے زخم میں درد نہیں ہوتا۔
(احیاء العلوم جلد ۴)

ملفوظ نمبر ۳۸: اللہ کی محبت کی چاشنی

ایک اللہ والے کا قول ہے کہ جن لوگوں کو اللہ کی محبت کی چاشنی نصیب ہو جائے انہیں کبھی صبر و قرار نہیں آسکتا۔ ان کا اضطراب اور ان کی بے چینی و بے قراری بڑھ جاتی ہے۔

ملفوظ نمبر ۳۹: محبت میں شرکت غیر؟

حضرت شاہ میناؒ نے فرمایا کہ خدا کے سوا کسی کو محبوب نہ رکھ کیونکہ محبت ایسا حاکم ہے جو اپنی مملکت میں کسی کی شرکت قبول نہیں کرتا۔ (ملفوظات شاہ مینا)

ملفوظ نمبر ۴۰: خالص محبت

حضرت چرخ دہلویؒ نے فرمایا کہ خاص محبت یہ ہے کہ دوست کے لئے دنیا کی ہر چیز کو قربان کر دے اور محبت میں صلاح وہی ہے کہ اگر اس کو کاٹ کاٹ کر ریزہ ریزہ کر دیا جائے یا آگ میں جلا دیا جائے تو بھی وہ آف تک نہ کرے۔ (بحوالہ مجالس صوفیہ صفحہ ۳۱۸)

ملفوظ نمبر ۴۱: یحییٰ بن معاذ کی کیفیت قلب

حضرت یحییٰ بن معاذؒ سے پوچھا گیا کہ آپ کو ہمتے یا بات کرتے نہیں دیکھا گیا تو فرمایا کوئی گھڑی ایسی نہیں گزرتی کہ اللہ تعالیٰ کی تجلی انوار و اسرار میرے قلب پر نہ ہو۔ جس دل میں دوست کے اسرار و انوار ہوں اسے ہنسی اور باتوں سے کیا واسطہ۔ (اسرار الاولیاء ص ۷)

ملفوظ نمبر ۴۲: دل میں وقعت خدا کو پرکھنے کا نسخہ

حضرت مولانا انور شاہ کشمیریؒ نے فرمایا:

حدیث میں ہے اگر تم دیکھنا چاہو کہ تمہاری وقعت خدا کے یہاں کتنی ہے تو دیکھ لو کہ تمہارے دل میں خدا کی کس قدر وقعت ہے؟ پھر مولانا نے فرمایا آج کل تو خدا کی وقعت و محبت اتنی بھی نہیں ہے جتنی کہ ایک آشنا کی وقعت و محبت ہوتی ہے۔

ملفوظ نمبر ۴۳: قابل تحصیل ذات

ایک اللہ والے نے فرمایا کہ دنیا بھر میں قابل تحصیل صرف ایک ذات ہے اور وہ خدائے تعالیٰ کے ساتھ صحیح تعلق! اور باقی سب بچہ ہے۔

ملفوظ نمبر ۴۴: مقام محبت کے لائق کون ہے؟

ایک اللہ والے کا قول ہے محبت کا مقام تمام مقابلات سے برتر ہے اس مقام کے لائق وہی ہے جو تمام مدارات سے فارغ ہو اور جسے اللہ تعالیٰ کی طلب کے سوا کسی بات کا شعور ہی نہ ہو۔ (بحوالہ مفتح العاشقین صفحہ ۱۹)

ملفوظ نمبر ۴۵: محبت کی مشق

مفتح العاشقین ہی میں اسرار العارفین کے حوالہ سے یہ لکھا ہے کہ مبتدی جب محبت کی مشق کرتا ہے تو چار چیزیں اسے پیش آتی ہیں:

(۱) خلقت (۲) دنیا (۳) نفس (۴) شیطان

پھر فرمایا کہ خلقت کو دور کرنے کا طریقہ گوشہ نشینی ہے، دنیا کو ترک کرنے کے لئے معذرت ہے اور نفس و شیطان کے دفع کے لئے ہر دم اللہ سے التجا کرنی چاہئے۔

ملفوظ نمبر ۴۶: محبت کا شکری

حضرت امام غزالیؒ کا قول ہے کہ انسان کا جسم روح کے لئے سواری اور ہتھیار ہے اور یہ ہتھیار اس لئے دیا گیا ہے کہ اس سے حق تعالیٰ شکر کی معرفت اور محبت کا ناکہ کرے۔

ملفوظ نمبر ۴۷: خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کا ارشاد

ارشاد فرمایا جو شخص محبت الہی کا دعویٰ کرے اور مصیبت کے وقت فریاد کرے وہ جھوٹا ہے کیونکہ اس بات کا نام ہے کہ جو کچھ دوست کی طرف سے آئے اس پر راضی رہے۔

ملفوظ نمبر ۴۸: خالص اللہ سے محبت کرنے والے کتنے ہیں؟

حضرت ابوالقاسم جنید بغدادیؒ فرماتے ہیں میں ایک رات حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں سویا۔ جب کچھ رات گزری تو آپ نے فرمایا جنید تم سوئے ہوئے ہو میں نے کہا نہیں۔ فرمایا اس وقت حق تعالیٰ نے مجھے اپنے سامنے کھڑا کیا پھر فرمایا سری! میں نے جب مخلوق کو پیدا کیا تو سب نے میری محبت کا دعویٰ کیا۔ جب میں نے دنیا پیدا کی تو ہر دس ہزار میں سے نو ہزار دنیا میں مشغول ہو گئے اور میری محبت چھوڑ دی اور ہزار باقی رہ گئے۔ پھر میں نے جنت پیدا کی تو اس کی محبت میں ہزار میں سے نو سو مشغول ہو گئے اور میری محبت چھوڑ دی صرف ایک سو رہ گئے۔ ان پر جب میں نے مصیبت مسلط کر دی تو اس سو میں سے نوے مجھ کو چھوڑ کر مصیبت میں مشغول ہو گئے، صرف دس باقی رہ گئے۔ پھر میں نے کہا تم نے نہ دنیا طلب کی نہ آخرت نہ کسی بلا سے بھاگے پھر تم کیا چاہتے ہو؟ عرض کیا الہی آپ جب مصیبت میں مبتلا کریں گے تو آپ کی مدد سے اور آپ کی رضا میں آپ کے لئے ہم ساری بلائیں جھیلیں گے جو پہاڑ سے بھی نہ اٹھ سکتی ہوں۔ فرمایا تم ہی میرے بچے بندے ہو۔ (کرلٹ لولیا صفحہ ۲۱۸ بوستان لولیا)

ملفوظ نمبر ۴۹: محبت کا ظاہر و باطن

کہا جاتا ہے کہ محبت کا ظاہر بھی ہے اور باطن بھی۔ اس کا ظاہر تو رضائے محبوب ہے اور اس کا باطن یہ ہے کہ وہ محبوب پر اس طرح فریفتہ ہو

کہ محبوب کے سوا کسی چیز کا ہوش نہ رہے، نہ دوسروں سے اس کا تعلق باقی رہے اور نہ اپنی ذات سے اس کا کچھ تعلق رہے۔

ملفوظ نمبر ۵۰: خالص محبت کا مزہ

سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

من ذاق من خالص محبة الله تعالى شغله ذلك عن طلب الدنيا
و اوحشاہ عن جميع البشر۔ (احیاء العلوم ج ۴ ص ۱۵۹)

جس نے اللہ جل شانہ کی خالص محبت کا مزہ چکھا وہ دنیا کی طلب نہ کرے گا اور سب آدمیوں سے وحشت کرنے لگے گا۔

ملفوظ نمبر ۵۱: شوق اعلیٰ ہے یا محبت؟

حضرت شیخ ابن عطاءؒ سے کسی نے سوال کیا کہ شوق اعلیٰ ہے یا محبت؟ انہوں نے جواب دیا محبت۔ کہ شوق تو اسی سے پیدا ہوتا ہے اور کوئی مشتاق ایسا نہیں جس پر محبت کا غلبہ نہ ہو۔ پس ثابت ہوا کہ محبت اصل ہے اور شوق اس کی فروغ ہے۔

ملفوظ نمبر ۵۲: حضرت شمس الدین تبریزیؒ کا ارشاد

صد ہزاراں چو آسمان زمین

پیش جولان عشق تنگ آمد

ترجمہ و تشریح: حق تعالیٰ کی محبت کے درد کی وسعت کے سامنے لاکھوں

آسمان و زمین کی وسعت تنگ معلوم ہوتی ہے۔ (معارف شمس و حمزہ)

ملفوظ نمبر ۵۳: عاشقوں کا سرملیہ

ایک اللہ والے نے لکھا ہے کہ ایک لاکھ علم سے ایک ذرہ عمل اور لاکھ عمل سے ذرہ بھر اخلاص اور لاکھ اخلاص سے ذرہ بھر عشق اور لاکھ عشق سے ذرہ بھر شوق اور لاکھ شوق سے ذرہ بھر درد بہتر ہے۔ حقیقت میں عاشقوں کے لئے

درد اور محبت الہی کے سوائے کچھ اور سرمایہ بہتر اور خوشتر نہیں ہے۔ جس میں درد و محبت نہیں ہے، وہ معرفت کی لذت کیا جانے۔ اگر بلا درد و محبت تو لاکھ زہد و عبادت کرے گا، تو بھی تجھے مزہ اور حلاوت نصیب نہ ہوگی اور اپنے اصلی مطلب تک ہرگز ہرگز رسائی نہ ہوگی۔ (مقاسد السالکین ص ۳۴۳)

ملفوظ نمبر ۵۴: دوست کی تلاش

حضرت عبدالقدوس گنگوہیؒ نے ارشاد فرمایا ۔

من ے جویم و دیگران ے جونید

تا دوست کرا خولہد میلش بکدام است

میں تلاش میں ہوں اور دوسرے بھی تلاش میں ہیں، معلوم نہیں دوست کے چاہتا ہے اور کس سے محبت کرتا ہے۔

طالبانِ دل ہمت کا تو یہ کام ہے کہ ۔

در بحر عمیق غوطہ خواہم خوردن

یا غرق شدن یا گہرے آوردن

کار تو محاطر است خواہم خوردن

یا سرخ کنم روئے ز تو یا گردن

غم کے گہرے سمندر میں غوطے لگاتا رہوں گا یا غرق ہو جاؤں یا گوہر نکال

لاؤں میری قسمت دوست کا کام جان جو کھوں ڈالنا ہے اور میں تیار ہوں خولہ

سرخ روئی حاصل ہو خولہ گردن سرخ ہو یعنی گردن کٹ جائے۔

جب ہمت اسقدر بلند ہوتی ہے تو مشکل کام آسان ہو جاتا ہے اور جو کام مشکل ہوتا ہے وجود کو مشکل نظر آتا ہے لیکن جب راہِ حق میں طالب وجود سے نہیں ڈرتا اور جان پر کھیل جاتا ہے تو وہ مطلوب پا جاتا ہے۔ (مکتوبات قدوسیہ صفحہ ۲۶۸)

ملفوظ نمبر ۵۵: معرفت الہی کو جانچنے کی کسوٹی

وَعَنْ بَعْضِ الْحُكَمَاءِ

مَنْ تَوَقَّعَ أَنَّ لَهُ وَلِيًّا أَوْلَىٰ مِنَ اللَّهِ قَلَّتْ مَعْرِفَتُهُ بِاللَّهِ وَ مَنْ تَوَقَّعَ
أَنَّ لَهُ عَدُوًّا أَعْدَىٰ مِنْ نَفْسِهِ قَلَّتْ مَعْرِفَتُهُ بِنَفْسِهِ۔

(منبہات ابن حجر)

کسی عقلمند نے کہا ہے جو شخص اللہ کے علاوہ کسی اور کو زیادہ دوست یا
کار ساز جانے تو اس کی معرفت الہی میں نقص ہے۔ اور جو اپنے نفس
کے علاوہ کسی دوسرے کو بڑا دشمن سمجھتا ہے تو اس نے اپنے نفس کی
حقیقت کو پہچاننے میں کمی کی ہے۔

ملفوظ نمبر ۵۶: حضرت فضیلؒ کا قول

حضرت فضیل بن عیاضؒ کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ محبت کے لئے کافی
ہے، قرآن انس کے لئے کافی ہے اور موت نصیحت کے لئے کافی ہے۔ اللہ کو
ساتھی بنالے اور ساری مخلوق کو ایک طرف کر دے۔

ملفوظ نمبر ۵۷: حضرت رابعہ عدویہؒ کا قول

حضرت رابعہ عدویہؒ نے ایک روز فرمایا کہ کوئی ہے جو ہم کو ہمارے حبیب
کا پتہ دے۔ ان کی خلامہ نے کہا ہمارا حبیب ہمارے ساتھ ہے مگر دنیا نے ہمیں
اس سے علیحدہ کر رکھا ہے۔

ملفوظ نمبر ۵۸: محبت خدا کو ظاہر نہ کرو

حضرت ذوالنونؒ نے فرمایا کہ جو شخص خدا کی محبت کو ظاہر کرے اس سے
کہہ دو کہ اس بات سے ڈر کہ غیر اللہ کے لئے ذلیل بنے۔

ملفوظ نمبر ۵۹: رضا، طلب، حب اور قرب کی کوئی انتہاء نہیں

ابوطالب مکیؒ نے لکھا ہے کہ رضا کی کوئی انتہاء نہیں۔ اس لئے کہ محبوب
تعالیٰ کی کوئی غایت و انتہاء نہیں اور جنت میں اہل جنت کیلئے رضا مزید انعام ہے
اور محبت کی بھی کوئی انتہاء نہیں۔ اس لئے کہ یہ وصف ہے اور صفات کی انتہاء

نہیں ہوا کرتی اور محبت کی طلب بھی بے انتہاء ہوتی ہے۔ اس لئے کہ یہ قرب سے ہے اور قرب کی کوئی انتہاء نہیں۔

اہل ایمان کو محبت میں اس قدر بلند مقامات ملتے ہیں جس قدر ان پر معانی صفات کے ساتھ حبیب تعالیٰ کی جلی ہوتی ہے اور اہل رضا کے درجات رضا میں اسی قدر علو و رفعت ہوتی ہے جس قدر انہیں علو مشاہدہ حاصل ہوتا ہے اور اہل علمین کو اسی قدر بلندی ملتی ہے جس قدر ان کو قوت ایمان و صفائے یقین حاصل ہوتا ہے۔
(قوت القلوب ج ۲ ص ۲۷۳)

ملفوظ نمبر ۶۰: شیطان کا اللہ کی نافرمانی کرنے کی وجہ

اگر شیطان بھی توبہ کر لیتا تو اس کا بھی کام بن جاتا، لیکن حکیم الامت فرماتے ہیں کہ شیطان میں تین عین تھے، ایک عین نہ تھا۔ عابد کا عین اس میں تھا اور عارف کا عین بھی تھا اور عالم کا عین بھی تھا۔ عالم اتنا بڑا کہ تمام نبیوں کی شریعتوں کے جزئیات اس کو یاد ہیں، کلیات کے ساتھ ساتھ۔ اور عابد اتنا بڑا کہ کوئی زمین اس کے سجدہ سے خالی نہیں رہی۔ اور عارف اتنا کہ انجمن کا ملک رنجیم کے موقع پر اللہ تعالیٰ کے عین غضب کی حالت میں دعا مانگ رہا ہے، کیونکہ جانتا تھا کہ اللہ تعالیٰ تاثر اور انفعال سے پاک ہیں مغلوب الغضب نہیں ہوتے، اس وقت بھی میری دعا قبول کرنے پر قادر ہیں۔ اتنی معرفت تھی لیکن بس عاشق کا عین نہیں تھا اس کے پاس، اگر عاشق کا عین ہوتا تو پھر یہ مردود نہ ہوتا، اگر یہ عاشق ہوتا تو مقابلہ نہ کرتا، بلکہ محبوب حقیقی کی ناراضگی سے بے چین ہو کر سجدہ میں گر پڑتا اور وہی کہتا جو آدم علیہ السلام نے کہا تھا یعنی رَنُصَا ظَلَمْنَا أَنْفُسَنَا۔ اگر یہ ایسا کر لیتا تو اسکی بھی معافی ہو جاتی۔ (فضائل توبہ صفحہ ۶ تا ۷)

ملفوظ نمبر ۶۱: ایک عالم کا فرمان ہے

اللہ کی قسم اللہ کا محبت کبھی بھی اس کی اطاعت سے پیاسا نہیں رہا (ہمیشہ عمل پیرا رہا) چاہے کس قدر بڑے بڑے وسائل لے کر آئے اور ایک دوسرے

کو حق کی وصیت و نصیحت کرنا بھی محبت خدا کی نشانی ہے۔ (قوت القلوب)
ملفوظ نمبر ۶۲: گناہگار پر اللہ کی چار نعمتیں

وَعَنْ سَعْدِ بْنِ بِلَالٍ :

أَنَّ الْعَبْدَ إِذَا أَذْنَبَ مِنْ اللَّهِ تَعَالَى عَلَيْهِ بَارِعَ خِصَالٍ لَا يَحْجُبُ عَنْهُ الرِّزْقُ وَلَا يَحْجُبُ عَنْهُ الصُّحَّةُ وَلَا يَظَاهِرُ عَلَيْهِ الذَّنْبُ وَلَا يُعَالِيهِ عَاجِلًا۔

حضرت سعد بن بلالؒ سے مروی ہے جب بندہ گناہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر چار نعمتیں بدستور باقی رکھتے ہیں: (۱) اس کا رزق بند نہیں کرتے (۲) اس کی صحت نہیں چھینتے (۳) اس کے گناہوں کو ظاہر نہیں فرماتے (۴) اور اس کی فی الفور پکڑ نہیں کرتے بلکہ مزید ڈھیل دیتے ہیں۔ (مسمعات ابن حجر)

ملفوظ نمبر ۶۳: محبت حل ہے یا مقام ہے

لام سہروردیؒ کے نزدیک محبت حل بھی ہے اور مقام بھی۔ وہ فرماتے ہیں کہ محبت کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) محبت عام (۲) محبت خاص

آپؒ فرماتے ہیں:

محبت عام: بعض مشائخ نے محبت کو روحانی مقامات میں شامل کیا ہے ایسی صورت میں اس سے مراد وہ عام محبت ہے جس میں انسان کی تدبیر اور کوشش کو دخل حاصل ہو۔ (عوارف العارف)

محبت خاص: محبت ذات ہے، جو مشاہدۂ روح سے پیدا ہوتی ہے اور اسی محبت میں سکرات لاحق ہوتے ہیں۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے بندے پر احسان اور عنایت ہے۔ اس کا تعلق اجوال سے ہے کیونکہ یہ محض عطیہٴ خداوندی ہے۔ اس میں تدبیر اور کوشش کا کوئی دخل نہیں جب ان کی یہ

خاص محبت صحیح طریقے سے نمودار ہو جائے تو یہ لوگ ارشادِ خداوندی کے مطابق مومنوں سے عاجزی اختیار کرتے ہیں کیونکہ عاشقِ صادق محبوب اور اس کے پسندیدہ لوگوں کے سامنے عاجزی اختیار کرتا ہے۔

اسی طرح امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں محبت کا تعلق حال سے بھی ہے اور مقام سے بھی۔ ان کے نزدیک محبت وہ مقام ہے جو بندے کو مجاہدے ریاضت اور تصفیہ قلب سے حاصل ہوتا ہے یہاں تک کہ اس پر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد صادق آتا ہے:

وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا (العنکبوت: ۶۹)

اور جنہوں نے ہماری راہ میں کوشش کی ضرور ہم اپنے راستے دکھادیں گے۔

ملفوظ نمبر ۶۴: حضرت سری سقطیؒ کا قول

حضرت سری سقطیؒ فرماتے ہیں کہ قیامت کے روز جن کو محبتِ الہی غالب نہ ہوگی ان کو انبیاء علیہم السلام کے اسماء گرامی کے حوالے سے پکاریں گے مثلاً ارشاد ہوگا کہ اے امتِ موسیٰ اور اے امتِ عیسیٰ اور اے امتِ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) مگر محبین اس طرح پکارے جاویں گے کہ اے اولیاء اللہ! خدائے پاک کے پاس چلو۔ ان کے دل خوشی کے مارے نکلے پڑتے ہوں گے۔

آپؒ نے مزید یہ بھی فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ابراہیم کا شوق میری ملاقات کے لئے بہت ہے۔ اور میں ان کی ملاقات کا زیادہ تر مشتاق ہوں اور کہا کہ توریت میں اسی آیت کے قریب یہ بھی مذکور ہے کہ جو شخص مجھ کو طلب کرے گا وہ مجھ کو پاوے گا اور جو میرے سوا کسی اور کو طلب کرے گا مجھ کو نہ پاوے گا۔

ملفوظ نمبر ۶۵: حضرت محمد بن واسعؒ کا ارشاد

حضرت محمد بن واسعؒ فرماتے تھے کہ بہت سے لوگ ایسے ہیں جو یہ خیال کرتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے محب ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ ان سے ناراض ہے۔

ملفوظ نمبر ۶۶: خدا کی تلاش

انسان کی فطرت میں خدا کی تلاش کا جذبہ رکھا گیا ہے۔ اس دنیا کے گوناگوں نظارے اُس کی اس خواہش کی تسلی نہیں کرتے۔ اُس کی روح جب عالم ارواح میں تھی تو خدا سے مانوس ہو چکی تھی مگر اس دنیا میں آنے کے بعد گمراہی کی توجہ اپنے لوازمات زندگی کی طرف مبذول ہو گئی ہے لیکن خدا کی طرف متوجہ ہونے اور اس سے محبت کرنے کے بغیر اس کو سکون و قرار حاصل نہیں ہو سکتا۔ وہ بیماری اور مشکل میں ہوتا ہے تو بھی اس کی زبان سے لفظ ”اللہ“ اور ”یا اللہ“ کے الفاظ بے اختیار نکل آتے ہیں۔ وہ چاہتا ہے کہ اس محبوب حقیقی کو کہیں نہ کہیں سے ڈھونڈ نکالے۔

ملفوظ نمبر ۶۷: محبت روشنی ہے

ایک اللہ والے نے لکھا ہے کہ محبت کا تعلق قال سے نہیں عمل سے ہے۔ جس محبت کا تعلق قال سے ہے وہ فریب ہے۔ جس محبت کا تعلق عمل سے ہے وہی حقیقت میں محبت ہے۔ محبت ایک روشنی ہے جس کی مدد سے انسان خود کو دیکھتا ہے اور پہچانتا ہے جو جتنی محبت کا مالک ہے اتنی ہی بڑی روشنی کا مالک ہے، جو محبت سے محروم ہے وہ درحقیقت اندھیرے میں ہے۔ اہل محبت خدمت کے مالک ہوتے ہیں حکم کے نہیں۔ محبت کا مقام جب قلب پر ہوتا ہے تو یہ فنا ہوتی ہے۔ مدہوش ہوتی ہے ایسے نشے میں ہوتی ہے جس میں ہوش نہیں۔ یہ قلب میں ایک ایسا درد پیدا کرتی ہے جس میں قرار نہیں۔ ایک ایسا ذکر عطا کرتی ہے جس میں چین نہیں اور جب محبت مقام نفس پر پڑتی ہے تو یہ ایک برق ہے جو جلا کر خاک کر دیتی ہے اور نفس کو لاشہ بنا دیتی ہے۔ جب محبت روح میں مقام کرتی ہے تو یہ ایک بقا ہے جسے فنا نہیں اسے حیات ابدی کہتے ہیں جو لوگ حیات ابدی کے مالک ہو گئے انہوں نے اپنے رب کو راضی کر لیا۔ اور اس کے

حبیب ﷺ کو راضی کر لیا وہ اپنی مراد کو پہنچ گئے۔

ملفوظ نمبر ۶۸: کشف المحجوب میں لکھا ہے

محبت کا وجود خلق خدا کے تمام طبقات میں تسلیم کیا جاتا ہے۔ تمام کتب لغات میں بھی اس کا ذکر ہے اور دانشوروں میں سے کوئی شخص اس کا انکار نہیں کرتا اور مشائخ میں حضرت سمنون المحب رحمۃ اللہ علیہ کا مشرب و مسلک خلاصۃً محبت ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ تک رسائی حاصل کرنے کا ذریعہ ہی محبت ہے اور احوال و مقامات اس کی منزل ہیں اور یہ کہ ہر چیز کی محبت معرض زوال و خطر میں ہو سکتی ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی محبت کو کوئی زوال نہیں یہ راستہ ہمیشہ کے لئے کھلا ہے۔ تمام مشائخ عظام کا اس بات پر اتفاق ہے اب چونکہ محبت کا اطلاق بہت وسیع ہو گیا اور ہر ظاہر پرست نے محبت کو غیر اللہ پر چسپاں کرنے کی کوشش کی تو اہل حق نے اس کا نام تبدیل کر کے اسے صفوت (یعنی تصوف) کے نام سے موسوم کیا اور محبت کو صوفی کا نام دیا۔ اور جب طالبان حق نے اپنی مرضی کو ترک کر کے رضائے حق تعالیٰ کی تلاش کی کوشش کی تو مشائخ کے ایک گروہ نے اس مسلک کو فقر کا نام دیا اور طالب کو فقیر کے نام سے موسوم کیا کیونکہ میدان محبت اور اس کی رضا جوئی کے درمیان کوئی فرق نہیں (ہم معنی ہیں)۔

ملفوظ نمبر ۶۹: حضرت سمنون المحب فرماتے ہیں

و حب عند الزهاد اظهر من الاجتهاد و عند التائبين اوجد من
انين و حنين و عند الاتراك اشهر من الفتراك و عند الهنود
صبي الحب اظهر من صبي المحمود و عند الروم قصة الحب
والحبيب اشهر من الصليب و في العرب قصة الحب ادب في
كل حي منه طرب او ويل و هرب و حزن۔

محبت زاہدوں کے نزدیک اجتہاد سے زیادہ ظاہر ہے، اور تائبین کے

نزدیک آہ و فغاں سے آسان تر ہے، اور ترکوں کے نزدیک فتراک (فراق) کا قصہ (کا قصہ) سے زیادہ مشہور ہے، اور ہندوؤں کے نزدیک لڑکے کی محبت محمود خزنوی کے لہز کی محبت سے زیادہ بہتر ہے، اور ملک روم میں قصہ حب و محبوب صلیب سے زیادہ مشہور ہے، اور ملک عرب میں محبت کا موضوع باقاعدہ علم ہے جس میں خوشی اور ہلاکت یا کامیابی و بھائی کی داستانیں ہر قبیلے میں مروج ہیں۔

ان تمام اقوال کا مطلب یہ ہے کہ بنی نوع انسان میں سے کوئی بشر ایسا نہیں کہ جس نے محبت کا زخم نہ کھلیا ہو یا اس سے خوش نہ ہوا ہو۔ کبھی تو اس کا دل مست شراب ہے یا پھر قہر دوست سے خراب ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ دل کی ترکیب میں بے چینی و بیقراری ہے اور عقل بے کار ہے محبت دل کی غذا ہے اور وہ دل جو محبت سے خلل ہے بگل (خاک) ہے۔ محبت کو کوشش اور محنت سے ہٹایا نہیں جاسکتا اور نفس ان لطائف سے بے خبر ہے جو دل پر گزرتے ہیں۔ (کشف الخجب)

ملفوظ نمبر ۷۰: ایک اثر انگیز نصیحت

ایک اللہ والے نے تحریر فرمایا ہے کہ:

اے میرے پیارے بھائی! تو اپنے رب کو جانتا ہے وہ منفرد دیکھتا ہے، غنی و بے نیاز ہے۔ اس نے تجھے پیدا کیا، تیری پرورش کی، وہ غفور رحیم ہے، وہ نئی اور کریم ہے۔

ذرا غور کر! یہ آنکھیں، ہاتھ اور منہ کس نے پیدا کیا؟ کون ہے جس نے تجھے یہ دو آنکھیں عنایت کیں جن سے تو دیکھتا ہے؟ اگر وہ چاہتا تو تجھے اندھا بنا دیتا۔ کیا یہ آنکھیں اللہ تعالیٰ نے نہیں دیں؟ کیا اب بھی تجھے زیب دیتا ہے کہ تو اپنی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کی خیانت کرے، ظلم، جبر اور غلط کاموں میں استعمال کرے؟

میرے بھائی! تجھے یہ زبان کسی نے عطا کی؟
 اگر وہ چاہتا تو تجھے گونگا بنا دیتا۔ کیا تیرے لئے یہ روا ہے کہ تو اسی زبان
 سے اس کی خیانت کرے؟ اسی سے اللہ کی نافرمانی کی باتیں کرے اور وہ سب
 کچھ کھائے پئے جو تجھ پر حرام ہیں؟

میرے بھائی! کیا تو اللہ سے محبت کرتا ہے؟
 اگر محبت کرتا ہے تو اس کی نافرمانی کیوں کرتا ہے؟ کیا جس سے محبت کی
 جائے اس کی نافرمانی کی جاتی ہے؟
 میرے بھائی! تو کتنی دیر زندہ رہے گا؟

ستر سال، سو سال، ہزار سال، پھر کیا ہوگا؟ موت اور یقیناً موت!!!
 اور موت کے بعد اس اللہ سے ملاقات ہوگی جس کی عمر بھر نافرمانی کرتا
 رہا، پھر اسے کیا جواب دے گا؟

میرے بھائی! کیا تو نے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نہیں سنا؟
 قُلْ يٰۤاَعْبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ
 اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذَّنُوْبَ جَمِيْعًا اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ (زمر ۳۹: ۵۳)
 ان سے کہہ دیجئے، اے میرے بندو، جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا،
 اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہوں وہ تو تمام گناہ معاف کرتا ہے، بے
 شک وہ غفور و رحیم ہے۔

میرے بھائی! اس کے باوجود تو معصیت کو کیوں پسند کرتا ہے؟ اللہ کی
 اطاعت کو کیوں ناپسند کرتا ہے؟

تیرے ساتھ اللہ تعالیٰ نے کیا کچھ نہیں کیا، پھر بھی تو اس کی نافرمانی
 کرتا ہے اور اس کی بات کا انکار کرتا ہے۔

کیا اس نے تجھے پیدا نہیں کیا؟ کیا وہ تجھے رزق نہیں دیتا؟ کیا وہ تجھے شفا
 نہیں دیتا؟ پھر تو اس سے دور کیوں بھاگتا ہے؟ وہ تو تجھے اپنی طرف بلاتا ہے۔

کیا تو سمجھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تیری توبہ اور تیری بندگی کا محتاج ہے؟ ہرگز نہیں وہ اس سے بے نیاز ہے۔

ملفوظ نمبر ۷۱: محبت کا ابتدائی درجہ کیا ہے؟

ایک بزرگ نے فرمایا محبت کا ابتدائی درجہ جس کے بغیر محبت کا تصور نہیں کیا جاسکتا وہ یہ ہے کہ محبت اپنی رضا کو محبوب کی رضا میں فنا کر دے اور صرف اپنی ہی رضا نہیں بلکہ دنیا بھر کی رضا محبوب کی رضا میں فنا کر دے۔ یہ محبت کا ابتدائی درجہ ہے آگے اس کی کوئی انتہا نہیں ہے۔ (قربانی کی حقیقت صفحہ ۲۵)

ملفوظ نمبر ۷۲: زندہ اور مردہ کون ہے؟

حضرت شروانیؒ فرماتے ہیں اے محب اگر تو اپنے جسم میں اللہ تعالیٰ کے عشق و محبت میں جلتا بھٹتا دل نہیں رکھتا تو تو زندہ نہیں ہے یعنی جو جسم محبوب حقیقی کے قرب سے محروم ہے وہ مردہ ہے۔ (حیات شروانی)

ملفوظ نمبر ۷۳: خزانہ اور موتی

آپ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ اے خدا جب آپ کی محبت کا خزانہ ہمارے پاس موجود ہے تو میں محتاج خزانہ نہیں کیونکہ مالک خزانہ ہمارے پاس ہے اور جب آپ کی یاد کے آنسو ہمارے پاس ہیں تو میں موتی کا محتاج نہیں ہوں۔

(حیات شروانی صفحہ ۱۶)

ملفوظ نمبر ۷۴: اللہ کی محبت کا نشہ

ایک اللہ والے نے تحریر فرمایا کہ اللہ کی محبت کا نشہ ایسا نشہ ہے جس کے سامنے دنیا و مافیہا کے سارے نشے ختم ہو جاتے ہیں۔ جس کے دل میں اس نشے کا رتی بھر بھی اثر ہو جائے اس دل کی دوا کے لئے طلب دیدار محبوب اور قرب و وصال ایزدی کے علاوہ کوئی چیز کارگر نہیں ہو سکتی۔ اس نشے کے سامنے کوئی اور نشہ قائم نہیں رہ سکتا بلکہ سب اپنی موت مر جاتے ہیں جس طرح

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عصا قدرت الہی سے ایسا اڑدھا بن گیا کہ دنیا کے سارے جلاوگروں کے تمام کرتب اس کے سامنے بے اثر ہو گئے۔ بالکل اسی طرح جب کسی کو محبت الہی اور محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا نشہ نصیب ہو جاتا ہے تو اس کو قدرت الہی سے ایک ایسا سرور، مستی اور کیف حاصل ہوتا ہے کہ وہ ہر چیز سے بے خبر ہو کر ایسی بے خودی میں محو ہو جاتا ہے۔ علامہ اقبال نے اسی نشہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا ہے ۔

دو عالم سے کرتی ہے بیگانہ دل کو

عجب چیز ہے لذتِ آشنائی

محبت الہی کی لذت و آشنائی سے سرشار ہو کر انسان دنیا کی ساری آشنائیوں سے دامن جھٹک دیتا ہے۔ پھر بارگاہِ الہی میں اگر سجدہ بھی کیا جائے تو لذت و سرور اور حلاوتِ ایمانی کی دولت سے سرشاری کے باعث وہ ایک سجدہ اسے دنیا کے جھوٹے پندار اور عارض مفادات کے سامنے جھکنے سے بے نیاز کر دیتا ہے ۔

وہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے

ہزار سجدوں سے دیتا ہے آدمی کو نجات

محبت الہی سے متعلق حضرت جیلانیؒ کے اقوال

ملفوظ نمبر ۷۵:

فرمایا خدا کے سامنے ایسا ہو جا کہ جو بلائیں نازل ہوں تو تیری محبت کا قدم نہ ڈمگائے، تجھ میں کوئی تغیر نہ ہو، ہوائیں اور بادشیں تجھے اپنی جگہ سے نہ ہلا سکیں۔
(الفتح الربانی)

ملفوظ نمبر ۷۶:

فرمایا جو شخص محبت الہی کی شراب پیتا ہے اس کا نشہ بغیر مشاہدہٴ محبوب

کے نہیں اترتے۔

ملفوظ نمبر ۷۷:

فرمایا اے غافل! تو اس کو چاہ جو تجھے چاہتا ہے اور اسی کو طلب کر جو تجھے طلب کرتا ہے اور اسی سے محبت کر جو تجھ سے محبت کرتا ہے اور اسی کا مشتاق ہو جو تیرا مشتاق ہے۔
(الفتح المبین ص ۲۵۸)

ملفوظ نمبر ۷۸:

فرمایا خدا اور غیر کی محبت ایک دل میں جمع نہیں ہو سکتی اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

کسی کے سینہ میں دو دل جمع نہیں کئے ہم نے
پھر فرمایا فانی چیزوں کو چھوڑ دے تاکہ لافانی چیزیں حاصل ہوں۔

(ایضاً صفحہ ۱۷۴)

ملفوظ نمبر ۷۹:

فرمایا تو نعمت کی حالت میں خدا کو محبوب رکھتا ہے، جب بلا آتی ہے تو بھاگ کھڑا ہوتا ہے گویا کہ اللہ تعالیٰ تیرا محبوب تھا ہی نہیں۔

محبت الہی پر بابا فریدؒ کے اقوال

ملفوظ نمبر ۸۰:

فرمایا جس کو حق تعالیٰ کی محبت حاصل ہو جاتی ہے تو پھر اس کو ایسا استغراق ہو جاتا ہے کہ اگر اس کے پاس ہزاروں فرشتے بھی حاضر ہوں تو ان کو کن آنکھوں سے بھی نہ دیکھے۔ اگر اس کو ان کے آنے کی خبر ہو جائے تو وہ کاذب اور دروغ گو ہے۔

ملفوظ نمبر ۸۱:

پھر حضرت نے فرمایا کہ اے درویش! ایک دن خواجہ یوسف چشتی رحمۃ اللہ علیہ سے لوگوں نے پوچھا کہ تلو محبت کون لوگ ہیں؟ جواب دیا وہ لوگ جو دوست کے سوا کسی دوسرے کی یاد میں مشغول نہیں رہتے۔ اس لئے کہ دوست کے ماسوا کسی سے اگر کوئی شلو ہوتا تو پھر یقین جانو کہ تمام غم و اندوہ سے وہ نزدیک ہو گیا ہے اور جو شخص کہ دوست کی خدمت اور محبت سے مانوس ہے تمام قسم کے اندوہ اس سے دور ہو جائیں گے، جس کا دل دوست سے لگا ہوا نہیں ہے اور اس کو محبت کا دعویٰ کرنا زیب نہیں دیتا۔ (ملفوظات بابا فرید صفحہ ۱۳۸)

ملفوظ نمبر ۸۲:

پھر حضرت نے فرمایا کہ اے درویش! حق تعالیٰ کی محبت ایک بادشاہ کی طرح ہے کہ جب وہ عاشق کے دل پر قابض ہو جاتا ہے تو پھر اس میں کسی دوسرے کو ٹھہرنے کی اجازت نہیں دیتا۔ (ایضاً صفحہ ۱۳۷)

ملفوظ نمبر ۸۳:

حضرت نے فرمایا کہ اے درویش! محبت کے سات مقلات ہیں اور اس میں پہلا مقام یہ ہے کہ جب کسی شخص پر دوست کی طرف سے کوئی مصیبت نازل ہو تو وہ اس پر صابر رہے۔ (ایضاً صفحہ ۱۳۴)

ملفوظ نمبر ۸۴: قلب میں جب تک جان ہے

فرمایا کہ جو شخص محبت اور عشق کا دعویٰ کرتا ہے وہ معشوق کا دروازہ اس وقت تک کھٹکھٹاتا رہے جب تک اس کے قلب میں جان ہے اس واسطے کہ شاید کسی وقت کھل جائے۔ (اسرار الاولیاء صفحہ ۶)

ملفوظ نمبر ۸۵:

پھر فرمایا کہ اے درویش! محبت آتش الہی کی تلو ہے وہ جس چیز پر گرتی

(اسرارِ لولیا)

ہے اس کے ٹکڑے کر دیتی ہے۔

ملفوظ نمبر ۸۶:

اس کے بعد فرمایا کہ اے درویش! خواجہ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں عالم شوق اور اشتیاق میں اکیلا دوست کی بارگاہ میں گیا اور ملکوت کے ارد گرد پھر رہا تھا۔ فرمان ہوا اے بایزید! ہماری بارگاہ میں کیا تحفہ لائے ہو؟ میں نے عرض کیا کہ محبت اور رضاء جن دونوں کے بلا شہ آپ ہی ہیں۔ پھر آواز آئی کہ اے بایزید! بڑی اچھی چیز لائے ہو۔ ہماری بارگاہ کے لائق یہی چیزیں ہیں۔

(اسرارِ لولیا)

ملفوظ نمبر ۸۷:

پھر فرمایا کہ جس کی ہمت محبت کی طرف ہو وہ جلد ہی اللہ تک پہنچ جاتا ہے اور جسکی ہمت محبت کی طرف نہیں ہوتی وہ دوزخ کے نزدیک ہو جاتا ہے۔

ملفوظ نمبر ۸۸:

پھر حضرت نے فرمایا کہ اے درویش! حق کی محبت میں سچا وہ شخص ہے جو کہ تمام وقت دوست کی یاد اور ذکر میں مشغول رہے اور ایک لمحہ کیلئے بھی حق تعالیٰ کے ذکر سے غافل نہ رہے۔ اہل سلوک کہتے ہیں کہ جو آدمی خدا کو دوست رکھتا ہے وہ اسکا ذکر بہت کرتا ہے اور ذرا دیر کے لئے بھی اس کی یاد سے خالی نہیں رہتا ہے چنانچہ جتہ العارفین میں آیا ہے من احب شیئا اکثر ذکرہ (معنی: جو کسی چیز کو پسند کرتا ہے اس کا ذکر بار بار کرتا ہے۔) (ملفوظات بابا فرید ۱۳۵)

ملفوظ نمبر ۸۹:

ارشاد فرمایا کہ میں نے خواجہ قطب الدین بختیار خاں قدس سرہ العزیز کی زبان سے سنا ہے کہ حق تعالیٰ کی محبت انسان کے تمام اعضاء میں سرشت کی گئی ہے اور ہر انسان کو اللہ نے اپنی محبت کے خیر سے گوندھا ہے چنانچہ آنکھ

ہے تو وہ دوست کی محبت میں مستغرق اور لبالب ہے، کان ہے تو دوست کی بات سننے کی محبت میں مشغول ہے، ہاتھ اور پیر ہیں تو سب کے سب اس کی محبت میں سرشار ہیں۔ پس اے درویش! انسانی عضو کا ذرا سا حصہ بھی حق تعالیٰ کی محبت سے خالی نہیں ہے۔
(ملفوظات پلا فرید صفحہ ۳۸)

ملفوظ نمبر ۹۰:

فرمایا کہ عاشق کا دل محبت کا آتش کدہ ہوتا ہے جو اس میں جلنے لے جلا دیتا ہے اور مانجڑ کر دیتا ہے کیونکہ عشق کی آگ سے بڑھ کر کوئی آگ تیز نہیں ہے۔

ملفوظ نمبر ۹۱:

اس کے بعد فرمایا کہ ایک مرتبہ خواجہ بایزید بطلای علیہ الرحمۃ مقام قرب میں پہنچے تو غیب سے آواز آئی کہ اے بایزید! آج تیری درخواست اور ہمدی بخشش کا وقت ہے جو چاہتا ہے مانگ ہم دیں گے۔ خواجہ صاحب نے سر پہ سجود ہو کر عرض کیا کہ بندے کو خواہش سے کیا واسطہ جو کچھ بادشاہ سے عطا ہو گا اسی پر راضی ہے۔ ندا آئی بایزید! ہم نے تجھے آخرت عطا کی عرض کی یا الہی! قید خانہ ہے۔ پھر آواز آئی اے بایزید! جنت، دوزخ، عرش اور کرسی جو ہمدی ملکیت ہے سب کچھ تجھے دیا۔ عرض کیا نہیں بادی تعالیٰ مجھے تیری طلب ہے۔ تیری دوزخ ایک آہ سے مابود کر دوں گا اس لئے کہ محبت کی آگ کے مقابلہ میں دوزخ کی آگ کی کچھ حقیقت نہیں ہے۔ آواز آئی اے بایزید تو جو کچھ چاہتا ہے وہ تجھے مل گیا۔ (دلیل المدفین)

خواجہ معین الدین چشتیؒ کے ارشادات

ملفوظ نمبر ۹۲:

ارشاد فرمایا کہ ملک الموت کے بغیر دنیا کی قیمت جو بھر کی نہیں۔ پوچھا!

کیوں؟ اس لئے کہ حدیث ہی ہے الموت جسر یوصل العیب الی العیب
موت ایک پل ہے جو دوست کو دوست سے ملاقات کراتا ہے۔

ملفوظ نمبر ۹۳:

اس کے بعد فرمایا دوست وہ ہے جو دل سے یار کرے اس لئے کہ دل یار
کے لئے پیدا کئے گئے ہیں خاص کر عرش کے گرد طواف کریں جیسا کہ اللہ رب
العزت فرماتا ہے:

اے میرے بندے! جب میرا ذکر تجھ پر غالب آجائے گا تو میں تیرا
عاشق ہو جاؤں گا یعنی تیرا محب۔ (دلیل العرفین)

ملفوظ نمبر ۹۴:

بعد میں خواجہ صاحب نے فرمایا:

العبد امن رجع الی اللہ و تعلق باللہ و سکر بقرب اللہ فنسی
نفسہ ما سوا اللہ فلو قلت له ما این انت و این ترید لم یکن له
جواب غیر اللہ

جب بندہ حق تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے اور اس سے تعلق پیدا کرتا
ہے اور اسکے قرب میں مست ہوتا ہے تو سوائے اللہ اور اپنے تئیں بھی
بھول جاتا ہے۔ اگر اس سے پوچھا جائے تو کہاں جا رہا ہے اور کیا چاہتا
ہے تو اس سے زیادہ جواب نہیں دے سکتا کہ ”اللہ“۔ (افضل الفوائد)

ملفوظ نمبر ۹۵:

اس کے بعد فرمایا کہ میں نے شیخ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ کی زبانی سنا کہ
اللہ تعالیٰ کے ایسے دوست بھی دنیا میں ہیں اگر وہ ان سے ایک لمحہ حجاب میں
رہے تو وہ نابود ہو جائیں اور عبادت نہ کر سکیں۔ (دلیل العرفین)

ملفوظ نمبر ۹۶:

اس کے بعد فرمایا کہ حلیٰ لوگ تو قالب کو لے کر جلد کعبہ کا طواف کرتے ہیں، مشاہدہ پھر بھی حاصل نہیں ہوتا مگر محبت اور عاشق لوگ دل سے جب عظمت کے عرش کا طواف کرتے ہیں اگر اس کے سوا کسی اور چیز کو دیکھ پاتے ہیں تو فریاد کرتے ہیں وہ صرف اس کے مشاہدہ کو پسند کرتے ہیں۔

ملفوظ نمبر ۹۷:

فرمایا کہ اہل سلوک میں محبت ایک ایسا عالم ہے کہ لاکھوں علماء اس کے سمجھنے کیلئے کوشاں ہیں لیکن ذرہ بھر بھی سمجھ نہیں پاتے۔ زہد میں ایسی لطافت ہے جس کی زہدوں کو خبر نہیں۔ وہ اس سے غافل ہیں۔ وہ ایک مجید ہے جو دونوں جہانوں سے باہر ہے جسے اہل محبت اور اہل عشق کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

ملفوظ نمبر ۹۸:

فرمایا ایک دفعہ خواجہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ محبت کی رضا کیا ہے؟ فرمایا اگر ساتوں دوزخ مع عظمت و ہیبت ان کے دائیں ہاتھ پر رکھ دئے جائیں تو یہ نہ کہے کہ بائیں ہاتھ پر رکھ دو۔ (دلیل الحدیث)

ملفوظ نمبر ۹۹:

فرمایا ایک مرتبہ خواجہ شمس الدین سے ایک شخص نے محبت کے متعلق سوال کیا کہ بد بختی کی علامت کیا ہے؟ فرمایا نافرمانی کرنا اور قبولیت کی امید رکھنا۔

ملفوظ نمبر ۱۰۰:

فرمایا کہ اہل محبت وہ لوگ ہیں جو صرف دوست کی بات سنتے ہیں لحدیث عن قلبی دینی یعنی عاشقوں کا دل صرف حق تعالیٰ کی بات سنتا ہے۔

ملفوظ نمبر ۱۰۱:

فرمایا جب صاحب محبت مر جاتا ہے تو اسے جلدی بخش دیا جاتا ہے.....

ایک درویش کو جنگل میں دیکھا کہ مر گیا ہے اور ہنس رہا ہے کہا تو تو مر گیا ہے کیوں ہنستا ہے کہا کہ اللہ کی محبت کی مرضی ہی ایسی تھی..... اسی موقعہ کے مناسب فرمایا دل وہ ہے جو اپنے حال سے فانی ہو اور مشاہدہ دوست میں باقی ہو، اللہ تعالیٰ اس کے اعمال پر غالب ہو اور اس کا اپنے آپ پر کچھ اعتبار نہ ہو اور عرش تک اسے قلم نہ ہو۔

ملفوظ نمبر ۱۰۲:

فرمایا توبہ اصح (یعنی سچی توبہ) میں تین باتیں ہیں:
اول کم کھانا روزے کے لئے، دوسرے کم سونا اطاعت کے لئے، تیسرے کم بولنا دعا کے لئے۔

پہلے سے خوف، دوسرے اور تیسرے سے محبت پیدا ہوتی ہے پس خوف کے ضمن میں گناہ کا ترک ہے تاکہ آگ سے نجات حاصل ہو اور اطاعت اس لئے کہ جنت میں جگہ ملے اور ابدی زندگی حاصل کر سکے اور محبت کے ضمن میں فکروں کا اجتہاد کرنا ہے اس لئے کہ رضائے الہی حاصل ہو۔

ملفوظ نمبر ۱۰۳:

فرمایا محبت میں عارف وہ ہے جو ذکر کے سوا کسی کو دوست نہ رکھے۔

ملفوظ نمبر ۱۰۴: محبت میں سچا کون؟

خواجہ معین الدین چشتیؒ نے فرمایا محبت میں سچا وہ ہے جو دوست کی بھیجی ہوئی بلا کو قبول کر لے۔

ملفوظ نمبر ۱۰۵:

فرمایا عاشق کا دل محبت کی آگ کا آئینہ ہے، جو چیز اس میں آتی ہے جل بھن کر فنا ہو جاتی ہے۔

ملفوظ نمبر ۱۰۶:

محبت کی آگ سے بڑھ کر کوئی آگ نہیں ہے۔ (دلیل الحدیث)

ملفوظ نمبر ۱۰۷:

فرمایا محبت کا دعویٰ اس کو کرنا چاہئے جو دوست کی بلا پر صبر کر سکے کیونکہ دوست کی بلا دوست کے واسطے ہے جس روز یہ بلا نازل نہ ہو سمجھنا چاہئے کہ یہ نعمت اس سے لے لی گئی۔ (بجلاس صوفیہ صفحہ ۱۰۰)

حضرت نصیر الدین چرغ دہلویؒ کے اقوال

ملفوظ نمبر ۱۰۸: محبت کس کا نام ہے

فرمایا کہ خالص محبت اس کا نام ہے کہ محبوب چیز کو دوست کی خاطر ایامہ کر دے جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی محبت کی خاطر اپنے فرزند کو قربان کرنا چاہا تو حکم ہوا کہ اے ابراہیم! تو ہماری دوستی میں ثابت قدم ہے، اپنے بیٹے کو قربان نہ کر، ہم اس کے عوض بہشت سے ایک دنبہ بھیجے ہیں اس کی قربانی کر اور بیٹے کو چھوڑ دے۔

ملفوظ نمبر ۱۰۹: محبت صلاق

ایک مرتبہ حضرت خواجہ نصیر الدین چرغ دہلوی چشتی بہت زار زار روئے اور بیہوش ہو گئے۔ جب ہوش میں آئے تو فرمایا کہ محبت میں صلاق وہ ہے کہ اگر اسے ذرہ ذرہ کر دیا جائے یا آگ میں جلا دیا جائے تو ثابت قدم رہے، جو ان حالتوں میں ثابت قدم نہ ہوگا تو وہ محبت میں بھی ثابت قدم نہ ہوگا۔

حکیم الامت حضرت مولانا تھانویؒ کے اقوال

ملفوظ نمبر ۱۱۰:

فرمایا کہ ہم لوگوں کو خدا سے پوری محبت ہی نہیں اس لئے اس کے احکام

کے حلیم کرنے میں ٹھہل ہوتا ہے۔ جو خدا کا عاشق ہو گا وہ تو ہر حکم کو سر
آنکھوں پر رکھے گا اور جو حالت بھی اس کو خدا کی طرف سے پیش آئے گی اس
میں خوش ہو گا۔ (حقیقت مل و جہد ص ۲۰۸)

ملفوظ نمبر ۱۱۱:

کسی نے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ حضرت گانا سنے سے
محبت بڑھتی ہے، آپ نے فرمایا صحیح ہے محبت بڑھتی ہے لیکن یہ محبت مقبول
نہیں۔ (ماہنامہ الخیر جنوری ۱۹۹۶ء)

ملفوظ نمبر ۱۱۲:

فرمایا عاشق کو اس سے بحث نہیں ہوتی کہ میرے عمل پر کچھ ثمرہ
مرتب ہوا یا نہیں۔ وہ تو محض محبت کی وجہ سے محبوب کی خدمت و اطاعت
کرتا ہے چاہے کامیابی ہو یا ناکامی۔ (کلمات اشرفیہ ص ۷۴)

ملفوظ نمبر ۱۱۳: اللہ کا محبوب بننے کی ترکیب

فرمایا اللہ تعالیٰ کے محبوب اور محبت بننا چاہتے ہو تو اعمال میں بہت کر کے
شریعت کے پابند رہو، ظاہر اُ بھی اور باطن بھی اور اللہ اللہ کرو اور کبھی کبھی اللہ
اللہ کی محبت میں جلیا کرو اور وہ جو کتابیں بتائیں ان کو پڑھا کرو۔ (ایضاً صفحہ ۸۰)

ملفوظ نمبر ۱۱۴: محبوب کی ہر لواپیری

فرمایا محبت وہ چیز ہے کہ محبوب کی ہر ہر لوا محبوب ہو جاتی ہے۔ اس زمانہ
میں اس کی مثل عزت ہے کہ جس کی آج کل عزت اور بڑائی ملنی جاتی ہے اسی
کے طرز پر لوگ چلنے لگتے ہیں۔ معتبر طریقہ سے معلوم ہوا ہے کہ ہندوستان
میں ایک بادشاہ لنگڑا کر چلتا تھا تو جو لوگ فیشن کے شوقین تھے انہوں نے بھی
لنگڑا کر چلنا شروع کر دیا تھا۔ اسی طرح ایک بادشاہ کی داڑھی گھوڑم تھی تو لوگ
مدت تک اسی قسم کی داڑھی رکھتے تھے، بلکہ شاید یہ دعا کرتے ہوں کہ ہماری

دڑھی اسی قسم کی پیدا ہوا کرے اور ہم لنگڑے ہو جائیں تو دیکھئے عزت اور عظمت کا وجہ سے اس زمانہ میں لوگوں نے دوسری قوموں کا سا لباس پہننا شروع کر دیا۔ اس کی ایسی پابندی کی کہ مولوی منع کرتے کرتے تھک گئے لیکن لوگوں پر کچھ اثر نہ ہوا حالانکہ اس میں کوئی ضرورت بھی نہیں نہ چھوڑنے میں کوئی معذوری ہے۔ بعض گناہ تو ایسے ہوتے ہیں کہ ظاہر میں کسی قدر ان میں معذوری بیان کی جاسکتی ہے جیسے رشوت کا دینا یا شہدستی میں لینا کہ واقع میں تو اس میں بھی کوئی معذوری نہیں لیکن ظاہر میں کچھ وہی ضرورت نکل سکتی ہے۔ لیکن وضع میں تو کوئی مجبوری وہی بھی نہیں مگر پھر بھی وضع کا چھوڑنا دشوار ہو رہا ہے۔

(تہذیب المواعظ ج ۱ ص ۳۵۴)

ملفوظ نمبر ۱۱۵: محبت کیلئے دیکھنا شرط نہیں

ایک شخص نے حضرت حکیم الامت تھانویؒ سے عرض کیا کہ میں اپنے قلب میں حق تعالیٰ شہنہ کی محبت محسوس کرتا ہوں مجھ کو تعجب ہے کہ بدون دیکھے محبت کیسے ہو گئی ارشاد فرمایا کہ محبت کے لئے دیکھنا شرط نہیں دیکھو تم اپنی جان سے محبت کرتے ہو حالانکہ جان کو کبھی دیکھا نہیں۔ (معارف شمس تبریز)

ملفوظ نمبر ۱۱۶: حق تعالیٰ شہنہ کی شفقت کی دلیل

فرمایا حق تعالیٰ فرماتے ہیں جب کسی کو قرض دیا کرو تو لکھ لیا کرو اور اس پر دو آدمیوں کو گولہ بنا لیا کرو۔ اس سے معلوم ہوا کہ حق تعالیٰ کو ہمارے ساتھ (محبت) و شفقت ہے کہ ہمارے پیسوں کا نقصان نہ ہو۔ (کلمات اشرافیہ)

ملفوظ نمبر ۱۱۷:

فرمایا حق تعالیٰ شہنہ جس سے محبت کرتے ہیں اس کو دنیا سے بچاتے ہیں اور حدیث اللہ تعالیٰ جس کو چاہتے ہیں اس کو دنیا سے ایسے بچاتے ہیں جیسا کہ تم استقاء کے بیمار کو پانی سے بچاتے ہو۔ (ایضاً صفحہ ۸۸)

ملفوظ نمبر ۱۸:

فرمایا اللہ سے محبت رکھنے والا کسی کافر، کسی بی بی اور کتے کے ساتھ بھی قلم نہیں کرتا۔
(ایضاً صفحہ ۱۷۷)

ملفوظ نمبر ۱۹:

فرمایا کہ آکا اپنے نوکر کو چار روپے دیتا ہے اور کتنا کام اس سے لیتا ہے، حالے اللہ نے ہم کو کتنی نعمتیں دی ہیں پھر مطالبہ کچھ نہیں ہے صرف چند چیزوں سے پچا چند چیزوں کو کرتا۔
(ایضاً ۲۱۲)

ملفوظ نمبر ۲۰:

فرمایا کہ محبت الہی کے حصول کیلئے دعا بہت بڑا ذریعہ ہے۔ (کلمات اثریہ)

ملفوظ نمبر ۲۱:

فرمایا اگر اللہ تعالیٰ ہمیں گناہ کرنے سے نہ بھی روکتے تو اللہ تعالیٰ کے احکامات اتنے ہیں کہ ہمیں اس کی نافرمانی سے خود رک جانا چاہئے تھا۔

ملفوظ نمبر ۲۲:

فرمایا کہ جو شخص اللہ کی محبت کو حاصل کرنا چاہتا ہے اسے چاہئے کہ ”
تین کام کرے۔ (۱) محبت اللہ کا التزام کرے (۲) ذکر اللہ کا التزام کرے۔
(۳) کتابوں سے بچے۔

ملفوظ نمبر ۲۳:

ارشاد فرمایا کہ جب اللہ کہو تو یہ نیت کرو کہ اے اللہ اپنے نام کے صدقے میں اپنی محبت عطا فرما دیجئے۔

ملفوظ نمبر ۱۲۴: خدا کے ساتھ محبت کیسی ہو؟

ارشاد فرمایا کہ اے مسلمانو! خدا کے ساتھ ”حالت ہونی چاہئے جو ایک

محبوب مجازی کے ساتھ ہوتی ہے کہ ہر دم عاشق اسی کی دھن میں رہتا ہے گو دنیا کے سارے دھندے بھی کرتا ہے مگر اس کا خیال کبھی دل سے نہیں اترتا۔ بس یہ حال ہوتا ہے ۔

چو میرد مبتلا میرد چو خیزد مبتلا خیزد

تو کم از کم طلب خدا کا یہ حال تو ہونا چاہئے جو ایک مردار کسی کے عاشق کا ہو جاتا ہے کہ وہ کسی وقت دل سے نہیں اترتی ۔
عشق مولیٰ کے کم از لیلیٰ بود
گوئی گشتن بہر او اولیٰ بود

کیا خدا کی محبت ایک مخلوق کی محبت سے بھی کم ہو گئی؟ اگر نہیں تو پھر کیا وجہ ہے کہ خدا کی ایسی دھن نہ ہو۔ واللہ جو سچا ہوگا اس کے دل کو ہر وقت خدا تعالیٰ کی دھن لگی ہوگی۔ چنانچہ ایسے ہی لوگوں کی بابت ارشاد ہے رَجَالَ لَا تُلْهِهِمْ الخ کہ وہ ایسے لوگ ہیں جن کو تجارت اور خرید و فروخت خدا کی یاد سے غافل نہیں کرتی۔ (سبیل النجیح صفحہ ۴۵ و ۴۶ بحوالہ خطبات حکیم الامت)

احقر کے پیر و مرشد حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب

دامت برکاتہم کے ارشادات

مرشدی حضرت والا کو اللہ تعالیٰ نے اپنی محبت کا وہ دردِ غم عطا فرمایا ہے کہ جس کی نظیر احقر کی نظر میں شاذ و نادر ہی مل سکتی ہے۔ حضرت والا کے سینہ کو اللہ تعالیٰ نے بچپن ہی سے درد و محبت عطا فرمایا تھا اس وجہ سے حضرت والا کو بچپن ہی سے اللہ تعالیٰ سے بے انتہا محبت تھی اسی نسبت سے حضرت والا مولانا روٹی سے بھی بے حد محبت کرتے ہیں کیونکہ مولانا روٹی نے محبت الہی سے متعلق بڑے درد بھرے اشعار کہے ہیں۔ ایک مرتبہ حضرت والا نے فرمایا کہ مجھے بچپن ہی سے مثنوی مولانا روم سے خاص لگنو تھا اور میں نابالغی کے زمانہ

میں تنہائی میں اللہ تعالیٰ کی محبت میں اشعار پڑھ کر رویا کرتا تھا۔ خصوصاً یہ چند اشعار حضرت والا بڑی کثرت سے پڑھا کرتے تھے۔

سینہ خواہم شرح شرحہ از فراق

تا بگویم شرح از درد اشتیاق

ترجمہ: اے اللہ آپ کی جدائی کے غم میں اپنا سینہ ٹکڑے ٹکڑے چاہتا

ہوں تاکہ آپ کی محبت کی شرح درد اشتیاق سے بیان کروں۔

ہر کرا جامہ ز عشقے چاک شد

او ز حرص و عیب کلی پاک شد

ترجمہ: عشق حقیقی کی آگ سے جس کا سینہ چاک ہو گیا وہ حرص و

ہوس عجب و کبر حب دنیا و حب جاہ حسد و کینہ وغیرہ جملہ رذائل سے

پاک ہو گیا۔ اور مثنوی کا یہ شعر بھی حضرت والا کا نہایت پسندیدہ ہے۔

آہ را جز آسمان ہمد نمود

راز را غیر خدا محرم نمود

ترجمہ: میں ایسے سناٹے میں آہ کرتا ہوں جہاں سوائے آسمان کے کوئی

میری آہ کا سننے والا نہیں ہوتا اور میری محبت کے راز کا سوائے خدا کے

کوئی محرم نہیں ہوتا۔

احقر نے حضرت والا کے تعلق مع اللہ کا مختصر سا تذکرہ اس لئے کیا کہ

قادرین حضرت والا کے لاشعات کے پڑھنے سے پہلے رحمت الہی کی بارش میں

دوب جائیں کیونکہ ملا علی قادی نے مشکوٰۃ کی شرح مرقاۃ میں لکھا ہے

إِنَّ الرِّحْمَةَ تَنْزِلُ عِنْدَ ذِكْرِ الصَّالِحِينَ

بے شک اللہ دلوں کے تذکرہ سے اللہ کی رحمت نازل ہوتی ہے۔

تو بات یہ چل رہی تھی کہ حضرت والا کو اللہ تعالیٰ نے بچپن ہی سے درد

دل عطا فرمایا تھا اور اللہ تعالیٰ نے اپنی محبت کو سارے عالم میں نشر کروانے کے

لئے حضرت والا کو وہ محبت بھری باتیں الہام فرمائیں جن کو احقر نے نہ کسی

کتاب میں پڑھانہ کسی سے ایسے محبت الہی سے لبریز ارشادات سنے چنانچہ احقر مؤلف نے حضرت والا کے کچھ ارشادات یہاں نقل کئے ہیں۔

ملفوظ نمبر ۱۳۵:

ارشاد فرمایا کہ: مولانا رومی اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرماتے ہیں۔

ملو! را مہر من آموختم

اے لوگو! اور ملو! کی محبت پر ناز کرنے والو! ماں کی محبت میں نے ہی تو پیدا کی ہے، ان کے جگر میں ماما میں نے ہی تو رکھی ہے لہذا میری محبت کا کیا عالم ہوگا۔ تھوڑا سا اس کو قیاس کرو ملو! کی محبت پر ناز کرنے والو! میری محبت کو بھی سوچو کہ جس کی مخلوق میں یہ اثر ہے کہ ماں اپنے بچوں کی تکلیف سے بے چین ہو جاتی ہے چھوٹے بچے بستر پر پیشاب کر دیتے ہیں ماں سوکھی جگہ پر بچہ کو سلا دیتی ہے اور گیلی جگہ پر خود لیٹ جاتی ہے رات بھر سردی میں کانپ رہی ہے لیکن اپنے بچہ کو وہاں نہیں سونے دیتی۔ اگر بچے ذرا بیمار ہو جاتے ہیں تو رات بھر اس کی نیند حرام ہو جاتی ہے ڈاکٹروں کے یہاں دوڑ رہی ہے، بزرگوں سے دعائیں کر رہی ہے تعویذات لارہی ہے۔

تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ملو! کی محبت پر ناز کرنے والو! ہماری محبت کو بھی سوچا کرو کہ جب ہماری مخلوق میں یہ اثر ہے تو ہم تمہارے ساتھ کتنی محبت کرتے ہیں لیکن تم محبت کا ایک طرفہ ٹرینک چلا رہے ہو کہ ہم تو تمہارے ساتھ محبت کرتے ہیں اور تم ہماری یاد میں غفلت کرتے ہو۔ تم نے ہماری کوئی قدر نہ کی۔ وَمَا قَلَرُوا اللَّهَ حَقَّ قَلَرِهِ۔

ملفوظ نمبر ۱۳۶: دنیا کی محبت اور اللہ کی محبت کا امتزاج

ارشاد فرمایا کہ ایک دفعہ کانپور جاتے ہوئے باندہ میں مولانا صدیق صاحب کے یہاں جا رہا تھا تو ایک جگہ کانپور کے تاجر حضرات جمع ہو گئے۔ مجلس میں جامع العلوم کے مفتی منظور صاحب بھی تھے تو ان لوگوں نے مفتی صاحب کو

وکیل بنایا کہ آپ مسئلہ پوچھیں کہ یہ جو کہتے ہیں کہ دنیا کو لات مارو، دنیا سے محبت مت کرو تو بغیر محبت کے ہم کیسے کارخانے اور فیکٹریاں چلا سکتے ہیں۔ اگر محبت نہ ہو تو راتوں کو جاگنا یونین سے پنہاں مال منگوانا بڑا مشکل ہے۔ خاصی مشغولی ہوتی ہے تاجر کو۔ تو میں نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ بیوی بچوں ماں باپ، کارخانوں اور تجارت کی جائز محبت سے منع نہیں کرتے بلکہ ان کی شدید محبت بھی جائز ہے لیکن اللہ تعالیٰ بس یہ چاہتے ہیں کہ اس کی محبت دنیا کی تمام محبتوں پر غالب ہو جائے چنانچہ ارشاد باری ہے وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِلَّهِ اور ایمان والے اللہ سے اشد محبت کرتے ہیں (سورہ بقرہ آیہ ۱۶۵) اگر ماں باپ، بیوی بچوں، تجارت اور فیکٹریوں کی محبت ففتی پرسنٹ (پچاس فیصد) ہے تو اللہ کی محبت ففتی دن (ایکاون فیصد) کر لیں۔ ایک پرسنٹ اللہ کی محبت زیادہ کر لو بس کامل مومن ہو جاؤ گے۔

ملفوظ نمبر ۱۲۷:

ارشاد فرمایا کہ خدا کی محبت پہاڑوں کو پیس دیتی ہے۔ یہ جو کہتے ہیں کہ صاحب میرے لئے یہ مشکل ہے وہ مشکل ہے یہ اسی وقت تک ہے جب تک اللہ کی محبت نہیں ملی۔ جس دن خدا کی محبت دل میں پیدا ہو جائے گی مشکل کے سارے پہاڑ پیس کر ریت بنائے گی۔

عشق ساید کوہ را مانند ریگ

عشق پہاڑ کو پیس کر ریت بنا دیتا ہے اور

عشق جوشد بحر را مانند دیگ

اللہ کی محبت سمندر کو جوش دے سکتی ہے تو یہ ہمارا آپ کا سینہ کیا چیز

(تعلق مع اللہ)

ملفوظ نمبر ۱۳۸:

ارشاد فرمایا کہ میرا ذوق یہ ہے کہ جس نے ایک بار بھی اخلاص سے اللہ

کا نام لیا اللہ تعالیٰ اس کو جہنم میں نہیں ڈالیں گے۔ ان کا نام بہت بڑا نام ہے جس کے منہ سے ایک بار بھی محبت سے ان کا نام نکل گیا اللہ کی رحمت غیر محدود سے بعید ہے کہ اس کو جہنم میں ڈال دے اور جس کا ایک آنسو اللہ کے نکل گیا وہ کبھی مردود نہیں ہو سکتا، اس کا سوء خاتمہ نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں وہ آنسو محفوظ ہو جاتا ہے اگر کبھی نفس سے مغلوب ہو کر وہ اللہ سے بھاگ بھی جائے تو اللہ کے علم میں وہ آنسو محفوظ ہوتا ہے۔ اس کو بہانہ بنا کر اللہ تعالیٰ کی رحمت اس کو تلاش کر لیتی ہے کہ یہ کبھی ہمارے لئے رویا تھا، اس کو ہم کیسے ضائع کر دیں۔ (موہب ربانیہ)

ملفوظ نمبر ۱۳۹: اللہ سے محبت کی عجیب عقلی دلیل

ارشاد فرمایا کہ پوری کائنات میں صرف اللہ تعالیٰ کی ایک ذات ہے کہ جہاں ان کا نام لیا جاتا ہے وہاں ان کا مسکن بھی ہے اسی لئے اللہ کے عاشقوں کو فراق سے پالا نہیں پڑتا۔ وہ ہر وقت صاحب وصل ہیں کیونکہ جہاں اللہ کا نام لیا وہیں اللہ موجود ہے۔ دنیا کا کوئی گوشہ ایسا نہیں ہے جہاں اللہ نہ ہو و ہو معکم اینما کتم لہذا ایسا محبوب اللہ کے سوا کوئی اور نہیں ہو سکتا اس لئے عقلاً بھی اللہ سے محبت کرنا فرض ہے کیونکہ محبت نہیں چاہتی کہ فصل ہو، جدائی ہو اور دنیا کے محبوبوں میں جدائی کا امکان رہتا ہے احب من شئت فانتک مفارقه جس سے چاہو محبت کر لو لیکن ایک دن اس سے جدا ہو جاؤ گے۔ یہ جدائی عارض بھی ہو سکتی ہے اور دائمی بھی مثلاً محبوب یہاں سے ڈر بن چلا گیا، یا بیوی میکے یعنی مائی کے یہاں چلی گئی تو یہ عارض جدائی ہوئی اور اگر موت واقع ہو گئی تو دائمی جدائی ہو گئی اور کلام نبوت کی بلاغت دیکھئے کہ باب مفصلہ استعمال فرمایا جس میں فعل کا صدور جائزین سے ہوتا ہے۔ کیا معنی کہ یا وہ محبوب تم سے جدا ہو سکتا ہے یا تم اس سے جدا ہو سکتے ہو عارضی طور سے یا دائمی اس طرح فراق ہوا یا نہیں؟ لیکن اللہ تعالیٰ سے کبھی فراق نہیں ہوتا۔ وہ ہم سے جدا نہیں ہوتے ہم

اپنی نالافتی سے ان سے جدا ہوتے ہیں گناہ کے بلالوں کے ظلمات میں ہم
محبوب ہو جاتے ہیں۔

لہذا محبت کا فطری مزاج یہی ہے کہ محبوب سے ہر وقت ملاقات ہو ورنہ
عاشق مرجائے گا اور ہر وقت ساتھ رہنے والا سوائے اللہ کے کوئی نہیں ہے لہذا
عقلاً بھی یہ دلیل ہے کہ اللہ ہی سے محبت کرو۔
(موہب ربانیہ)

ملفوظ نمبر ۱۳۰: اللہ کی محبت کا رس

ارشاد فرمایا کہ اللہ کی محبت کا رس تقویٰ ہے۔ اگر تقویٰ حاصل نہیں تو
اس نے اللہ کی محبت کا مزہ نہیں پیا۔ اگر اللہ کی محبت کا کامل مزہ لینا ہے تو گناہ
سے بچو اور گناہ سے بچنے کا غم اٹھاؤ۔ اس غم کے صدقہ میں اللہ اپنی محبت کا
رس، اپنا دردِ محبت دیتا ہے اور زندگی کا مزہ آجاتا ہے۔ افسوس کہ بعض احباب
کو ایک زمانہ گزر گیا ہے لیکن گناہ نہ چھوڑنے کی وجہ سے اللہ کی محبت کا وہ درد
جو اولیاء اللہ کے سینوں میں ہوتا ہے وہ نہیں پاسکے۔ اگر انہوں نے ہمت سے
کام نہیں لیا اور رو کر اللہ سے توفیق کی بھیک نہ مانگی تو خوف ہے کہ ایسے ہی
دفن نہ ہو جائیں۔ جن صوفیاء اور سالکین نے سو فیصد تقویٰ اختیار نہیں کیا
ننانوے گناہ چھوڑ دئے لیکن ایک گناہ میں مبتلا رہے وہ اللہ کی محبت کے دردِ کامل
کو نہ پاسکے۔ لہذا جو اللہ کی محبت کا پورا پورا فائدہ اٹھانا چاہے تو اللہ کی نافرمانی سے
پوری پوری احتیاط کرے۔ دیکھئے دنیا میں اگر آپ چاہتے ہیں کہ کسی شخص کی
پوری پوری مہربانی و شفقت حاصل کر لیں تو اس کو پورا پورا خوش کرنا ضروری
ہوگا یا نہیں؟ تو جو لوگ اللہ کا پورا پورا پیار اور رحمت چاہتے ہیں وہ اللہ کے
غضب کے اعمال سے بالکل دست بردار ہو جائیں اور ٹھان لیں کہ جان دے
دیں گے لیکن اللہ کو ناراض نہیں کریں گے۔
(موہب ربانیہ)

ملفوظ نمبر ۱۳۱:

ارشاد فرمایا کہ شیخ العرب والعجم حضرت حاجی اندلہ اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ہمارے سلسلہ کے اکابر اولیاء اللہ میں سے ہیں۔ انگریزوں سے جنگ لڑی تھی اور
غدر کے زمانہ میں ہجرت فرمائی۔ کعبہ شریف میں غلاف کعبہ پکڑ کر یہ شعر پڑھا
تھا ۔

کوئی تجھ سے کچھ کوئی کچھ مانگتا ہے
الہی میں تجھ سے طلبگار تیرا
اے خدا میں آپ سے آپ ہی کو مانگ رہا ہوں کیونکہ جو اللہ کو پا گیا وہ
سب کچھ پا گیا۔

جو تو میرا تو سب میرا فلک میرا زمیں میری
اگر اک تو نہیں میرا تو کوئی شے نہیں میری
پھر ارشاد فرمایا کہ حاجی صاحب فرماتے ہیں کہ جس نے دنیا میں اللہ کو نہ
پایا وہ خالی ہاتھ آیا، خالی ہاتھ گیا ۔

تجھی کو جو یاں جلوہ فرما نہ دیکھا
برابر ہے دنیا کو دیکھا نہ دیکھا
اے خدا اگر آپ کو نہ پایا آپ کی عبادت نہ کی آپ کا نام نہ لیا تو دنیا میں
میرا آنا نہ آنا برابر ہو گیا۔ کوئی فائدہ نہ ہوا کیونکہ دنیا کی فیلڈ عبادت کے لئے
ہے، اللہ تعالیٰ کی محبت کے لئے ہے یہ کمائی کی جگہ ہے جس کی کمائی وطن
آخرت میں کھائی جائے گی۔ اگر ہم دنیا کے لئے پیدا ہوتے تو ہم کو موت ہی نہ
آتی۔ یہ ہماری کمائی اگر صرف یہاں کے لئے ہوتی تو پردیس سے ہمیں رخصت
نہ ہونا پڑتا کوئی کتنا ہی علاج کرا لے لیکن جب وقت آگیا تو ذرا کوئی روک کر
دکھائے۔
(مواعظ حسنہ)

اقسام محبت

محبت خولہ حقیقی ہو یا مجازی چار قسموں پر مشتمل ہے:

۱۔ محبت آثاری

۲۔ محبت افعالی

۳۔ محبت صفاتی

۴۔ محبت ذاتی

اب ہم ان چاروں اقسام پر ذرا تفصیل سے روشنی ڈالیں گے

۱۔ محبت آثاری

یہ وہ محبت ہے جو ذات سے نہیں بلکہ آثار سے وجود میں آتی ہے اور اس وقت تک قائم رہتی ہے جب تک وہ اثر باقی رہے۔ اثر گیا تو محبت بھی گئی۔ یہ مجازی محبت کا خاصہ ہے۔ آپ دیکھتے ہیں کہ بعض لوگ پتھروں سے محبت کرنے لگتے ہیں اور اس گمان میں مبتلا رہتے ہیں کہ ان کی قسمت کا ستارہ ان سے ملتا ہے یا وہ کسی اور سبب سے جملات و نباتات سے بھی محبت کر رہے ہوتے ہیں۔

یہ عام بشری خاصہ بھی ہے کہ محبوب سے منسوب ہر چیز محبوب ہوتی ہے۔ الغرض ان آثار کی موجودگی انسان کو اظہار محبت پر اکساتی رہتی ہے لیکن اکثر ایسا ہوتا ہے کہ اُن آثار کے مٹنے کے ساتھ ساتھ جذبہ محبت بھی معدوم ہو جاتا ہے۔

محبت افعالی

یہ محبت وہ ہے جو محبوب کی ذات سے نہیں بلکہ اس کے کسی فعل سے منسوب ہوتی ہے۔ محبوب کا کوئی کام اور کوئی لوا من کو ایسے بھاجاتی ہے کہ بے اختیار محبت ہونے لگتی ہے۔ کوئی بہت اچھا خوش نویس ہے تو اس کی خوش

نویسی وجہ محبت بن جاتی ہے۔ کوئی اچھا کھلاڑی اپنے شاندار کھیل کی بناء پر شائقین کی محبت جیت لیتا ہے لیکن محبت ہمیشہ برقرار نہیں رہتی۔ مثال کے طور پر وقت کے ساتھ کھلاڑی کا کھیل معیار سے گر گیا تو محبت کا جذبہ ماند پڑ گیا اور پھر کچھ عرصہ گزر جانے کے بعد اس کا نام بھی ذہنوں سے محو ہو گیا۔

۳۔ محبت صفاتی

یہ محبت کی وہ قسم ہے جو محبوب کی کسی صفت یا اس کے حسن و جمال کی کسی دلکشی سے پیدا ہوتی ہے مثلاً کوئی محبوب کے سیاہ زلفوں کا گرویدہ ہے تو کوئی اس کے قد و قامت اور رخسار و عارض کا شیدا ہے یا پھر محبوب کی آواز پسند آگئی۔ خلاصہ یہ ہے کہ محبوب سے اس کی صفت کی وجہ سے محبت کرنا محبت صفاتی کہلاتا ہے۔

حکایت

ایک مرید کسی بزرگ کے یہاں خدا کی محبت سیکھنے گئے شیخ کی ایک خلامہ پر ان کی نظر پڑ گئی۔ شیطان کو صوفیوں کی بڑی فکر ہوتی ہے کہ ان کا راستہ خراب کر دو ورنہ یہ اللہ والا ہو گیا تو ایک جہاں کو اللہ والا بنائے گا۔ پس شیطان نے زہر عشق ولی تیر کو اس خلامہ کے آنکھوں سے اس مرید کے دل میں پیوست کر دیا۔ وہ خلامہ اللہ ولی تھی تقویٰ کی برکت سے اس مرید کے آنکھوں کی ظلمت کو اس نے محسوس کر لیا اور اس کی بدنگاہی کا قصہ شیخ سے نقل کیا۔ اللہ والے کسی کو رسوا نہیں فرماتے۔ حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجلس میں ایک شخص بدنگاہی کر کے آیا۔ آپؐ نے نورِ باطن سے اس کی آنکھوں کی ظلمت محسوس کر کے فرمایا کہ کیا حال ہوگا ایسے لوگوں کا جن کی آنکھوں سے زنا نپکتا ہے پس وہ سمجھ گیا اور اس نے توبہ کی اور تمام اہل مجلس پر اس مسلمان کی پردہ پوشی بھی رہی۔

پس اس شیخِ کامل نے اس مرید کو کچھ نہیں کہا اور خفیہ تدبیر سے اس کے علاج کی کوشش شروع کر دی دعا بھی کی اور تدبیر کے طور پر اس خلامہ کو مسہل دے دیا اور جس قدر دست آئے سب کو ایک طشت میں جمع کراتے رہے جب دستوں کی کثرت سے اس خلامہ کی شکل خوفناک اور بد صورت ہو گئی تو اس کو اس مرید کے سامنے پیش کیا اس مرید نے حسن کی دیرانیاں دیکھ کر منہ پھیر لیا پھر شیخ نے فرمایا اے شخص تو اگر اس عاشق تھا تو اب کیوں منہ پھیرا ہے اور اس کے بدن سے تو صرف دستوں کا یہ مجموعہ جو اس طشت میں ہے کم ہوا ہے۔ صرف اسی پامختلہ کے بدن سے نکل جانے کے سبب تیرا عشق ٹھنڈا پڑ گیا تو معلوم ہوا کہ تو اسی پامختلہ پر عاشق تھا کیونکہ اس خلامہ کے جسم سے تو اور کوئی چیز نہیں نکلی سوائے پامختلہ کے۔ پس مرید شرمندہ ہوا اور اپنی غلطی کا احساس ہوا توبہ کی توفیق ہوئی اور کام میں لگ گیا۔

محبت ذاتی

محبت کی یہ قسم وہ محبت ہے جس میں کوئی سبب نہیں ہوتا۔ محبت کی مندرجہ بالا قسموں کے برعکس یہ محبت کسی صفت، رنگ، روپ، شکل و صورت، قد و قامت اور حسن و جمال کی محتاج نہیں بلکہ اس کی تو علامت ہی یہی ہے کہ محبت کو پتہ نہیں ہوتا کہ اس کی محبوب سے محبت کس وجہ سے ہے؟ محبت سدا دن سوچ میں غرق رہے اور شام تک کوئی فیصلہ نہ کر پائے کہ یہ محبت کیسے اور کیوں ہو گئی؟

بقول ایک اللہ والے کے کہ محبت ذاتی کی یہ علامت ہوتی ہے کہ اگر دوسرا بھی محبوب کا نام لے لے اور اللہ کہہ دے اس محبت کے دل کی کیفیت ہی بدل جائے گی کہ آہ یہ کون میرے محبوب کا نام لے رہا ہے۔ پھر فرمایا کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ اللہ کا عاشق اللہ کا نام سنے اور مزہ نہ آئے۔

ابراہیم خلیل اللہ کی عاشقی کا منظر

حضرت بابا فریدؒ نے ایک مجلس میں ارشاد فرمایا کہ جب ابراہیم خلیل اللہ نے حق تعالیٰ کی دوستی کا دعویٰ کیا تو حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا کہ خداوند اگر مجھ کو حکم ہو تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو تیری محبت کے سلسلے میں آزمائیں یعنی امتحان لوں۔ حکم ہوا کہ اچھا تو ہے جاؤ اور آزمائے۔ حضرت جبریل علیہ السلام نیچے آکر ایک پہاڑ پر کھڑے ہو گئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اس وقت کعبہ کی عمارت میں تھے۔ جبریل علیہ السلام نے اپنی جگہ کھڑے ہو کر یا اللہ کا نعرہ مارا۔ ابراہیم علیہ السلام نے جیسے ہی اللہ کی آواز سنی فوراً خانہ کعبہ سے نکل آئے اور کہا اے حضرت ایک مرتبہ اور اللہ کا نام لے کر پکارتے، جبریل علیہ السلام نے کہا پہلے شکر نہ تو لا کر لیجئے۔

جب حضرت شیخ الاسلام اس جگہ پر پہنچے تو آنکھیں ڈبڈبا آئیں اور یہ مثنوی زبان مبارک سے پڑھی ۔

شکر نہ دہم ہر آنچہ در ملک من است
بہر خدا بگوئی اللہ تو باز
جان نیز دہم و آنچہ در قلب نیست
مک مار اگر بگوئے اللہ تو باز

جو کچھ میرے پاس ہے سب تمہارے شکر نہ میں نچھاور کردوں، صرف خدا کے واسطے ایک مرتبہ اور اللہ کہہ دو۔

جان بھی نثار کردوں اور جو کچھ دل میں ہے وہ بھی دے دوں اگر تم صرف ایک مرتبہ اور اللہ کہہ دو۔

غرض ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ ہزاروں لونٹ جو میں رکھتا ہوں وہ سب اللہ کی رضا اور دوستی کے لئے نے تصدق کئے آپ پھر اللہ کا نام لیجئے۔

جبرئیل علیہ السلام نے یا اللہ کا نعرہ لگایا۔ چنانچہ ابراہیم علیہ السلام کے پاس مل اور سامان جو کچھ تھا سب انہوں نے وعدہ کے مطابق دے دیا۔ جبرئیل علیہ السلام نے تھوڑی دیر کے بعد کہا اب کیا کہتے ہو؟ ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ ایک بار اور یا اللہ کہہ دیجئے کہ جان بھی فدا کر دوں۔ جبرئیل علیہ السلام نے پھر یا اللہ کا نعرہ لگایا۔ ابراہیم علیہ السلام نے ایک نعرہ ملا اور بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ اب جبرئیل علیہ السلام کو ابراہیم خلیل اللہ کی سچائی کا اندازہ ہو گیا۔ جب انہیں ہوش آیا تو جبرئیل علیہ السلام نے کہا حق تعالیٰ کی محبت میں آپ کو صادق کہلانا زیب دیتا ہے پھر وہ اپنے مقام پر واپس ہو گئے اور سر بہ سجود ہو کر کہا کہ خداوند! تیری محبت میں ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو ویسا ہی پنا جیسا کہ کہا جاتا تھا۔ (اسرار اولیاء صفحہ ۱۳۵، سلسلۃ الذہب جائی، ملفوظات شاہ مینام ۴۵)

میرے دوستو! اللہ تعالیٰ کے عاشقوں کی اس کیفیت کو ایک اللہ کے بندے نے اس طرح بیان کیا ہے کہ اگر محبوب ان سے جان بھی طلب کرے تو بلا چوں و چرا جان ہتھیلی پر رکھ حاضر کر دیتے ہیں اور اگر وہ سر بھی مانگے تو محبوب کی رضا کے لئے اپنا سر قلم کرنے سے لمحہ کا عذر نہیں کرتے۔

حضرت عبدالقدوس گنگوہیؒ مکتوبات قدوسیہ میں محبت کی ان پانچ اقسام کو ذرا مختلف انداز میں تحریر فرمایا۔ درج ذیل اقسام حضرت کے ایک مکتوب سے نقل کی گئی ہیں۔

ارشاد فرمایا کہ:

محبت کی پانچ قسمیں ہیں۔ محبت ذاتی، محبت صفاتی، محبت ازلی، محبت حسنی، محبت احسانی۔ حقیقت یہ ہے کہ عشق بیان میں نہیں آسکتا۔

عشق بر معشوق چشم افکدن است

بعد ازاں از بے دلی جاں دادن است

معشوق کے ساتھ آنکھ لگنے کا نام عشق ہے اس کے بعد محبوب کی خاطر

جان دینا ہے۔ پس عشق بیان سے باہر اور چون و چرا سے بالاتر ہے۔ عشق کو وہی سمجھ سکتا ہے کہ جسے عشق ہے۔ عشق کی علامت یہ ہے کہ عاشق بے دل ہوتا ہے (یعنی والدہ اور بے خود) اور یہ بات عاشقوں سے مخفی نہیں:

وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَمَا كُنْتُمْ

وہ تمہارے ساتھ ہے جہاں تم ہو

کا مطلب ہے۔ عاشق جو کچھ دیکھتا ہے جہاں دوست دیکھتا ہے۔ محمد واسعؑ

فرماتے ہیں:

مَا نَظَرْتُ فِي شَيْءٍ إِلَّا وَرَأَيْتُ اللَّهَ فِيهِ

میں نے کسی ایسی چیز کو نہ دیکھا جس میں اللہ کو نہ دیکھا

زہے جمال و زہے کمال کہ عشق میں وہ کون و مکاں سے گذر کر نورِ اقدس تک پہنچ گئے اور ہر چیز کو نورِ حق سے دیکھنے لگے۔

محبتِ احسان

جب عشق و محبت درجہ کمال کو پہنچ جاتا ہے تو نظر ہمیشہ دوست پر اور دوست کے احسان پر ہوتی ہے چونکہ یہ سب کچھ اسی کا احسان ہے اس لئے محبت کا دل ہمیشہ اس کے احسان میں غرق ہو جاتا ہے:

فَبَايَ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ

پس تم اپنے رب کو کیسے جھٹلا سکتے ہو یعنی اس کی بیش بہا نعمتوں کا کس منہ سے انکار کر سکتے ہو۔

میں اپنے دوست کے احسانات کے اقرار کا مطالبہ ہے لیکن یہ محبت عام ہے اس لئے کہ اس کے احسانات سارے عالم پر عام ہیں۔ جب اس مطالبہ میں محبت کا ناکام رہتا ہے تو اس کے لئے باعث نقصان ہے جیسا کہ حق تعالیٰ نے شکایہ فرمایا ہے:

أُولَٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ

یہی وہ لوگ ہیں جو نقصان اٹھاتے ہیں

محبت حسنی

جب مقام احسان سے ترقی کر کے سالک محبت حسنی تک پہنچتا ہے تو دوست کی نظر دوست کے جمال پر ہوتی ہے اس مقام پر منع اور عطا (دوست کا عطا کرنا یا نہ کرنا) برابر ہوتا ہے۔ یہاں محبت مشاہدہ جمال دوست میں بے خود ہوتا ہے:

وَقَطَعْنَ أَيْدِيَهُنَّ وَأُنْزِلْنَ خَاشِعَاتٍ إِلَىٰ مَا هَلَّا بِشَرِّهِ إِلَّا مَلَكٌ
كَرِيمٌ

زہن مصر حضرت یوسف علیہ السلام کے حسن و جمال کو دیکھ کر اس قدر محو و بے خود ہو گئیں کہ سب کاٹتے کاٹتے انہوں نے اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے اور پکار اٹھیں کہ یہ انسان نہیں ہے بلکہ کوئی اعلیٰ قدر فرشتہ ہے۔
کا اشارہ اسی مقام کی طرف ہے۔

محبت ازلی

جب سالک مقام حسن سے گذر کر اوپر جاتا ہے تو ازل و ابد اس کی نظروں میں یکساں ہو جاتا ہے اور محبت ازلی کا آغاز ہوتا ہے۔ لیکن یہ بات عالم اخفا میں ہوتی ہے کیونکہ مومن اگر شرع کی رو سے خدا کا دوست ہے لیکن اس بات کا اظہار نہیں ہوا (کہ واقعی خدا کا دوست ہے) ممکن ہے کہ کافر مومن ہو جائے یا مومن کافر ہو جائے:

السَّعِيدُ قَدْ يَشْقَىٰ وَالشَّقِيُّ قَدْ يَسْعُدُ

سعید شقی ہو جاتا ہے اور شقی سعید ہو جاتا ہے

سب کی کمر لوث رہی ہے جس قدر بلند ہو جاتا ہے اسے اپنے سعید ہونے کا یقین نہیں ہوتا۔

وَالْمُخْلِصُونَ عَلَىٰ خَطَرٍ عَظِيمٍ مَّخْلُوعِينَ فِي خَلْقِهِمْ
کیونکہ انہیں یہ معلوم نہیں ہوتا کہ آخری سانس کے وقت سعادت

نصیب ہوتی ہے یا شقاوت۔ اس مقام پر اولیاء کا خون آب اور جگر کہلب ہو جاتا ہے۔

خون صدیقوں ازیں حضرت برہنہ
آسمان بر فرق ایشان خاک ریخت
اس غم میں صدیقوں کے دل خون ہو گئے اور سر خاک آلودہ ہیں۔
پس جو شخص رویا اسی غم سے رویا:

محبت صفائی

جب محبت ازلی گذر کر سالک دوست کے صفات سے متصف ہوتا ہے تو تخلق باخلاق اللہ کا ظہور ہوتا ہے اور بی یُصْبِر اور بی یَنْطِقُ (مشہور حدیث ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب میرا بندہ نوافل کے ذریعے میرا قرب حاصل کرنا چاہتا ہے تو میں قریب ہو جاتا ہوں یہاں تک کہ میں اس کی آنکھیں بن جاتا ہوں اور وہ مجھ سے دیکھتا ہے اس کے کان بن جاتا ہوں اور وہ مجھ سے سنتا ہے..... الی آخر) کا مقام حاصل ہوتا ہے۔ یہاں پہنچ کر وہ ثابت کا دم مارتا ہے اور انا الحق اور سبحان ما اعظم شأنی کا نعرہ بلند کرتا ہے۔ اس مقام کو قرب نوافل کہتے ہیں کہ ذات اپنی جگہ پر قائم ہے اور دوست کی صفات ذات پر زائد منتقلی ہیں (تجلی دکھا رہے ہیں)۔ اس مقام پر تالافت جیسے کلمات غلبہ حال کی وجہ سے سرزد ہوتے ہیں۔ اگر اس حالت میں اسے قتل کر دیا جائے تو شہید ہوتا ہے لیکن یہ درمیانی مقام ہوتا ہے اس لئے ایسے لوگوں کا شکار اولیائے مسہلک میں ہوتا ہے (اولیائے مسہلک یعنی وہ اولیاء اللہ جو ہلاک ہو گئے) (یعنی فنا فی اللہ ہوئے)۔

آں کس کہ گشتہ ازاں خال ہندوش
گرچہ شہید گشت مسلمانے رَوَد
جو شخص دوست کے سیلہ خال کا شکار ہوا اور اس نے جان دے دی اگرچہ

وہ شہید ہے لیکن مسلمان نہیں مرا۔ یعنی حقیقی مسلمان۔
 لیکن جب عام سکر (مخویت) سے نکل کر عام صحو (ہوشیاری) میں
 آتا ہے تو استغفار لازم آتا ہے اس لئے سلطانِ عادلین خواجہ بابا بیگ بھٹائی
 قدس سرہ سبحانی ما اعظم شانی کا نعرہ مارنے کے بعد استغفار پڑھتے تھے اور
 کہتے تھے کہ:

اللہی ان قلت يوماً سبحانی ما اعظم شانی فانا الیوم مجوسی
 فاقطع زنادی و اقول لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ۔
 (مکتوبات قدوسیہ)

محبت ذاتی

یعنی حق تعالیٰ شدہ سے محبت کرنا بغیر کسی غرض کے یہ محبت ذاتی ہے۔
 اقسام محبت قادری طیب صاحب کی نظر میں
 حکیم الاسلام قادری محمد طیب قاسمی صاحب نے محبت کی تین قسمیں
 بیان فرمائی ہیں جو درج ذیل ہیں:

(۱) محبت طبعی (۲) محبت عقلی (۳) محبت عشقی

۱۔ محبت طبعی

محبت طبعی تو مادی محبت ہے جیسے باپ کو لولاد سے ہوتی ہے یا لولاد کو
 ماں باپ سے ہوتی ہے یا عزیزوں، رشتہ داروں میں ہوتی ہے۔

۲۔ محبت عقلی

اسی کا نام فی الحقیقت ایمان ہے۔ حدیث میں ہے کہ:
 لا یؤمن احدکم حتیٰ اکون احب الیہ من ولده و والدہ
 والناس اجمعین۔

تم میں سے کوئی بھی مومن نہیں بن سکتا جب تک میرے ساتھ اتنی

محبت نہ ہو کہ نہ اتنی محبت اپنے ماں باپ سے ہو نہ لولاد سے ہو۔
ظاہر بات ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے ساتھ جو محبت ہوتی ہے وہ محبت
عقلی ہوتی ہے طبعی نہیں ہوتی اس لئے کہ وہ دلائل پر مبنی ہے۔ ایمان خود
استدلالی چیز ہے اور ایمان کی حقیقت محبت ہے تو وہ محبت عقلی ہے۔

س۔ محبت عشقی

اس محبت کی آدمی جب عملاً مشق کرے اور بڑھائے اور عشق کے
درجے میں آجائے تو وہ محبت عشقی کہلاتی ہے جیسے قرآن کریم میں فرمایا گیا:

وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِلَّهِ

تو اشد حب ہی وہی عشق ہے..... محبت طبعی تو غیر اختیاری ہوتی ہے
جیسے لولاد سے محبت ہے اس میں ارلے اور اختیار کا دخل نہیں۔ خواجہ آدمی
محبت کرنے پر مجبور ہے۔ لیکن عقلی محبت وہ اختیاری ہے بایں معنی کہ اس کے
اسباب اختیاری ہیں۔ جب اس کے اسباب اختیار کرے گا وہ محبت پیدا ہو جائے
گی اور اس محبت کو جب تمرین میں لائے گا اس کی عشق کرے گا اور اس کے
متعلقہ اعمال انجام دے گا وہ محبت بڑھ کر عشق کے درجے میں پہنچ جائے گی
جیسا کہ مجاہدہ اور ریاضت کرنے والے کی کیفیت ہوتی ہے..... اصل ایمان وہ
تو محبت عقلی ہے..... جب مجاہدات اور ریاضتیں کرتے ہیں تو محبت حال کے
درجے میں پہنچ جاتی ہے تو عشق کہلاتی ہے۔

مؤلف دو لائے شافی نے محبت کی ۵ قسمیں لکھی ہیں

اول۔ اللہ سے محبت کرنا۔ صرف اتنی محبت عذاب الہی سے نجات پانے
اور ثواب آخرت سے فائز المرام ہونے کے لئے کافی نہیں، کیونکہ خدا سے
محبت تو مشرک، کافر، صلیب پرست اور یہودی بھی رکھتے ہیں۔

دوم۔ جو کچھ اللہ تعالیٰ کو پسند ہے اس سے محبت کرنا اور یہی محبت

انسان کو اسلام میں داخل کرتی اور کفر سے نجات دیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا سب سے بڑا دوست وہی ہے جس میں یہ محبت زیادہ پائیدار اور زیادہ شدید ہو۔
سوم۔ **الحب لله والحب في الله** یعنی جو محبت صرف اللہ کے لئے اور اللہ ہی کی راہ میں ہو۔ یہ محبت اس امر کو لازم اور واجب کر دیتی ہے کہ بندہ ہر اُس شے سے محبت کرے جس سے خدا محبت کرتا ہے۔ یہ محبت بھی اس وقت صحیح ہے جب بندہ صرف اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے لئے اور اللہ کی راہ میں محبت کرے۔

چہارم: ایسی محبت کہ خدا کی محبت کے ساتھ کسی دوسرے سے بھی کی جائے، یہ مشرکانہ اور شرکیہ محبت ہے جو آدمی اللہ کے ساتھ کسی اور سے بھی محبت کرتا ہے اور وہ محبت اللہ کے لئے اللہ کی مرضی کے مطابق نہیں ہے، اللہ کے دین کے لئے نہیں ہے، تو اس کے یہ معنی ہیں کہ وہ خدا کے ساتھ دوسروں کو خدا کا شریک و سہم بنا رہا ہے اور مشرک بھی خدا سے اسی قسم کی محبت کیا کرتے ہیں۔

پنجم: محبت کی ایک پانچویں قسم بھی ہے جس سے ہمیں بحث نہیں اور وہ طبعی محبت ہے۔ اس محبت کی حقیقت یہ ہے کہ انسان ان چیزوں سے محبت کرتا ہے جو اس کی طبعی مقتضیات سے ہیں۔ مثلاً پیاسا آدمی پانی سے محبت کرتا ہے، بھوکا روٹی سے۔ ایک شخص نیند سے اور کوئی اپنے بیوی بچوں سے محبت کرتا ہے۔ یہ محبت مذموم نہیں بشرطیکہ اسے ذکر خداوندی سے غافل اور خدا کی محبت سے بھٹکا کر اپنے میں الجھانہ لے جیسا کہ خدا کا ارشاد ہے:

بَنَآئِهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُلْهِكُمْ أَمْوَالُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ

(۹:۶۳)

مسلمانو! تم کو نہ تمہارے مال یا خدا سے غافل بنائیں نہ تمہاری اولاد۔

(دوائے شافی صفحہ ۴۳۶)

خواجہ نصیر الدین محمد چرخ دہلویؒ کا قول

فرماتے ہیں کہ محبت کی دو قسمیں ہیں:

(۱) محبت ذات (۲) محبت صفات

پھر فرمایا کہ محبت ذات وہی ہے اور محبت صفات کسی ہے۔

(بزم صوفیہ صفحہ ۳۲۷)

حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ کا قول

فرماتے ہیں کہ محبت کی تین قسمیں ہیں:

(۱) محبت ذات (۲) عام محبت اور (۳) خاص محبت

محبت ذات : اس قسم کی صاف محبت خواص کو حاصل ہے، اس کے ذریعہ سے طبیعت اور جبلت کی آگ سرد ہو جاتی ہے یہ محبت ذات ہے جو مشاہدہ سے حاصل ہوتی ہے جب کہ روح نیازمندی اور خلوص کے ساتھ مقامات قرب میں جاگزیں ہوتی ہے۔

خدا فرماتا ہے وہ اس نے محبت کرتا ہے اور وہ بھی اس سے محبت کرتے ہیں۔ اس کی تشریح میں شیخ ابو بکر واسطی فرماتے ہیں جس طرح خدا بذات خود ان سے محبت کرتا ہے اسی طرح وہ بھی بذات خود اس سے محبت کرتے ہیں۔ اسمیں ضمیر کا مرجع ذات کی طرف راجع ہے صفات اور اوصاف کی طرف نہیں۔ عام محبت : ایک بزرگ کا قول ہے ، عاشق صادق کی شرط یہ ہے کہ اسے محبت کی مسکرات لاحق ہوں اگر ایسا نہ ہو تو اس کی محبت حقیقی نہیں، اس طرح محبت کی دو قسمیں ہیں عام اور خاص۔

عام محبت کی تشریح تعمیل حکم سے ہوتی ہے بعض اوقات محبت مرکز علم سے ، احسانات اور نعمتوں کی وجہ سے صادر ہوتی ہے اس قسم کی محبت کا سرچشمہ صفات ہیں۔

بعض مشائخ نے محبت کو روحانی مقلات میں شامل کیا ہے۔ ایسی صورت میں اس سے مراد وہ عام محبت ہے جس میں انسان کی تدبیر و کوشش کو دخل حاصل ہو۔

خاص محبت : خاص محبت، محبت ذات ہے جو مشاہدہٴ روح سے پیدا ہوتی ہے اور اسی محبت میں سکرات لاحق ہوتے ہیں۔ یہ خدائے کریم کی طرف سے اپنے بندے پر خاص احسان و عنایت ہے۔ اس کا تعلق احوال سے ہے کیونکہ یہ محض عطیہٴ خدائے مہربانی ہے اس میں تدبیر و کوشش کا کوئی دخل نہیں اور یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مذکورہ بالا ارشاد کا مطلب ہے کیونکہ یہ کلام روح کی وجدانی کیفیت کا نتیجہ ہے جو محبت ذات سے لذت یاب ہے بلکہ یہ خاص محبت روح ہے اور وہ محبت جو صفات الہی کے مطالعہ اور ایمان کے مرکز سے پھوٹتی ہے اس روح کی قالب ہے۔

جب ان کی یہ خاص محبت صحیح طریقے سے نمودار ہو جائے تو یہ لوگ ارشاد خدائے مہربانی کے مطابق مومنوں سے عاجزی اختیار کرتے ہیں کیونکہ عاشق صادق، محبوب اور اس کے پسندیدہ لوگوں کے سامنے عاجزی اختیار کرتا ہے۔

(عولف العارف)

خاص محبت کے بارے میں حضرت خواجہ نصیر الدین چرخ دہلویؒ نے فرمایا کہ خاص محبت یہ ہے کہ تو دوست کے لئے اپنی ہر چیز کو فدا کر دے اور محبت میں صادق رہے۔ اگر اس کا کاٹ کاٹ ریزہ ریزہ کر دیا جائے یا آگ میں ڈال دیا جائے تو بھی وہ ثابت قدم رہے۔ (بزم صوفیہ)

حضرت خواجہ سید علی ہجویریؒ کا قول

اپنی شہرہ آفاق کتاب کشف المحجوب کے صفحہ ۷۵۹ پر تحریر فرماتے ہیں کہ: محبت کی دو اقسام ہیں اول انسان کی ہم جنس کے ساتھ محبت اور یہ نفسانی محبت کہلاتی ہے جس میں ایک دوسرے کو چھونا اور بغلگیر ہونا ممکن ہوتا

ہے۔ دوم غیر جنس سے محبت جس میں طالب محبوب کی کسی صفت سے قرار حاصل کرتا ہے اور آرام پاتا ہے مثلاً اس کی بات سنا اور اس کا دیدار کرنا۔ اس قسم کے عاشقوں کی بھی دو قسمیں ہیں ایک وہ جو حق تعالیٰ کے انعام و اکرام اور نعمتوں کو دیکھ کر اس سے محبت کرتے ہیں۔ دوسرے وہ جو غلبہ محبت میں آکر انعام و اکرام کو بھی حجاب سمجھتے ہیں بلکہ محبوب کے انعام و اکرام کو ذریعہ بنا کر محبوب تک رسائی حاصل کرتے ہیں اور یہ زیادہ بلند مرتبہ ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کا قول

ارشاد فرمایا کہ محبت کی دو قسمیں ہیں ایک عقلی اور ایک طبعی اور مطلوب

محبت عقلیہ ہے۔

محبت عقلیہ : حضرت ربیعہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت عقلیہ حاصل تھی کیونکہ وہ احکام شرعیہ کی قبیح تھیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع میں فنا تھیں اور محبت عقلیہ اسی کا نام ہے کہ محبوب کے احکام کی اطاعت کرے اور اپنی خواہش و ارادہ کو اس کے احکام کے سامنے فنا کر دے اور اس کے حکم پر کسی چیز کو ترجیح نہ دے

محبت طبعیہ : مگر طبعی محبت یعنی میلان و انجذاب و وابستگی ان کو حق تعالیٰ سے زیادہ تھی اور قاعدہ ہے کہ محبت طبعیہ خاص درجہ میں ایک ہی سے ہو سکتی ہے دو سے ایک درجہ کی نہیں ہو سکتی اور یہ امر غیر اختیاری ہے کیونکہ اس کا مدار مناسبت طبع پر ہے جو بندہ کے اختیار میں نہیں اسی لئے محبت طبعیہ مامور بہا نہیں بلکہ مامور بہا اور مطلوب محبت عقلیہ ہے جو امر اختیاری ہے۔ رہی طبعی محبت تو وہ بعض کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ ہوتی ہے اور بعض کو اللہ تعالیٰ سے زیادہ ہوتی ہے۔

مطلوب محبت عقلیہ ہے

مطلوب محبت عقلیہ ہے نہ کہ طبعیہ۔ کیونکہ امور طبعیہ سب غیر

اختیاری ہیں اور اللہ فرماتے ہیں:

لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا

اللہ تعالیٰ کسی شخص کو اس کی وسعت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتے

اور راز اس کا وہی ہے جو اوپر اجمالاً مذکور ہو چکا کہ محبت طبعیہ کا مدار مناسبت باطنی پر ہے اور مناسبت باطنی کسی کو اللہ تعالیٰ سے زیادہ ہے اور کسی کو رسول اللہ ﷺ سے زیادہ ہے اور بعض کو کسی سے بھی مناسبت نہیں۔ وہ محض خشک لکڑی ہیں، جیسے نجدی مگر ان کو بھی ناقص نہ سمجھو کیونکہ ذوق و مناسبت کا نہ ہونا کچھ قصور نہیں۔ ذوق شرط مقبولیت نہیں، ہاں نعمت ضرور ہے کیونکہ اس سے عمل میں سہولت ہو جاتی ہے اور اسکی ایسی مثال ہے جیسے حسن ظاہری نعمت تو ہے مگر شرط قبول نہیں سمجھے بد صورت کو بھی قرب حق ہو سکتا ہے اسی طرح ذوق و مناسبت ایک حسن باطنی ہے۔ اگر کسی کو حاصل ہو جائے تو نعمت ہے لیکن اگر کسی کو حاصل نہ تو کوئی نقص نہیں کیونکہ قرب و رضائے حق کا مدار محبت عقلیہ ہے ہے یعنی اطاعت احکام پر، ذوق پر اسکا مدار نہیں۔

اگر کسی شخص کو ذوق باطن بالکل نہ ہو لیکن احکام کو پوری طرح بجالاتا ہو وہ ناقص نہ ہوگا بلکہ کامل ہوگا۔ اب یہاں سے ان لوگوں کی غلطی واضح ہو گئی جن میں جوش و خروش نہیں ہوتا اور وہ اس کے نہ ہونے سے مغموم ہوتے ہیں اور غضب یہ کی بعض مشائخ غیر محقق بھی ایسے لوگوں سے کہہ دیتے ہیں کہ تم کو طریق سے مناسبت نہیں تمہاری قسمت میں طریق باطن نہیں ہے۔ یہ شیخ قاتلِ عزل ہے۔ میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ہر مومن کو طریق باطن حاصل ہو سکتا ہے کیونکہ طریق باطن ذوق شوق کا نام نہیں ہے بلکہ مداومتِ ذکر و اطاعت احکام اور ملکاتِ باطنیہ مثل توکل و رضا و شکر وغیرہ کا نام ہے اور ان ملکات میں ہر ایک کے دو درجے ہیں۔ ایک طبعی، ایک عقلی۔ اور درجہ عقلی اختیاری کسی ہے، یہ ہر ایک کو حاصل ہو سکتا ہے۔

محبت کو جانچنے کی ایک عمدہ مثل

مرشدی و مولائی عارف باللہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب نے اپنی مشہور و معروف کتاب روح کی بیماریاں اور ان کا علاج میں محبت عقلی و طبعی کو سمجھانے کے لئے ایک حکایت تحریر فرمائی ہے جو پیش خدمت ہے۔

ارشاد فرمایا کہ ایک بزرگ نے ایک بزرگ سے کہا کہ ہمارے دل میں اپنے والد صاحب کی محبت حضور ﷺ کی محبت سے زیادہ معلوم ہوتی ہے۔ ہمارے ایمان کا کیا حال ہوگا۔ وہ بزرگ محقق تھے خاموش ہو گئے۔

بعد مدت ایک دن فرمایا کہ آج آپ کے یہاں حضور ﷺ کی محاسن سیرت کا ذکر شریف کریں گے۔ خوب فصاحت اور محبت سے حالات اور اوصاف سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم بیان کرتے کرتے اچانک رک کر فرمایا کہ مگر آپ کے والد صاحب میں بھی حسب ذیل خویاں ہیں۔ یہ سنتے ہی وہ بزرگ نڈاڑ اور غصہ ہوئے اور فرمایا کہ یہ کیا جوڑ ہے؟ کہیں ذکر حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کہیں آپ نے ہمارے بار کا نام اس وقت بے موقع لے لیا۔ مولانا ابا کا ذکر چھوڑیے جو بیان فرما رہے ہیں اسی کو بیان فرمائیے۔ بس ان محقق بزرگ عالم نے فرمایا کہ اب تو سمجھ میں آگیا ہوگا کہ محبت آپ کے دل میں کس کی زیادہ ہے، آپ کا شبہ اور خلجان دور ہوایا نہیں؟ خوب ہنسے اور فرمایا۔

جزاک اللہ کہ چشم باز کردی

مرا با جان جاں ہمرا کردی

فرمایا کہ ہاں بھئی ہم غلطی پر تھے۔ محبت طبعی کے سبب ہم کو یہ شبہ تھا اب معلوم ہوا کہ محبت عقلی اور محبت ایمانی اصل چیز ہے اور اس کا پتہ تقابل سے ہوتا ہے۔

(روح کی بیماریاں اور انکا علاج حصہ دوم ص ۱۵۹)

اہل محبت کی تین حالتیں

اہل محبت کی تین حالتیں ہیں۔ پہلی حالت عام لوگوں کی محبت کی ہے جس کا سبب وہ احسانات اور مہربانیاں ہیں جو اللہ ان پر کرتا ہے۔ روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ بات دلوں کی فطرت میں ڈال دی گئی ہے کہ اس سے محبت کرتے ہیں جو ان سے نیک برہنہ کرے اور اس سے بغض رکھتے ہیں جو ان سے بُرا برہنہ کرے۔ (حدیث)

محبت کی اس حالت کی شرط وہی ہے جو سمون رحمہ اللہ نے بتائی جب کسی سائل نے ان سے محبت کے متعلق سوال کیا۔ فرمایا: پاک و صاف محبت اور دائمی یاد کیونکہ جو شخص کسی چیز سے محبت رکھتا ہے پھر وہ بالعموم اسی کا ذکر کرتا رہتا ہے۔

اور جیسا کہ سہل بن عبد اللہ رحمہ اللہ سے محبت کے متعلق سوال کیا گیا تو فرمایا: دلوں کا اللہ سے موافقت کرنا پھر اس موافقت سے چمٹا رہنا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری کرنا، اللہ کے ذکر سے والہانہ لگاؤ رکھنا اور اللہ سے مناجات کرنے میں حلاوت محسوس کرنا محبت کہلاتا ہے۔

حضرت سیدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہما سے محبت کے متعلق سوال کیا گیا تو فرمایا اپنی پوری کوشش صرف کر دینا پھر محبوب جو چاہے کرے۔

نیز جیسا کہ کسی شیخ نے محبت کے متعلق سوال کے جواب میں کہا: دل محبوب کی ثناء بیان کرنے کے گرویدہ ہوں، اس کی اطاعت کو ہر بات پر ترجیح دیں اور اس کی موافقت کریں جیسا کہ کسی نے کہا ہے

لو كان حبك صادقاً لأطعته

ان المنحب لمن يحب مطيع

اگر تیری محبت چاہتی ہو تو اس کی اطاعت کرنا کیونکہ عاشق محبوب کا مطیع ہوتا ہے۔

محبت کا دوسرا حل اس طرح حاصل ہوتا ہے کہ دل کی نگاہ اللہ کی مالداری، جلال، عظمت، علم اور قدرت کی طرف لگی رہے۔ یہ صادقین اور متحققین کی محبت ہے۔ اس کی شرط اور تعریف وہی ہے جس کا ذکر ابوالحسنین نوری نے محبت کے متعلق ایک سوال کے جواب میں کیا ہے۔ فرمایا: محبت پردوں کا پھٹنا اور اسرار کا ظاہر کرنا ہے۔

حضرت ابراہیم خواصؑ سے محبت کے متعلق سوال کیا گیا تو فرمایا

ارلوں کا مٹ جانا اور تمام صفات اور حاجات کا جل جانا محبت ہے۔

حضرت ابوسعید خدریؓ سے بھی محبت کے متعلق سوال کیا گیا تو فرمایا:

خوشخبری ہے اس شخص کے لئے جس نے محبت کا ایک پیالہ بھی پی لیا اور خدائے جلیل کے ساتھ مناجات اور قرب کی نعمت کا مزہ چکھا کیونکہ اس نے اللہ کی محبت کی وجہ سے لذتیں پائی ہیں، پھر اس کا دل محبت سے پُر ہوا اور وہ اللہ کے ساتھ ہونے کی وجہ سے طرب سے اُڑنے لگا اور اشتیاق کی وجہ سے دیوانہ وار اس کی طرف آیا۔ ایسے محبت کرنے والے کا کیا کہنا جو اپنے رب کی خاطر افسردہ ہو، فریفتہ ہو، نڈھال ہو، اس کے سوال سے کہیں سکون حاصل نہ ہو اور نہ کسی سے الفت ہو۔

اب لیں محبت کی تیسری حالت کو تو یہ صدیقین اور عارفین کی محبت ہے اور یہ اس طرح پیدا ہوتی ہے کہ جب یہ دیکھتے ہیں اور معلوم کر لیتے ہیں کہ اللہ نے بغیر کسی علت کے اس سے ازل سے محبت کی تو یہ بھی بغیر کسی علت کی اللہ سے محبت کرتے ہیں۔

مراتب و درجات محبت

پچھلے صفحات میں محبت کی اقسام کا تذکرہ ہو چکا ہے اب یہاں محبت کے

درجات (مقامات) کو بیان کیا جاتا ہے۔

لام غزلیؒ نے محبت کے سات درجات کو اس طرح تحریر فرمایا ہے:
درجہ اول میں موافقت طبعیت کو رکھا گیا ہے۔ اس کے بعد میل کا
درجہ آتا ہے، غیر کی طرف میل نہیں ہوتا۔ اس کے بعد مودت ہے اس کا
ذکر قرآن حکیم میں بھی ہوا ہے:

عَسَى اللّٰهُ اَنْ تَجْعَلَ بَيْنَكُمْ وَ بَيْنَ الْاَلَيْنِ عَادِيْتُمْ.....

اللہ سے امید ہے کہ تم میں اور ان لوگوں میں جن سے تمہاری عدولت
ہے..... دوستی کر دے۔

مودت کے بعد محبت کا درجہ ہے اس کے بعد اشتیاق ہے جس میں
محبوب کے افعال و حرکات کا اشتیاق پیدا ہوتا ہے اور شوق کا ظہور ہوتا ہے،
محبوب کو جتنا دیکھنا ہے، شوق دیدار اور زیادہ ہو جاتا ہے اس کے بعد دلہ اور
حیرت ہیں اور آخر میں عشق۔

اس سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ محبت جب اپنے کمال کو پہنچ جاتی ہے تو
عشق پیدا ہوتا ہے۔ (احیاء العلوم)

شیخ محمد بن شہ مینا لکھنوی رحمہ اللہ نے محبت کی دس درجات کا تذکرہ
کرتے ہوئے فرمایا:

ایک گروہ نے کہا ہے محبت کی انتہا عشق ہے۔ محبت کی ابتدا موافقت
سے ہوتی ہے۔ اسکے بعد "میل" اس کے بعد "مودت" اس کے بعد "ہوا"
اس کے بعد "خلت" اس کے بعد "شفقت" اس کے بعد "تم" اس کے بعد
"دلہ" اس کے بعد "عشق" کا درجہ ہے۔ (ملفوظات شہ مینا صفحہ ۵۵ تا ۵۸)

محبت کے دس درجوں کی تشریح

(۱) موافقت: یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کے دشمنوں یعنی دنیا، شیطان اور

نفس سے دشمنی رکھو اور اس کے دوستوں سے دوستی رکھو، ان کی محبت اختیار کرو اور وہ جو حکم دیں ان کو بجالاؤ تاکہ تم ان کے دل میں جگہ پاسکو کیونکہ جس شخص نے کسی صاحب دولت (باطنی) بزرگ کے دل میں جگہ حاصل کی اور ان کا منظور نظر بنا وہ خود بھی صاحب نعمت ہو گیا اور بامر ہو۔

تنبہ یافتہ بر تو مردے را نظر

از وجود خویش کے یابی خبر

جب تک اس کی نظر خاص تجھ پر نہیں پڑتی تو اپنی ہستی کی حقیقت سے بے خبر ہی رہتا ہے۔

(۲) موانست و میل : یہ ہے کہ تم سب سے گریزاں رہو اور ہر دم اللہ تعالیٰ کی جستجو میں لگے رہو۔ جسے اللہ تعالیٰ سے انس ہو گیا اسے غیر اللہ سے وحشت ہوتی ہے۔

(۳) موذت : وہ ہے کہ تم یکسوئی سے عجز و زاری، انتہائی شوق و بے قراری کے ساتھ مشغول رہو۔

(۴) ہوا : اس کیفیت کو کہتے ہیں کہ تم اپنے دل کو ہمیشہ مجاہدے میں رکھو اور اسے فنا کر دو، جیسے مصطفیٰ علیہ السلام راتوں کو اٹھ کر نماز پڑھتے تھے اور آپ کے پائے مبارک پر درم ہو جاتا تھا۔

(۵) خلعت : اسے کہتے ہیں کہ تم اپنے اعضا کو دوست (کے ذکر) سے معمور کر دو اور غیر دوست (کے ذکر) سے خالی کر دو۔

(۶) محبت : یہ ہے کہ تم اپنی ذات کو ناپسندیدہ اخلاق سے پاک کر لو اور اپنے اندر پسندیدہ اخلاق پیدا کرو (کیونکہ) جیسے جیسے بُرے اخلاق ختم ہوتے جاتے ہیں روح جاذبہ محبت کی طرف کھینچے لگتی ہے اور اس میں اخلاق حمیدہ بالیدہ ہونے لگتے ہیں۔

(۷) شفقت : اسے کہتے ہیں کہ تم انتہائی جرأت شوق سے دل پر پڑو۔

ہوئے پردے کو پارہ پارہ کر دو اور حیا کرو تاکہ تمہاری محبت کا علم نہ ہو کیونکہ محبت ربوبیت کا راز ہے اور ربوبیت کے راز کا افشا کفر ہے مگر اس صورت میں کہ غلبہ حال سے چھپانے کی طاقت نہ رہے اور بے اختیار ہو جائے (تو قابلِ عذر ہے)۔

خواہم نہ کنم ناله و لیکن زردوں
ہم ناخواستہ می برآید فریاد
میں چاہتا ہوں کہ آہ و فغاں نہ کروں لیکن نہ چاہتے ہوئے بھی فریاد نکل جاتی ہے۔

(۸) محم: یہ ہے کہ تم خود کو محبت کا غلام اور قیدی جانو اور اپنے باطن میں دنیا سے بے تعلقی اور اپنی ذات سے بیگانگی کے اوصاف پیدا کرو۔

(۹) ولہ: اسے کہتے ہیں کہ تم آئینہ دل کو جمال دوست کے سامنے رکھو اور اس کے حسن سے مست ہو جاؤ اور بیماروں کی طرح رہو۔

(۱۰) عشق: یہ ہے کہ اپنے ہستی کو فراموش کر دو اور بے قرار ہو جاؤ جیسے مصطفیٰ علیہ السلام کبھی کبھی فرماتے تھے کلمنی یا حمیرا (اے عائشہ مجھ سے بات کرو) ارحنی یا بلال (اے بلال اپنی لڑان سے راحت پہنچائیے)۔

(ملفوظات شاہینا)

ایک نور اللہ والے نے محبت کے نو (۹) درجے لکھے ہیں جو مختصراً پیش

خدمت ہیں:

- | | |
|-----------|---|
| (۱) اولاد | : ابتدائی میلان و رغبت |
| (۲) ولع | : اولے سے ذرا شدید، میلان قوی |
| (۳) صباہت | : محبوب کی طرف جھکنا |
| (۴) شغف | : محبوب کیلئے فراغتِ کلی، محبوب کا خیال جب دل میں جاگزیں ہو جائے۔ |

- (۵) حوی : غیر سے جب دل غافل ہو جائے
(۶) غرام : جب چاہت کے اثرات جسم پر بھی ظاہر ہونے لگیں
(۷) حُب : جب میلان و رغبت کی علتیں بھی درمیان سے ہٹ جائیں

- (۸) دُور : جب میلان میں جوش آجائے اور حب فانی زخود ہو جائے

- (۹) عشق : جب محبت اور محبوب میں امتیاز ختم ہو جائے۔

مراتب محبت

علمائے کرام نے محبت کے دس مراتب بیان کئے ہیں :

- (۱) علاقہ : محبوب کے ساتھ دل کے وابستہ ہو جانے کو علاقہ کہتے ہیں
(۲) ارادہ : محبوب کی طرف دل کے میلان اور اس کی خواہش کو ارادہ کہتے ہیں۔

- (۳) صباہ : محبوب کی طرف دل کا رجحان اتنا ہو کہ وہ دل کو کنٹرول نہ کر سکے جس طرح کہ پانی جس وقت بلندی سے پستی کی طرف گرتا ہی تو اس پر کنٹرول نہیں ہو سکتا۔

- (۴) الغرام : اس سے مراد وہ محبت ہے جو دل کے ساتھ لازم ہو جائے کہ اس سے جدا نہ ہو جس طرح قرض خولہ مقروض کو لازم ہوتا ہے۔

- (۵) ودلو : محبت جب خالص اور صاف ہو جائے تو اسے ودلو کہتے ہیں
(۶) شغف : محبت کا دل کے غلاف تک پہنچ جانا۔ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شغف یہ ہے کہ محبت محبوب کی جفا کو جفا نہ سمجھے بلکہ اسے عدل اور وفا سمجھے۔

- (۷) عشق : محبت جب حد سے تجاوز کر جائے کہ اس سے ہلاکت کا خوف ہو تو اسے عشق کہتے ہیں۔

(۸) تنہیم: اس سے مراد یہ ہے کہ محبت محبت کو اپنا تابع اور مطیع بنا لے۔

(۹) تعبد: اس کا درجہ تنہیم سے اوپر ہے کیونکہ غلام کو اپنی ذات پر کسی

قسم کا اختیار باقی نہیں رہتا۔

(۱۰) اخلا: یہ وہ مقام ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ہمارے آقا و

مولیٰ ﷺ کو عطا فرمایا گیا۔ اور خلعت سے مراد وہ محبت ہے جو محبت کے قلب و

روح پر چھا جاتی ہے حتیٰ کہ محبوب کے علاوہ یہاں کوئی چیز نہیں پہنچتی۔

اقسام محبت اور درجات محبت سے متعلق احقر کو جو مولانا اس کو قدس

کی نظر کیا گیا اس کے باوجود جن احباب کو مزید تفصیلات درکار ہوں تو وہ

کتاب رموز عشق کا مطالعہ فرمائیں۔ مؤلف رموز عشق نے درجات محبت کو شیخ

عبدالعزیز رحمہ اللہ کی بے بہا تصنیف رسالہ عشقیہ سے نقل کیا ہے۔ آپ

نے اس رسالہ میں محبت کے دس مراتب اور پچاس درجات کو نہایت لطیف

پیرائے میں تحریر فرمایا ہے۔

معرفتِ الہی کی حقیقت پر صوفیاء کے اقوال

معرفت کے لفظی معنی شناخت اور پہچان کے ہیں اور اصطلاحی معنی اللہ کی پہچان کے ہیں۔ محبت کے واسطے معرفت یعنی پہچان کا ہونا ضروری ہے اگر پہچان نہ ہوگی تو محبت بھی نہ ہوگی۔ جوں جوں بندہ کی معرفت بڑھتی ہے اتنی ہی دل میں خالق کی وقعت و عظمت بڑھتی ہے اور جس قدر جو معرفت سے دور ہوتا ہے اتنا ہی خدا کی محبت و ذوق سے کٹل و ست ہوتا ہے۔

(۱) حضرت فضیل بن عیاضؒ فرماتے ہیں:

جس نے اللہ تعالیٰ کو پہچان لیا جیسا کہ پہچاننے کا حق ہے تو وہ پوری طاقت سے اس کی عبادت کرتا کیونکہ پہچاننے والا اس کو اس کے انعام اور احسان سے پہچانتا ہے۔

(۲) حضرت ذوالنون مصریؒ کا قول:

ارشاد فرمایا کہ معرفت کی حقیقت خدا کے اسرار پر اطلاع پانا ہے۔ اس لئے کہ معرفت کے انوار کے لطیفے اس کے ساتھ ملتے ہیں۔ اس کی مہربانی اور رحمت اس کے شامل حال ہوتی ہے اور صحیح صورت میں پہچاننے کے بعد وہ اس کو اپنا محبت بنا لیتا ہے اور یہ سب محبت اور معرفت کے سبب ہوتا ہے اور وہ بارگاہِ ایزدی میں باریاب ہوتا ہے۔

(۳) امام جعفر صادقؑ کا ارشاد:

مَنْ عَرَفَ اللَّهَ اَعْرَضَ عَنْ مَا سِوَاهُ

جس نے اللہ کی معرفت حاصل کر لی وہ غیر اللہ سے کنارہ کش ہو گیا۔

(۴) حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

معرفتِ دوائی حیرت ہے مزید فرمایا کہ معرفت کی حقیقت معرفت سے

عجز ہے، عارف لوگ اپنی معرفت کا اقرار کرتے ہیں لیکن میں اپنی جہالت کا اقرار کرتا ہوں۔

(۵) حضرت بایزید بسطامیؒ فرماتے ہیں:

عارف وہ ہے جو بجز وصل اور دیدار الہی کے کسی چیز پر رضا مند نہ ہو۔ مزید فرمایا کہ عارف وہ ہے جو اپنے مال و ملکیت سے اظہار بیزاری کر لے اور حق تو یہ ہے کہ اگر دونوں جہان بھی محبت الہی میں قربان کر دے تو تھوڑا ہے۔

(۶) حضرت علی ہجویریؒ کا ارشاد:

جب تک عارف غیر سے کنارہ نہ کرے گا اس وقت تک عارف نہ ہوگا۔ مزید فرمایا کہ خداوند کی معرفت اور شناخت میں تقلید نہ کرنی چاہئے اور اس کو کامل صفتوں سے پہچاننا چاہئے اور یہ بات بھی خدا کی عنایت کے بغیر ممکن نہیں اور دلیلیں اور عقلیں سب خدا کے تصرف میں ہیں۔

(۷) عن بعض الحكماء

مَنْ عَرَفَ اللَّهَ لَمْ يَكُنْ لَهُ مَعَ الْخَلْقِ لَذَّةٌ وَمَنْ عَرَفَ الدُّنْيَا لَمْ يَكُنْ لَهُ فِيهَا رَغْبَةٌ وَمَنْ عَرَفَ عَدْلَ اللَّهِ تَعَالَى لَمْ يَتَقَدَّمْ إِلَيْهِ الْخَصَمَاءُ.

بعض حکماء سے منقول ہے کہ جو شخص اللہ کو پہچان لے وہ مخلوق سے لذت نہیں اٹھاتا اور جو دنیا کو پہچان لے وہ اس میں رغبت نہیں کرتا (اس لئے کہ وہ ثانی ہے) اور جو اللہ تعالیٰ کے عدل و انصاف کو سمجھ لیتا ہے وہ لوگوں سے اچھا معاملہ کرتا ہے کسی کو اس سے جھگڑا کرنے کی نوبت نہ آئے گی۔ (منہات ابن حجر)

(۸) عن بعض الحكماء

ثَمَرَةُ الْمَعْرِفَةِ ثَلَاثُ خِصَالٍ الْحَيَاءُ مِنَ اللَّهِ وَالْحُبُّ فِي اللَّهِ

وَالْأَنْسُ بِاللَّهِ

بعض عقل مند کہتے ہیں کہ معرفت کی وجہ سے انسانوں کو تین صفات ملتی ہیں۔ (۱) اللہ تعالیٰ سے حیاء (۲) اللہ تعالیٰ کیلئے محبت، اور (۳) اللہ تعالیٰ سے لگاؤ۔
(منہات ابن حجر)

(۹) ایک اللہ والے نے فرمایا

خَرَكَةُ الطَّاعَةِ دَلِيلُ الْمَعْرِفَةِ كَمَا أَنَّ خَرَكَةَ الْجِسْمِ دَلِيلُ الْحَيَاةِ
کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں حرکت کرنا اس کی معرفت کی دلیل ہے
جیسا کہ جسم کا حرکت کرنا اسکے زندہ ہونے کی دلیل ہے۔ (منہات ابن حجر)

(۱۰) معرفت افضل ہے یا محبت؟

سنو "محبت کو معرفت سے افضل سمجھتے تھے لیکن اکثر مشائخ معرفت کو محبت پر فضیلت دیتے ہیں۔
(رسالہ قشیریہ)

(۱۱) معرفت کی تعریف

محققین کے نزدیک محبت اپنے آپ کو لذت سے ہلاک کرنے کا نام ہے اور معرفت یہ ہے کہ حیرت کی حالت میں محبوب کا مشاہدہ ہو اور ہیبت میں فنا ہو جائے۔
(رسالہ قشیریہ صفحہ ۵۸۰)

(۱۲) ایک اللہ والے نے لکھا ہے کہ:

محبت معرفت کی محتاج ہے اور معرفت محبت کی۔ محبت کو معرفت پر تقدم حاصل ہے اور معرفت کو محبت پر۔ بظاہر یہ ایک متضاد بات معلوم ہوتی ہے لیکن درحقیقت اس میں کوئی تضاد نہیں محبت معرفت کا نتیجہ ہے اور معرفت محبت کا یعنی معرفت کے بغیر محبت پیدا نہیں ہوتی اور بغیر محبت کے معرفت میں ترقی نہیں ہوتی۔ محبت سے قبل اجمالی معرفت کی ضرورت ہوتی ہے اور محبت کے بعد حق تعالیٰ کی طرف سے تفصیلی معرفت بطور انعام عطا

فرمائی جاتی ہے جو لازمہ ہوتی ہے قرب و وصال کا۔

(۱۳) معرفت الہی سے متعلق حضرت ابو بکرؓ کا قول:

آپؐ نے ارشاد فرمایا:

عرفت الله بالله وعرفت الاشياء بالله

میں نے اللہ کو اللہ کے ذریعہ پہچانا اور اشیاء کو اللہ کے ذریعہ پہچانا۔

(مکتوبات قدوسیہ صفحہ ۲۱۹)

(۱۴) معرفت الہی کی علامت

کسی صوفی کا قول ہے جس نے اللہ کو پہچان لیا وہ دنیا میں زندہ رہنے سے تنگ آجاتا ہے اور دنیا باوجود اس قدر وسعت کے اس کے لئے تنگ معلوم ہوتی ہے۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ جس نے اللہ تعالیٰ کو پہچان لیا اس کی زندگی پاک ہو جاتی ہے اور اُسے زندگی میں مزہ معلوم ہوتا ہے۔ ہر مخلوق اس سے بیبت کھاتی ہے اور مخلوق کا خوف اس سے جاتا رہتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اُس محسوس کرتا ہے۔ (رسالہ قشیریہ صفحہ ۵۶۱)

(۱۵) لہل معرفت کون ہیں؟

جس کو اللہ تعالیٰ سے محبت ہوتی ہے اگر اٹھارہ ہزار عالم بھی اسے پیش کئے جائیں تو آنکھ اٹھا کر نہ دیکھے۔ لہل معرفت وہ لوگ ہیں کہ اگر عرش سے تحت المریٰ تک لاکھ مقرب فرشتے جبرئیل، اسرافیل اور میکائیل جیسے ان کی نگاہوں میں لائے جائیں تو معرفت الہی کے سوا کسی کو موجود خیال نہ کریں اور انہیں ان کے جانے کی خبر نہ ہو اگر ایسا انہیں ہے تو معرفت الہی کا دعویٰ کرنے والا جھوٹا ہے۔ وہ لہل معرفت میں سے نہیں ہے۔ (افضل الفوائد)

(۱۶) اقسام معرفت:

حضرت جنیدؒ فرماتے ہیں کہ معرفت کی دو قسمیں ہیں۔ معرفت تعرف اور معرفت تعریف۔

تعرف کے معنی یہ ہیں کہ اللہ خود اپنی ذات کی تعریف کر دے اور پھر اسے اشیاء سے متعارف کر لے جیسا کہ ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا:

لَا أُحِبُّ الْإِفْلَیْنِ (میں غروب ہونے والوں کو پسند نہیں کرتا)

اور تعریف کے معنی ہیں کہ اللہ انہیں اپنی قدرت کے آثار آفاق اور خود ان کی اپنی جانوں میں دکھائے پھر ان میں اپنی مہربانی کا اثر پیدا کر دے بایں طور کہ اشیاء انہیں بتاویں کہ ان کا کوئی خالق و صانع ہے۔ اس قسم کی معرفت مسلمانوں کو حاصل ہوتی ہے اور پہلی قسم کی معرفت خاص لوگوں کی معرفت ہے مگر پھر بھی اللہ کی مدد کے بغیر کوئی بھی اسے درحقیقت نہیں پہچان سکتا اسی قسم کا قول محبت بن واسع کا ہے فرماتے ہیں:

مجھے ہر چیز میں خدا نظر آتا ہے۔

ابن عطا فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے عوام کو مخلوق کے واسطے سے اپنی معرفت عطا کی کیونکہ اللہ فرماتا ہے:

أَفَلَا يَنْظُرُونَ إِلَى الْإِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ

کیا یہ لوگ اونٹ کی طرف نہیں دیکھتے کہ اسے کیسے پیدا کیا گیا۔

(العرف صفحہ ۹۳)

(۱۷) حضرت بایزید بسطامیؒ کا قول

معرفت یہ ہے کہ بندہ کو یہ معلوم ہو جائے کہ مخلوق کی تمام حرکات و سکنات خالق کی طرف سے ہے۔ (مجالس صوفیہ صفحہ ۳۱)

ایک اللہ والے نے فرمایا کہ جس نے اللہ کو پہچان لیا اسے دنیا کی چیزوں کی کوئی خواہش نہیں رہتی اور اس کے لئے جدائی اور وصل کوئی چیز نہیں

ہوتے۔ یہاں پہچان سے مراد معرفت ہے۔

(۱۸) حضرت علی ہجویریؒ نے فرمایا:

معرفت اس بندہ کو حاصل ہوتی ہے جس پر خداوند کی عنایت ہو وہی دل کو کھولتا ہے اور بند کرتا ہے۔

(۱۹) حضرت عبداللہ بن مہدکؒ نے فرمایا:

معرفت یہ ہے کہ ہر ہر چیز سے تعجب ختم ہو جائے کسی بھی چیز پر تعجب نہ ہو کیونکہ تعجب اس فعل سے ہوتا ہے جو مقدر سے زیادہ ہو۔

(۲۰) حضرت ذوالنون مصریؒ نے فرمایا:

معرفت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندہ کو اپنے اسرار سے آگاہ کر دے یعنی اسکے دل کو روشن اور آنکھ کو پینا کر کے اسکو تمام اصول سے محفوظ رکھے۔
(ہزم صوفیاء ص ۲۷)

(۲۱) حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ:

من عرف اللہ لم یحب غیرہ ومن عرف اللہ دنیا زہد فیہ
جسے اللہ کی معرفت حاصل ہو وہ اس کے سوا کسی سے محبت نہیں کرے
گا اور جو شخص دنیا کی حقیقت پہچان لے وہ اس سے کنارہ کشی اختیار
کرے گا۔

(۲۲) امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ:

اس کائنات کا ہر ذرہ معرفت حق کا راستہ ہے۔ جس مخلوق پر بھی تفصیلی
نگاہ ڈالو وہ اپنے خالق کی عظمت پر دلالت کرے گی۔ (مجالس مفتی اعظم)
معرفت کی حقیقت سے متعلق بندہ کے پیرو مرشد سر لاج السالکین امام
العاشقین عارف باللہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم کا
ایک مضمون قارئین کے لئے پیش خدمت ہے جو کہ قارئین کی معلومات میں

اضافہ جدید ہوگا انشاء اللہ بقول ایک اللہ والے کے کہ پہلے معلومات حاصل ہوتی ہیں پھر دینی معلومات بنتی ہیں۔

(۲۳) محبت کے لئے معرفت ضروری ہے

حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ:

فرض کیجئے کسی کا باپ اسکے بچپن ہی میں باہر چلا گیا ہو اور اب تیس سال بعد اس کو لوٹنے کی اطلاع ملی ہے۔ دن تدبیر اور وقت مقرر ہے۔ بیٹا عرصہ دراز کے بعد باپ کی آمد سے خوشی و مسرت سے سرشار ہے لیکن وہ اپنے باپ کو پہچانتا نہیں۔ اسے خیال آتا ہے کہ ایسی صورت طیرانگہ (ایئر پورٹ) پر استقبال کے لئے جانے سے بھی کیا فائدہ؟ دوسرے ہی لمحہ اس کے ذہن میں ایک بوڑھے کمزور آدمی کا نام آتا ہے جو اس کے باپ کا صورت آشنا ہے، بڑی منت و سماجت کے بعد ایئر پورٹ چلنے کے لئے اسے آمادہ کر لیتا ہے۔ طیارہ آیا اور لوگ اتر کر باہر آنے لگے، بیٹا جس بوڑھے کو اپنے ہمراہ لایا تھا وہ ایک گوشہ میں بیٹھا ہے۔ اتنے میں طیارہ سے اتر کر ایک بوڑھا آدمی اس کے پاس آتا ہے جو اپنے باپ کو لینے آیا ہوا تھا۔

بوڑھا مسافر اس سے خواہش کرتا ہے میں نہایت کمزور ہوں، کئی روز کے سفر سے چکنا چور ہوں برائے مہربانی آپ تھوڑی دیر کے لئے میرے اس سلمان کو سنبھالنے اور کسی طرح ٹیکسی تک پہنچا دیجئے۔ وہ آدمی اس پر جھنجھلاتا اور غصہ میں آتا ہے اور کہتا ہے میں خود اپنے والد محترم کو لینے کے لئے آیا ہوں ان کے ساتھ بھی سلمان ہوگا۔ جب وہ نہایت تلخی و ترش روئی سے اسے جواب دے رہا تھا، اتنے میں گوشہ میں بیٹھے ہوئے بوڑھے کی نظر اس مسافر پر پڑتی ہے اور وہ لڑکے سے کہتا ہے یہی تو آپ کے والد ہیں۔

اب ایک ہی لمحہ میں اس لڑکے کا انداز بدل جائے گا۔ تعارف ہو جانے کے بعد اسے اپنے انداز بیان پر شرمندگی و ندامت ہوتی ہے۔ چنانچہ وہ لڑکا کہتا

ہے ابا جان! معاف کیجئے گا میں نے آپ کو پہچانا نہیں تھا سالن کا اٹھنا تو کہا
 آپ مجھ پر سوار ہو کر چلے! میں آپ پر اپنی سوجان نثار کرتا ہوں۔
 یہی حال اللہ کا ہے جب تک اللہ کی معرفت حاصل نہیں ہوگی، محبت
 پیدا نہ ہوگی اور جب تک محبت پیدا نہ ہوگی اس وقت تک اللہ کے لئے کسی کام
 کو کرنا اور نہ کرنا آسان نہ ہوگا۔

حصول معرفت الہی کا نسخہ

اور اللہ کی معرفت الہی معرفت کی محبت میں اٹھنے بیٹھنے اور ان سے
 تعلق پیدا کرنے سے آئے گی۔ چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد ہوا ہے الرحمن
 فسنل بہ خیراً (وہ بڑی رحمت والا سو پوچھ اس سے جو اس کی خبر رکھتا ہو)
 یعنی رحمن کی عظمت کو ہر شخص کیا جانے اس کا علم تو باخبر لوگوں کو ہی ہے،
 ایسے ہی باخبر کے ذریعہ اس کی معرفت و محبت حاصل ہو سکتی ہے۔ اس کے
 بغیر یہ راہ بڑی پُر پیچ، مشکل اور کنھن ہے۔ ہر قدم پر بہکنے کا خطرہ لاحق ہوتا
 ہے۔ اس لئے کسی باخبر سے تعلق پیدا کرنا چاہئے تاکہ وہ بھی باخبر بنے

(ہاتھ من کی پلوریں کی صفحہ ۲۸۳ تا ۲۸۴)

قربِ الہی پر صوفیاء کے اقوال

(۱) سری سقطیؒ سے قرب کے متعلق سوال کیا گیا تو فرمایا کہ قرب الہی اطاعت گزاری ہے۔

(۲) کسی اور کا قول ہے قرب یہ ہے کہ انسان اس پر ناز کرے اور اس کے سامنے عاجزی کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ (سجدہ کرو اور قریب آ جاؤ) سورۃ العلق

(۳) حضرت رویمؒ سے قرب کے بارے میں سوال کیا گیا تو فرمایا کہ ہر اس چیز کو جو درمیان میں حائل ہو ہٹا دینا قرب ہے۔

کسی اور سے قرب کے متعلق سوال کیا گیا تو کہا قرب یہ ہے کہ تو اس کے ان افعال کا مشاہدہ کرے جو تمہارے ساتھ پیش آرہے ہیں۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ تو اس کے ان اعمال اور احسانات کا مشاہدہ کرے جو اس نے تم پر کئے ہیں اور اس میں اپنے افعال اور مجاہدات کو دیکھنے سے کلیۃً غائب ہو جائے۔ اس کی ایک اور تشریح بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ تو اپنے متعلق یہ خیال نہ کرے کہ تو نے کچھ کیا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول ﷺ سے فرماتے ہیں:

وَمَا رَمَيْتْ إِذْ رَمَيْتْ وَلَكِنَّ اللَّهَ رَمَىٰ

جب آپ نے تیر چلایا تھا تو اسے آپ نے نہ چلایا تھا بلکہ اللہ نے اسے چلایا تھا۔ ایک جگہ ارشاد باری ہے کہ:

فَلَمْ تَقْتُلُوهُمْ وَلَكِنَّ اللَّهَ قَتَلَهُمْ

تم نے انہیں قتل نہیں کیا بلکہ اللہ نے انہیں قتل کیا ہے۔

(۴) قربِ الہی کی تحقیق سید کبیر احمد رفاعیؒ کی زبانی:

اے عزیز! خدا کی قسم! اس مقام (قربِ الہی) میں نہ وصال ہے نہ

جدائی نہ حلول ہے نہ انتقال، نہ حرکت ہے نہ سکون، نہ چھوٹا ہے نہ پاس ہوتا، نہ سامنا ہے نہ مقابلہ، نہ برابری ہے نہ مماثلت، نہ ہم جنس ہوتا ہے نہ ہم شکل ہوتا، نہ کوئی جسم ہے نہ کوئی تصور، نہ اثر قبول کرنا ہے نہ تغیر و تبدل، یہ تو سب کے سب تیرے حدوث کی صفات ہیں۔ حق سبحانہ تیری ان صفات و کیفیات سے منزہ ہے، کیونکہ یہ تو اسی کی بنائی ہوئی ایجاد کی ہوئی ہیں، پھر وہ ان کے ذریعہ سے یا ان کے اندر یا ان کے پاس ہو کر اور دور ہو کر کیونکہ ظاہر ہو سکتا ہے۔ یہ سب چیزیں خود اسی سے ظاہر ہوئی ہیں، وہ ان سے ظاہر نہیں ہوں وہ تو ان شکلوں اور صورتوں اور معنوں سے پاک اور ”وراء الہا“ ہے نہ وہ ان میں چھپا ہوا ہے، نہ ان سے ظاہر ہوں نہ کسی کا فکر اس تک پہنچانہ کسی کی نظر نے اس کو گھیرا قرب الہی کا موضوع اتنا وسیع ہے کہ گفتگو کا دائرہ حقیقت حال کے بیان سے قاصر ہے۔

(بنیان المہید ص ۱۵۶)

(۵) قرب کی اصل جذب الہی ہے

حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پٹی فرماتے ہیں کہ قرب الہی کی علت ”جذب“ یعنی وہ کشش ”ربانی“ ہے جو بندہ کو اپنی طرف کھینچتی ہے بلا واسطہ یا بالواسطہ جذب! یہ کشش کبھی تو بلا کسی واسطہ اور ذریعہ (مثلاً مجاہدہ و ریاضت وغیرہ) کے ہوتی ہے اور اس کو ”اجتباء“ کہتے ہیں اور اکثر کسی ذریعہ سے ہوتی ہے اور وہ ذرائع و توسط استقرائی طور پر دو ہیں۔ ایک عبادت دوسرے ایسے انسان کی صحبت جو کامل و مکمل (دوسرے کو کمال تک پہنچانے والا) پس جو جذب الہی عبادت کے واسطہ سے حاصل ہو اس کو ”ثمرہ عبادت“ کہتے ہیں اور جو صحبت (کامل) کے نتیجہ میں ہو اس کو ”تاثر شیخ“ کہا جاتا ہے۔ (ارشاد الطالبین ص ۷۳)

(۶) حضرت سہلؒ کا قول

حضرت سہلؒ نے فرمایا کہ مقاماتِ قرب سے کوئی مقام حیا ہے۔

(۷) حضرت نصیر آبادیؒ کا قول

اور نصیر آبادیؒ نے فرمایا کہ ابتداء سنت سے تو معرفت کو پہنچے گا اور
لوائے فرائض سے تو قرب حاصل کرے گا اور نوافل کے روزمرہ سے محبت کو
حاصل کر لے گا۔ اور بعضے احوال سے حیا ہے اور حیا وصف عام پر ہے اور
وصف خاص پر، اس میں سے وصف عام ہو وہ یہ ہے کہ جس کا رسول اللہ ﷺ
نے اس حدیث میں حکم دیا ہے استحبوا من اللہ حق الحياء یعنی اللہ تعالیٰ
سے شرم جو حق شرم کرنے کا ہے حاضرین نے کہا ہم شرماتے ہیں یا رسول
اللہ ﷺ آپ ﷺ نے فرمایا یہ نہیں ہے مگر جو شخص اللہ تعالیٰ سے حیا کرے تو
چاہئے کہ سر کو جھکائے رکھے اور جو کچھ فراہم کرے اس پر راضی رہے۔

(معارف المصنف)

(۸) حضرت عبد القادر رائے پوریؒ کا قول

حضرت مولانا عبد القادر رائے پوریؒ نے فرمایا کہ بھائی یہ قرب الہی کا
راستہ ہے۔ اجرت اور مزدوری نہیں مطلب یہ ہے کہ قرب الہی کے طالب
مزدوری تو کرتے ہیں مگر اس کی اجرت اور معاوضے کا خیال بھی دل میں نہیں
لاتے ان کی توجہات کا قبلہ صرف حق تعالیٰ کی ذات پاک ہوتی ہے۔ اگر جنت
کا خیال آتا بھی ہے تو اس وجہ سے کہ وہ حق تعالیٰ کی رضا کا مقام ہے وہاں
اس کے دیدار کی بشارت دی گئی ہے۔ (آئینہ سلوک)

(۹) شاہ ولی اللہؒ کا قول (قرب الہی کی حدود)

اے بھائی مراتب قرب الہی کی کوئی حد نہیں جہاں تک بھی ترقی کر جاوے
اس سے اوپر بھی درجات ہیں۔ شیخ لوریس سلطانی سلسلہ قدریہ کے مشائخ میں
سے تھے جب حضرت شیخ احمد سیر بندی قدس سرہ کے کمالات کا چرچا ہوا تو شیخ
لوریس نے آپ کی طرف خط لکھا کہ میں زمین کی طرف دیکھتا ہوں تو مجھے

دکھائی نہیں دیتی آسمان کی طرف دیکھتا ہوں تو وہ بھی نظر نہیں آتا اس طرح
عرشِ کرسی بہشت اور دوزخ کا وجود بھی نہیں پاتا اور اپنا وجود بھی مجھے نظر
نہیں آتا اور حق تعالیٰ کا وجود بے پایا ہے۔ اس کی نہایت کو کسی نے نہیں پایا
بزرگوں نے بھی یہاں تک بیان کیا ہے اور اس جگہ پہنچ کر سیر سے عاجز آگئے
ہیں اگر آپ بھی اسکو کامل سمجھتے تھے تو فیہا اور اگر اسکے آگے بھی کوئی مقام
ہے تو بروہ کرم مجھے مطلع فرمائیں تاکہ حاضر ہو کر استفادہ کروں۔ (انفاسِ اہلِ فہم)
اب دیکھئے کہ کتنے اعلیٰ مقام پر فائز ہونے کے باوجود اس کے اوپر کے
مقامات کو طلب کر رہے ہیں۔ یہ سب سچی طلب کی کرشمہ سازی ہے۔ طلب
تو وہ چیز ہے جو مطلوب کو طالب کے دروازے پر لا کر کھڑا کر دیتی ہے پھر
طالب کو مطلوب کے دروازے تک لے جاتا کیا مشکل ہے۔ (آئینہ سلوک)

(۱۰) ایک اللہ والے کا قول

ایک اللہ والے نے قربِ الہی سے متعلق ارشاد فرمایا کہ قربِ الہی کی
ایک نشانی یہ بھی ہے کہ جس کو قربِ الہی حاصل ہوتا ہے اس کے قربِ الہی
کی وجہ سے محبوب کی ہیبت اور صفتِ خوف پیدا ہو جاتا ہے پھر فرمایا جان لو
جس کو قربِ الہی حاصل ہے ہو اور اس کے اندر خوف کی زیادتی نہ ہو سمجھ لو
کہ وہ دھوکہ میں ہے۔ (زمینِ اشید ص ۵۵)

(۱۱) امام طوسیؒ کا قول

امام طوسیؒ فرماتے ہیں حالتِ قرب اس بندے کو حاصل ہوتی ہے جو
اپنے دل کے ساتھ اللہ عز و جل کا مشاہدہ کرتا ہے اور اپنی اطاعت کے ساتھ
حریدِ قرب حاصل کر لیتا ہے اور ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول رہتا ہے۔

(۱۲) حضرت جنید بغدادیؒ کا قول

حضرت جنید بغدادیؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جس قدر اپنے بندوں کے

دلوں کو اپنے قریب دیکھتا ہے اس قدر وہ بھی ان کے قریب آجاتا ہے۔ اب دیکھنا یہ چاہئے کہ وہ تمہارے دل کے کتنا قریب ہے۔

(۱۳) امام شعرانیؒ کا قول

امام شعرانیؒ فرماتے ہیں کہ بندے کو اپنے رب کا قرب اس وقت حاصل ہوتا ہے جب مخلوق کے دل اس کے لئے سخت ہو جاتے ہیں ان کی زبانیں اس کی مذمت کے لئے کھل جاتی ہیں اور اس کی تعریف و توصیف سے رک جاتی ہیں اور اس کے ساتھ میل جول کو ترک کر دیا جاتا ہے۔

امام شعرانیؒ کا دوسرا قول

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ بندے کو اپنے قرب سے اس وقت تک نہیں نوازتا ہے جب تک وہ کسی غیر سے نفع و نقصان کی امید رکھتا ہے۔ پھر فرماتے ہیں کہ اے بندے! اپنے رب کے ساتھ حسن ظن رکھ اور اس کی ذات کی طرف دیکھ جو ہر وقت تیری نگہبان ہے اور اس ذات کی طرف متوجہ ہو جا جو تیری طرف متوجہ ہے۔

(۱۴) امام قشیریؒ کا قول

فرماتے ہیں کہ قرب کا سب سے پہلا مرتبہ یہ ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کی لعانت اور عبادت میں مصروف ہو جائے۔

(۱۵) حضرت مجدد الف ثانیؒ کا قول

اعمال مقربہ یعنی وہ عمل جن سے درگاہ الہی میں قرب حاصل ہوتا ہے فرض ہیں یا نفل اور فرضوں کے مقابلہ میں نفلوں کا کچھ اعتبار نہیں۔ فرضوں میں سے ایک فرض کا ادا کرنا ہر سالہ نفلوں کے ادا کرنے سے بہتر ہے اگرچہ وہ نفل و قسم نماز، روزہ، ذکر و فکر وغیرہ ہوں۔ بلکہ ہم کہتے ہیں کہ فرائض کے ادا کرنے کے وقت سنتوں میں سے کسی سنت اور مستحب میں سے کسی مستحب

(ارشادات مجدد الف ثانی)

کی رعایت کرنا یہی حکم رکھتا ہے۔

(۴) حضرت عطارؒ فرماتے ہیں

قرب سلطان آتش سواں بود

اللہ کا جتنا قرب حاصل ہو اسی قدر عجز و خوف زیادہ ہوتا ہے۔ احادیث سے ثابت ہے کہ حضرت نبی اکرم ﷺ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو منافقین مدینہ کے نام بتلا دیئے تھے اور منع بھی فرمایا تھا کہ کسی اور کو یہ نام نہ بتائیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں حضرت حذیفہؓ کو بلایا اور تنہائی میں لے جا کر کہا بھائی حذیفہ! میں آپ سے منافقین کے نام تو نہیں پوچھتا ہوں اتنا بتاؤں کہ کہیں عمر کا نام تو ان میں شامل نہیں۔ اللہ اکبر! یہ عمل اس مرد مصطفیٰ کا ہے جن کے بارے میں کہا گیا:

لَمْ يَكُنْ بَعْدِي نَبِيٌّ لِّكَانَ عُمَرُ (اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو وہ عمر ہوتا)
یہ بھی منقول ہے کہ حضرت عمرؓ جب بھی کوئی مشروب پیتے تو آنکھوں سے آنسو نکل کر مشروب میں شامل ہو جاتے اور آپ یہ آیت پڑھتے:

أَذْهَبَتْكُمْ طَيِّبُكُمْ فِي حَيَاتِكُمْ الدُّنْيَا وَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا

حالانکہ یہ آیت کفار کے بارے میں ہے مگر وہ خشیت الہی کی بنا پر اپنے اوپر چسپاں کرتے تھے۔

حضرت حسن بصریؒ غلبہ خشیت سے جب روتے تو آنسو قریب ہی زمین پر چھڑکتے رہتے۔ اتنا پانی جمع ہو جاتا کہ بعد میں آنے والے یہ سمجھتے کہ شاید یہاں کسی نے وضو کیا ہے۔

رابعہ بصریؒ اس قدر روتیں کہ آنسوؤں کا پانی بہہ پڑتا۔

حضرت عمرؓ اس قدر روتے تھے کہ رخساروں پر آنسوؤں کے بہنے کی جگہ نشان پڑ گئے تھے۔

حضرت حسن بصریؒ ایسے چلتے کہ دیکھنے والا سمجھتا یہ وہ شخص ہے جو

اپنے باپ کو دفن کر کے آرہا ہے۔ جب بات کرتے تو یوں محسوس ہوتا کہ یہ وہ قیدی ہے جس کو پھانسی کا حکم دیا جا چکا ہے۔ (کتوبات فقیر)

(۱۷) حکیم الامت تھانویؒ کے تین اقوال

درجات قرب:

ارشاد فرمایا کہ قرب کے مختلف درجات ہیں:

(۱) ایک قرب تو حقیقی ہے جس کا ترجمہ مل جانے سے کر لویا اور اک حقیقت سے یا اسی کے ہم معنی جس لفظ سے چاہو کرو۔ سو قرب حقیقی تو کسی کو حق تعالیٰ کے ساتھ نہیں ہو سکتا کیونکہ حق تعالیٰ جسم اور مکان سے پاک ہیں مل جانے کے کوئی معنی ہی نہیں ہو سکتے اور اور اک حقیقت بھی نہیں ہو سکتا کیونکہ اور اک احاطہ کو چاہتا ہے اور بندہ ممکن ہے اور حق تعالیٰ واجب۔ اور ممکن متناہی ہوتا ہے اور واجب لامتناہی۔ پھر لامتناہی کو متناہی کیسے محیط ہو سکتا ہے۔ اس لئے قرب بایں معنی تو ہو ہی نہیں سکتا کہ اتصال ہو جاوے یا اور اک حقیقت ہو جاوے اور ایک قرب مجازی ہے جس کا حاصل رفع یا تخیل جب ہے۔ (۲) اور ایک قرب علمی ہے جو خدا تعالیٰ کے ساتھ ہر چیز کو حاصل ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

نَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْكُمْ وَلَكِنْ لَا تُبْصِرُونَ (یا)

نَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ (الآیۃ)

(۳) اور تیسرا قرب ”تعلق خصوصیات“ کا ہے، جیسے اردو میں ہم کبھی

یوں کہتے ہیں کہ میں پاس ہوں کہو کیا کہتے ہو، یعنی سن رہا ہوں۔ اس میں تو پاس ہونے سے قرب علمی و قرب سماع کا بیان مقصود ہے اور کبھی ہم یوں کہتے ہیں کہ فلاں تو ہمارا قرب ہے یعنی اسکو ہم سے خاص تعلق ہے۔ نیز کہتے ہیں کہ تم تو دور رہ کر بھی پاس ہی ہو یعنی تم سے ہمارے دل کو خاص تعلق ہے۔

(شریعت و طریقت ص ۲۲۸)

(۱۸) قرب الہی کے مدارج

ولایت کے دو رکن ہیں، اول اتباع شریعت دوم باطن کا نور حقیقت میں مستغرق ہو جانا اور ولایت کا مفہوم حصول قرب الہی ہے اور حصول قرب الہی کے ذرائع و اسباب دو ہیں: اول اطاعت الہی دوم گناہوں سے بچنا۔
لما کان ولی اللہ من تولى اللہ بالطاعة والتقوى تول اللہ تعالیٰ بالحفظ والنصرة

انسان کی طرف سے اللہ تعالیٰ کی دوستی کا ثبوت اس کی طاعت اور تقویٰ سے ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے دوستی کا اظہار حفاظت اور نصرت سے ہوگا۔
(دائِل السلوک ص ۱۲۳)

(۱۹) قرب الہی کی حدود

قرب کی کوئی حد نہیں۔ ہر درجہ کے آگے بھی درجات ہیں اور ظاہر ہے کہ قرب طبعاً محبوب ہے تو اس کا ہر درجہ محبوب ہے۔ خصوصاً عشق کو کہ اگر جان لیں کہ قرب کے اور بھی درجات ہیں تو ان کے موجودہ حالت پر بھی صبر نہیں ہو سکتا۔

عالم ارواح میں قرب تو تھا مگر ایک خاص حد تک ہی تھا، بڑھتا نہ تھا کیونکہ قرب جانین کے تعلق سے بڑھتا ہے اور حق تعالیٰ کی علوت یہ ہے کہ ان کو بندہ کے ساتھ تعلق اس وقت بڑھتا ہے جب بندہ کی طرف سے طلب ہو اور طلب کی حقیقت عمل ہے۔ وہاں عمل تھا ہی نہیں۔ اس لئے قرب بڑھتا نہ تھا اس لئے عالم ارواح سے عالم اجسام میں بھیجا کہ طلب سے عمل پیدا ہوتا ہے اور اعمال صالحہ سے ترقی کا دروازہ کھلتا ہے۔

غرض مزید قرب کے لئے طلب اور طلب کے بعد سعی کی ضرورت ہے اور وہ قرب جس کو قصد سے حاصل کیا جاتا ہے ایسے اعمال سے حاصل ہوتا ہے جو اختیاری ہیں۔ پس عالم ارواح میں اعمال سے مطلقاً محرومی تھی کیونکہ

وہاں اعمال پر قدرت ہی نہ تھی وہاں ہم ناقص تھے حق تعالیٰ کو زیادہ قرب عطا فرماتا منظور تھا اس لئے یہاں عالم ناسوت میں بھیج دید (شریعت و طریقت)

(۲۰) قرب الہی اور بعد الہی

قرب کبھی بصورت بعد ہوتا ہے اور کبھی بصورت قرب ہوتا ہے۔ اس کی مثال ہمارے معاملات دنیوی میں ایسی ہے کہ ایک شخص تو وہ ہے جو بلاشلہ وقت سے دور ہے مگر بلاشلہ نے اس کو کسی عہدہ جلیل القدر اور خطابات سے نوازا ہے اور شب و روز شامی عنایات و الطاف اس پر متوجہ ہیں گویا یہ شخص صورۃ بلاشلہ سے دور ہے مگر فی الحقیقت قریب ہے اور ایک وہ شخص ہے جو جرائم شامی کا مرتکب ہے جس کی وجہ سے بلاشلہ اس سے سخت ناراض ہے اور حکم ہے کہ اس کو جہاں پوگر قذر کر لو۔ حسب الحکم شامی وہ بلاشلہ کے روبرو حاضر کیا گیا۔ پس یہ شخص گو ظاہراً قریب ہو مگر حقیقت میں یہ بعید و مردود ہے۔ اسی طرح وصول وہی مقصود ہے جو رضا کے ساتھ ہو۔ (شریعت و طریقت)

(۲۱) حضرت مولانا رومیؒ فرماتے ہیں

اے برادر بے نہایت درگہبست

ہرچہ بروئے می رسی بروئے مایست

اے بھائی! قرب الہی لامتناہی ہے جس درجہ تک بھی ترقی کر جاؤ اس سے

(ارشاد الطائین ص ۴۴)

لوپر اور درجات باقی ہی رہیں گے۔

احقر کے پیرو مرشد کے تین اقوال

(۲۲) قرب الہی کے حصول کا طریقہ

ارشاد فرمایا کہ میری زندگی کا مقصد یہی ہے کہ لیاؤں سے جان چھڑاتا

اور موتی سے آشنا کرنا، قلب و جاں کو اللہ تعالیٰ سے ایسا چپکا دینا کہ کوئی عالم

ایک ذرہ اور ایک اعشاریہ بھی اللہ تعالیٰ سے الگ نہ کر سکے، نہ بادشاہت کا عالم، نہ وزارت کا عالم، نہ حسینوں کا عالم، نہ کہاب و بریلی کا عالم۔ کوئی عالم ہمیں اللہ سے ہل برابر بھی الگ نہ کر سکے۔ اس طرح ہم اللہ سے چپک جائیں ان پر ندامت ہو جائیں جیسے چھوٹا بچہ ایک تندرست ماں سے چھٹا رہتا ہے جب چاہتا ہے دودھ پیتا رہتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ خالق "دو جہاں" ہیں جو بادشاہوں کو بادشاہت کی بھیک دیتا ہے وہ ان کے دل میں لیلیاؤں کو محسن دینے والا ان کے قلب میں ہے اس لئے مولیٰ کو پانے والا سارے عالم کے بادشاہوں سے اور سارے عالم کی لیلیاؤں سے مستغنی ہو جاتا ہے۔

لہذا آخر دونوں جہان کی لذت کی دعوت پیش کرتا ہے دیکھئے ملائیت کا راستہ کتنا پیدار ہے۔ عالم لوگ تو یہ کہتے ہیں کہ یہ کرو اور وہ نہ کرو تو جنت پورے آدمی سوچتا ہے کہ جنت تو اُدھار ہے میں کہتا ہوں کہ جنت قرب الہی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے قرب کی لذت جنت سے بھی زیادہ ہے کیونکہ خالق جنت قدیم واجب الوجود ہے، کہاں اللہ کہاں جنت۔ کہاں خالق کہاں مخلوق۔ جنت مخلوق ہے اور مخلوق خالق کے برابر کیسے ہو سکتی ہے۔ اسی زمین پر آپ جنت سے کروڑہا میل دور اگر مولیٰ کو حاصل کر لیں تو یہیں جنت سے زیادہ مزہ آجائے گا۔ بس یہاں اللہ کا دیدار نہیں ہے۔ جنت کی فضیلت اس لئے ہے کہ وہاں مولیٰ کے دیدار کا وعدہ ہے، جنت محل دیدار الہی ہے اور اللہ تعالیٰ کے دیدار کی لذت بے مثل ہے جس کا مقابلہ کوئی نعمت نہیں کر سکتی اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے ہم سے کو نصیب فرمائیں۔

نہیں کرتے ہیں وعدہ دید کا وہ حشر سے پہلے

دل چٹاب کی ضد ہے ابھی ہوتی یہیں ہوتی

اس زمین پر جنت سے زیادہ مزہ ملنے لگے گا بس ایک شرط ہے کہ خدا کو بدراض کر کے حرام مزے مت لو۔ سلوک و تزکیہ، نفس کا حاصل یہی ہے کہ

اللہ تعالیٰ کو ناراض کر کے حرام خوشیوں کو اپنے قلب میں نہ لائیے۔ عاشقوں کے لئے یہ زیبا نہیں، یہ کیسا عشق ہے کہ اپنے محبوب حقیقی تعالیٰ شانہ کو ناراض کر رہے ہو۔ اسی لئے آج ساری دنیا غمزدہ ہے۔ میں کہتا ہوں کہ واللہ تم واللہ کہ جو اللہ کو خوش رکھ کر جنے گا اللہ اس کے قلب کو ہر حالت میں خوش رکھے گا۔ ناممکن ہے کہ خالق کو خوشی جس دل میں ہو غم اس دل میں داخل ہو جائے۔ اگر سوئزرلینڈ وائر پروف گھڑی بنا سکتا ہے تو یقیناً اللہ اپنے عاشقوں کے دل کو غم پروف کر سکتا ہے۔ تسلیم و رضا کی برکت سے غموں میں بھی وہ اپنے اللہ سے راضی رہیگا۔ غم اسکے دل تک نہیں پہنچ سکتے، اللہ کی مرضی پر جان فدا کر نیوالوں کو ہر لمحہ ایک نئی شان عطا ہوتی ہے۔ (موہب ربانیہ)

(۲۳) لذت قرب حق نقد ہے ادھار نہیں

ارشاد فرمایا کہ لوگ کہتے ہیں کہ جنت تو ادھار ہے یہ صوفی لوگ ہمیں حسینوں نمکینوں کی نقد لذت چھڑواتے ہیں جنت کے ادھار کے وعدے پر لیکن دوستو! جنت تو ادھار ہے لیکن موٹی ادھار نہیں ہے وہو معکم اینما کستم الخ تم جہاں کہیں بھی ہو میں تمہارے ساتھ ہوں۔ جنت ادھار ہے میں تو نقد ہوں ہر وقت ساتھ ہوں۔ تم حسینوں سے نظریں بچالو، بس یہی حجاب ہے یہی حجاب اٹھاؤ تو مجھے اپنے پاس پاؤ گے اور جنت سے زیادہ مزہ دنیا ہی میں پالو گے کیونکہ میں خالق جنت ہوں جس کے پاس خالق جنت ہو وہ جنت سے زیادہ نہیں پائے گا؟ دیدار الہی کی لذت جنت میں مستزاد ہے وہ صرف جنت ہی میں ملے گی لیکن میرے قرب کی لذت جنت کی جملہ لذات سے زیادہ دنیا ہی میں پالو گے۔ (موہب ربانیہ)

(۲۴) ہر نیکی اللہ سے قریب کرتی ہے

ارشاد فرمایا کہ ہر نیکی اللہ سے قریب کرتی ہے (یعنی نیک عمل قرب

اللہ کی ذریعہ ہوتا ہے آدمی نیک اعمال کرتا چلا جاتا ہے اور قرب الہی کی منزلیں ملے کرتا چلا جاتا ہے۔ اور ہر نیک عمل کی وجہ سے (سالک) اللہ کا محبوب بنتا چلا جاتا ہے۔
(امید مغفرت و رحمت)

مولانا رومیؒ اور کیفیتِ قرب

حضرت عارفِ رومیؒ فرماتے ہیں :-

یہ شب را روزِ مہجوری مدہ

جانِ قربت دیدہ را دوری مدہ

ترجمہ: اے خدا اپنے ان دوستوں کو جنہوں نے راتوں میں تجھے یاد کیا ہے آپ ان کو جدائی کا دن نہ دکھائیے یعنی دن میں بھی ان کو لذتِ قرب سے سرور فرما اور جس جان نے آپ کے قرب کی لذت چکھ لی ہے اس کو جدائی کا غم نہ دیجئے۔

ایک اللہ والے کی حکایت

ایک بزرگ نے اپنے قلب میں حق تعالیٰ کی لذت میں کمی محسوس کی بہت روئے حتیٰ کہ دیوانہ وار رویا کرتے اور آسمان کی طرف منہ اٹھا کر کہتے :-
دلِیا بنا بھتوا اداس مری جینی

ترجمہ: اے خدا میرا چاول (بھات) بغیر دال کے اداس ہے یعنی میری زندگی کے ایام (دنیاوی) دن و رات بغیر آپ کے بے کیف ہیں۔ پھر جب نورِ قرب عطا ہوا تو بزبانِ حال فرمایا :-

باز آمد آبِ من در جوئے من

باز آمد شاہِ من در کوئے من

میر اپنی خشک نہی میں پھر اُگیا یعنی میرا شاہ پھر میری دل کی گلی میں اُگیا یہ قربِ حق کی تعبیرات و عنوانات عاشقانہ ہیں جس کا مزہ اہلِ محبت ہی سمجھ سکتے ہیں۔

باب سوم

درس محبت الہی قرآنی آیات کی روشنی میں

درسِ محبت الہی قرآنی آیات کی روشنی میں

قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ

جو لوگ اللہ سے محبت رکھتے ہیں انہیں اللہ کی طرف سے حکم ہے کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کریں کیونکہ آپ کی اطاعت حب الہی کی دلیل ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ

اے محبوب! آپ فرمادیجئے کہ لوگو اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو اللہ تمہیں چاہے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ (پ ۳ آل عمران ۳۱)

جو شخص اللہ کی محبت کا طالب ہو اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلنا ضروری ہے بعض لوگ اللہ کی محبت کے دعویدار ہوتے ہیں لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سنت طریقہ اختیار نہیں کرتے تو ایسے لوگ اللہ کی محبت میں سچے نہیں ہوتے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی محبت کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سنت طریقہ پر چلنے کو لازم قرار دیا ہے یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا ذریعہ اختیار کئے بغیر اللہ کی محبت بھی حاصل نہیں ہو سکتی۔

شانِ نزول

ابن جریر اور ابن منذر نے حسن بصریؒ کی مرسل روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کچھ لوگوں نے کہا کہ اے محمد! خدا کی قسم ہم اپنے رب سے محبت رکھتے ہیں تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

(تفسیر مظہری (اردو) ج ۲ ص ۲۱۸ و ابن کثیر (اردو) ج ۱ ص ۵۲ پ ۳)

اتباع رسول اور اطاعت خدا و رسول وہ کوئی ہے جس پر جانچ کر یہ دیکھا جائے گا کہ اللہ سے محبت کے دعوے میں کون سچا ہے اور کون جھوٹا؟ صوفیاء اور علماء کے امام حضرت حسن بصریؒ نے ان آیتوں کی یہ تفسیر کی ہے:

زعم اقوام علی عهد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہم یحبون اللہ فارادوا ان یجعل لقلولہم تصدیقا من عمل فمن ادعی محبتہ و خالف سنة رسولہ فہو کذاب و کتاب اللہ یکذب.

رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں چند گروہوں نے گمان کیا کہ وہ بھی اللہ سے محبت رکھتے ہیں۔ اللہ نے ان کے قول کی عملی تصدیق کیلئے ان کے سامنے یہ کوئی رکھ دی پس جو شخص اللہ کی محبت کا دعویٰ کرتا ہے اور اس کے رسول کی سنت کی مخالفت کرتا ہے وہ بڑا جھوٹا ہے اور اللہ کی کتاب اس کے دعوے کی تکذیب کرتی ہے۔ (حاشیہ تفسیر جلالین)

تفسیر مدارک کے مصنف اس آیت کے سلسلے میں کہتے ہیں:

من ادعی محبة اللہ و خالف سنة رسول اللہ فہو کذاب و کتاب اللہ یکذبہ

یعنی جو شخص اللہ تعالیٰ کی محبت کا دعویٰ کرتا ہے لیکن رسول اللہ ﷺ کی سنت کے خلاف عمل کرتا ہے وہ جھوٹا ہے اور اللہ تعالیٰ کی کتاب اس کی تکذیب کرتی ہے۔ (تفسیر مدارک بحوالہ ملفوظات شامیہ صفحہ ۱۲۶)

حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسالہ اکابر علمائے دیوبند میں اتباع سنت کے عنوان کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے:

قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحبکم اللہ

اے محمد ﷺ اپنی امت سے کہہ دیجئے کہ اگر اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو میرا اتباع کرو اللہ تعالیٰ تمہیں اپنا محبوب بنالے گا۔

دور مشہور میں کثرت سے روایات ذکر کی گئی ہیں کہ بہت سے لوگوں نے یہ دعویٰ کیا کہ ہمیں اللہ تعالیٰ سے محبت ہے اس پر یہ آیت حمل ہوئی۔ اللہ جل شانہ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اتباع کو اپنی محبت کے لئے علامت قرار دیا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں تم میں سے کسی کا ایمان اس وقت تک کامل نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کی خواہشات اس کے تابع نہ بن جائیں جو میں نے کر آیا ہوں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی آیت کی تفسیر میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ میرا اتباع کرو نیک کاموں، تقویٰ، تواضع میں اور اپنے نفس کو ذلیل سمجھنے میں۔

حضرت حسن بصریؒ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی محبت کی علامت اتباع سنت ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا گیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ”میں نہ پس کسی کو اپنی مسند پر نیک لگائے ہوئے کہ اس کے پاس میرے لواہر میں سے کوئی امر آنے یا نواہی میں سے کوئی نہی آنے اور وہ یہ کہے کہ ہم نہیں جانتے جو قرآن میں ہمیں ملے گا اسی پر عمل کریں گے۔“ (مشکوٰۃ المصابیح صفحہ ۲۹)

امام غزالیؒ نے مذکورہ بالا آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا: ایمانداروں کی اللہ تعالیٰ سے محبت کا مفہوم یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی اطاعت کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کو ترجیح دیتے ہیں، اس کی رضا کے طالب بن کر رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ایمانداروں سے محبت کرنے کا مفہوم یہ ہے کہ وہ شہاباش دیتا ہے، انہیں اچھا اجر عطا کرتا ہے، ان کے گناہ معاف کرتا ہے۔ ان پر انعامات کرتا ہے، یعنی رحمت کرتا ہے، ان کو گناہوں سے بچاتا ہے اور

انہیں نیکی کی توفیق عطا کرتا ہے۔ (مکاشفۃ القلوب)

- ۱۔ جو شخص چار باتوں کے بغیر چار باتوں کا دعویٰ کرے، وہ کذاب ہے:
- ۲۔ جو جنت کی محبت کا دعویٰ کرے، مگر عبادت نہ کرے وہ کذاب ہے۔
- ۳۔ جو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا دعویٰ کرے مگر علماء و فقراء سے محبت نہ رکھے وہ کذاب ہے۔
- ۴۔ جو دوزخ سے ڈر کا دعویٰ کرے مگر گناہ نہ چھوڑے وہ کذاب ہے۔
- ۵۔ جو اللہ تعالیٰ سے محبت کا دعویٰ کرے مگر آزمائش میں شکایت کرے تو وہ کذاب ہے۔

حضرت رابعہ بصریہ رحمۃ اللہ علیہا فرماتی ہیں:

تَعْصِي الْإِلَهِ وَ أَنْتَ تُظْهِرُ حُبَّهُ

هَذَا لَعَمْرِي فِي الْقِيَاسِ بَلِيغٌ

تم اللہ کی نافرمانی کرتے ہو اور اس کی محبت کا دعویٰ کرتے ہو، بخدا یہ بات عجیب بے طریقہ ہے۔

لَوْ كَانَ حُبُّكَ صَادِقًا لَا طَعَنَهُ

إِنَّ الْمُحِبَّ لِمَنْ يُحِبُّ مُطِيعٌ

اگر تیری محبت صحیح ہوتی تو تو اس کی اطاعت کرتا محبت کرنے والا محبوب کا اطاعت گزار ہوتا ہے۔

محبت کی علامت یہ ہے محبوب کی اطاعت کرے اور اس کی مخالفت سے

(مکاشفۃ القلوب)

بچے۔

حضرت مولانا مفتی تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم نے اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا کہ میرے حضرت (ڈاکٹر عبدالحی صاحب) فرمایا کرتے تھے اے لوگو اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرو تو اللہ تمہیں اپنا محبوب بنالے گا معنی یہ کہ تم اللہ تعالیٰ سے کیا محبت

کرو گے تمہاری کیا ہستی؟ تمہاری کیا مجال؟ کہ تم اللہ تعالیٰ سے محبت کر سکو لیکن اگر تم محمد ﷺ کی اتباع کرنے لگو تو اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرنے لگے گا۔ پھر آگے مفتی تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم نے فرمایا کہ ہمارے حضرت فرمایا کرتے تھے کہ یہ بشارات اس بات کی ہے کہ جس عمل کو بھی سرکارِ دو عالم ﷺ کی اتباع سنت کی غرض سے اختیار کیا جائے عین اس ”وقتِ اتباع“ میں وہ انسان اللہ تعالیٰ کا محبوب ہے، فرمایا کرتے تھے کہ تم بیت الخلاء میں داخل ہوئے، سنت یہ ہے کہ جب داخل ہو تو پہلے بایں پاؤں داخل کرو اور یہ دعا پڑھو:

اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْخُبْثِ وَالْخَبَائِثِ

اور بایں پاؤں اس غرض سے داخل کیا کیونکہ یہ میرے آقا سرکارِ دو عالم ﷺ کی سنت ہے تو اس وقت تم اللہ کے محبوب ہو کیونکہ اللہ کے محبوب ﷺ کی اتباع کر رہے ہو۔ اسی طرح جس وقت اس نیت سے اُٹلی چاٹ رہے ہو کہ سرکارِ دو عالم ﷺ کی سنت ہے اس وقت اللہ کے محبوب ہو۔ (اصلاحی خطبات)

اللہ تعالیٰ کی محبت کی فرضیت

اللہ کی محبت کا تقاضا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو باپ بہن بھائی اور عزیز و اقارب، مال و دولت اور جائیداد وغیرہ سے بڑھ کر چاہا جائے تاکہ ان کا ہونا اللہ کی محبت کے راستے میں رکاوٹ نہ بنے اللہ تعالیٰ اس بات کو اپنے کلام میں یوں واضح فرمایا ہے کہ:

قُلْ إِنْ كَانَ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ وَإِخْوَانُكُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ وَأَمْوَالٌ هَدَّ اقْتَرَفْتُمُوهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسْكِنٌ تَرْضَوْنَهَا أَحَبَّ إِلَيْكُمْ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَجِهَادٍ فِي سَبِيلِهِ فَتَرَبَّصُوا حَتَّى يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرِهِ ط وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ (سورۃ توبہ ۹: ۲۴)

آپ فرمادیجئے اگر تمہارے باپ اور بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری

عورتیں اور تمہارا خاندان اور تمہارا کلیا ہوا مال اور وہ تجارت جس کے نقصان کا تمہیں ڈر ہے اور تمہارے پسندیدہ مکان یعنی ان سب چیزوں سے تم اللہ اور اس کے رسول کے لئے جہاد کرنے کی نسبت زیادہ محبت رکھتے ہو تو یہاں تک انتظار کرو کہ اللہ اپنا حکم صادر فرمائے اور اللہ فاسق قوم کو راہ ہدایت نہیں دکھاتا۔

اللہ تعالیٰ سے محبت کی کسوٹی کو آپ ﷺ نے بطور نصیحت یوں فرمایا کہ:
قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا يؤمن عبد حتى اكون
احب اليه من اهله و ماله و الناس اجمعين.

(صحیح مسلم کتاب الایمان باب ۱۶)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کسی بندے کا ایمان معتبر نہیں ہے جب تک کہ میں اسکو اسکے اہل اور اسکے مال اور سارے لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔
بعض روایات میں و من نفسه کے الفاظ بھی آئے ہیں یعنی اس کو اللہ اور رسول اس کی اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز و محبوب نہ ہو جائیں۔

عن انس عن النبي صلى الله عليه وسلم قال : ثلاث من كن فيه وجد بهن حلاوة الايمان : من كان الله ورسوله احب اليه مما سواه و ان يحب المرء لا يحبه الا لله و ان يكره ان يعود في الكفر بعد ان انقذه الله منه كما يكره ان يقذف في النار.

(صحیح مسلم کتاب الایمان باب ۱۵)

حضرت انسؓ سے روایت ہے : وہ فرماتے ہیں : رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین چیزیں جس میں ہوں گی وہ ان سے ایمان کی حلاوت پائے گا۔ ایک یہ کہ اللہ اور اس کا رسول اس کو تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہوں ، دوسری یہ کہ وہ کسی سے صرف اللہ کی خاطر محبت کرے ، تیسری یہ کہ کفر سے نجات پا جانے کے بعد اس میں لوٹنے کو وہ آگ میں ڈالے جانے کی طرح مبغوض جانے۔

قرآن کریم میں حب اور محبت اور اس کے ہم معنی وُذّا اور مودّة کے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں۔ مودّة کا لفظ متعدد آیتوں میں آیا ہے۔ مثلاً سورۃ الشوریٰ میں ہے:

(۳) **لَوْلَا أَمْسَلَكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةُ فِي الْقُرْبَىٰ**

اے نبی ان لوگوں سے کہہ دو کہ میں اس کام پر تم سے کسی اجر کا طالب نہیں ہوں البتہ قرابت کی محبت ضرور چاہتا ہوں۔ (الشوریٰ: ۳)

(۴) **وَجَعَلْ بَيْنَكُمْ مَوَدَّةً وَرَحْمَةً ط (الروم: ۳)**

اور تمہارے درمیان محبت اور رحمت پیدا کر دی۔ اسی طرح ایک اور مقام پر ہے:

(۵) **إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمَنُ وُدًّا.**
(پ ۱۶ ع ۹)

جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے اللہ تعالیٰ ان کے لئے محبت پیدا کر دے گا۔ (موضح القرآن)

ثمرہ محبت: محبت کے دوران حاصل ہونے والا بہترین ثمرہ باہمی الفت ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ۔ (مانندہ: ۵۴)

اللہ تعالیٰ ان سے محبت کرتا ہے اور وہ اللہ سے محبت کرتے ہیں۔

اسی طرح باہمی رضا اور ذکر بھی اسی کا ثمرہ ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ۔ (البینہ: ۸)

اللہ تعالیٰ ان سے راضی اور وہ اس سے راضی۔

جب اللہ اپنے بندے کی محبت اور اطاعت سے راضی ہو کر اسے اپنے دوستوں یعنی اولیاء کے زمرے میں داخل کر لیتا ہے تو پھر اس کے ان گناہوں کو جو وہ پہلے کرچکا ہوتا ہے نہ صرف معاف کر دیتا ہے بلکہ ان کے گناہوں کو

نیکوں سے بدل دیتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے :

فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ مِیْسَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ

پس اللہ بدل دیتا ہے ان کے گناہوں کو نیکوں میں۔

وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِلّٰهِ کی عاشقانہ تفسیر

۶) وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِلّٰهِ

اور جو ایمان والے ہیں وہ اللہ سے اشد محبت کرتے ہیں۔

پہلا مفہوم : اللہ کے عاشق اللہ کو ٹوٹ کر چاہتے ہیں۔

دوسرا مفہوم : اللہ کے عاشق اللہ کو بے حد چاہتے ہیں۔

تیسرا مفہوم : اللہ کے عاشق اللہ کو بے انتہا چاہتے ہیں۔

چوتھا مفہوم : اللہ کے عاشق اللہ سے بے مثل محبت کرتے ہیں۔

یعنی اللہ کے عاشق اللہ سے اتنی محبت کرتے ہیں جس کی مثال و نظیر

سارے عالم میں نہیں مل سکتی۔

مذکورہ بالا آیت کے ٹکڑے سے پتہ چلا کہ جس شخص کے دل میں

محبوب حقیقی کی محبت نہیں ہے وہ ایماندار بھی نہیں ہے بے ایمان ہے۔

محبوب دو جہاں ﷺ نے ارشاد فرمایا :

أَلَا لَا إِيمَانَ لَهُ لِمَنْ لَا مَحَبَّةَ لَهُ خُوب اچھی طرح سن لو! جس کے دل میں

محبت نہیں ہے وہ ایمان والا بھی نہیں ہے یہ بات آپ ﷺ نے تین مرتبہ

ارشاد فرمائی۔

اور ایمان سے متعلق امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ نے ایک حدیث کو نقل کیا

ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دنیا بھر کی محبتوں پر جب تک اللہ اور

اس کے رسول ﷺ کی محبت غالب نہیں آجاتی اس وقت تک اللہ کے ہاں اس کا

(بخاری و مسلم)

ایمان مقبول نہیں ہوتا۔

بندے کو خدا سے کتنی محبت ہونی چاہئے

مذکورہ بالا آیت کی تفسیر کرتے ہوئے علامہ آلوسیؒ نے لکھا ہے اس آیت میں اللہ نے اشد محبت کا لفظ استعمال کیا اب رہا یہ مسئلہ کہ اللہ سے کتنی محبت ہونی چاہئے اس درجہ بندی کے لئے علامہ آلوسیؒ نے تفسیر روح المعانی میں ایک حدیث لکھی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ دعا کرتے ہوئے فرمایا:

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ حُبَّكَ اَحَبَّ اِلَيَّ مِنْ نَفْسِيْ وَ اَهْلِيْ وَ مِنْ الْمَالِ الْبَارِدِ۔
(جامع الترمذی ج ۲ ص ۱۸۷)

یا اللہ اپنی محبت میرے اندر میری جان سے زیادہ عطا فرمادیں اور اہل و عیال سے بھی زیادہ اور ٹھنڈے پانی سے بھی زیادہ یعنی پیارے کو جتنا ٹھنڈا پانی عزیز ہوتا ہے اس سے بھی زیادہ اے اللہ آپ مجھے محبوب ہوں۔

اس دعا میں آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے اشد محبت مانگنے کا طریقہ بتایا ہے اور یہ حدیث امام بخاریؒ اور امام ترمذیؒ جیسے محدثین نے اپنی اپنی کتابوں میں لکھی ہے لہذا جو اللہ تعالیٰ کی محبت حاصل کرنا چاہتا ہے وہ الفاظ نبوت میں اللہ تعالیٰ سے کثرت سے حصول محبت کی دعا کرے بقول مرشدی عارف باللہ حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم کے کہ آپ ﷺ اللہ کے پیارے اور مقبول ہیں آپ کے الفاظ بھی مقبول ہیں مقبول لغت نبوت میں مانگو گے تو آپ کی دعا رد نہیں ہوگی ان شاء اللہ۔

احبّ الیّ من نفسی کی شرح

مذکورہ بالا حدیث کی شرح پر اپنی طرف سے کچھ تبصرہ کرنے کے بجائے بندہ اپنے پیر و مرشد کا ایک مضمون جو کہ درد محبت سے لبریز ہے قارئین کے لئے پیش خدمت ہے۔

حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ اس حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ:
اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ حُبَّكَ اَحَبَّ اِلَيَّ مِنْ نَفْسِيْ
 اے اللہ آپ مجھے اپنی محبت اتنی دے دیں کہ اس جان سے زیادہ مجھے
 آپ کی محبت عزیز ہو۔

میرے دوستو! اللہ کی محبت کا یہ مقام ہمیں کیسے حاصل ہو کہ ہمارے
 قلب میں اللہ کی محبت اشد ہو جائے اور اگر اللہ کی محبت اشد نہ ہوئی تو یار رکھے
 ہم اللہ کے پورے فرمانبردار نہیں ہو سکتے۔ کیوں؟ اس لئے کہ جب ہم کو اپنا دل
 زیادہ پیارا ہوگا تو جہاں ہمارے دل کو تکلیف ہوگی وہاں ہم اللہ کے قانون کو توڑ
 دیں گے مثلاً کوئی ایسی حسین صورت سامنے آئی کہ دل چاہتا ہے اس کو
 دیکھیں۔ نہ دیکھیں تو دل کو تکلیف ہوگی تو اگر دل سے خدا پیارا ہے تو دل کو
 توڑ دیں گے، خدا کو راضی کر لیں گے اور اگر دل زیادہ عزیز ہے، اللہ تعالیٰ سے
 محبت کم ہے تو گویا دل احب ہو گیا دل کی محبت احب اور اشد ہو گئی پھر آدمی
 گناہوں سے نہیں بچ سکتا۔ نافرمانی سے بچنے کے لئے قلب میں اللہ تعالیٰ کی
 محبت اشد ہونا ضروری ہے۔

محمود و یاز کا واقعہ

اسی وجہ سے مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس وقت سلطان
 محمود نے اپنے ۶۵ وزیروں کو بلایا اور کہا کہ شاہی خزانے کا یہ نایاب موتی توڑ دو۔
 لیکن ہر وزیر نے کہا کہ حضور یہ خزانے کا نایاب موتی ہے اس کی خزانہ شاہی
 میں کوئی مثال نہیں، میں اس کو نہیں توڑوں گا۔ یہاں تک کہ ان سب وزیروں
 نے انکار کر دیا اور معذرت کر لی۔ آخر میں شاہ محمود نے یاز کو بلایا۔ اسے دراصل
 یاز کا مقام عشق دکھلانا تھا۔ یہ دکھلانا تھا کہ یاز میرا سچا عاشق ہے باقی سب وزرا
 ریالی اور تنخواہی ہیں اس نے کہا یاز تم اس موتی کو توڑ دو یاز نے فوراً پتھر اٹھایا اور
 موتی کو توڑ دیا پورے ایوان شاہی میں شور مچ گیا۔

یاز نے وزراء کو خطاب کیا کہ اے معزز لوگو! آپ نے موتی کو قیمتی سمجھ کر نہیں توڑا لیکن شاہی حکم کو توڑ دیا میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ شاہی حکم زیادہ قیمتی تھا یا یہ موتی۔ اس واقعہ سے مولانا رومی یہ نصیحت فرماتے ہیں کہ اسی طرح ہمارے دل اگر ٹوٹے ہیں تو ٹوٹ جائیں لیکن اللہ کا فرمان نہ ٹوٹے۔ دل کی وہ خواہشات جن سے اللہ تعالیٰ راضی نہیں ہیں مثل بیش بہا موتی کے خواہ کتنی ہی قیمتی اور لذیذ نظر آئیں ان کو توڑ دو لیکن حکم الہی کو نہ توڑو۔ اور نامحرم عورتوں اور مردوں کو ہرگز نہ دیکھو چاہے کتنا ہی تقاضا دیکھنے کا ہو۔ ہر الہی کے مقابلہ میں دل کی کوئی قیمت نہیں۔ (تعلق مع اللہ: معارف مثوی و خطبات حکیم الامت)

لہذا دل کو پاش پاش کر دو پر خالق دل کو ناراض کر کے حرام خوشیوں کو درآمد نہ کرو۔ آپ خود بتلائیں جس سالک کو اللہ کی محبت حاصل ہو جائے گی وہ حرام خوشیوں کو درآمد کرے گا؟ چھپ چھپ کر گناہ کرے گا؟ ارے گناہ سے تو وہ ایسا بھاگے گا جیسے سانپ سے اور ہمیشہ اللہ کی رحمت پر فدا رہے گا۔

نفسانی خواہشات کی حقیقت

نفس کیا ہے؟

نفس کی تعریف کرتے ہوئے علامہ ثناء اللہ پانی پتیؒ فرماتے ہیں کہ نفس سے مراد ایک جسم لطیف ہے جو جسد کثیف کے اندر سلایا ہوا ہے اور یہ روح اور جسم کے درمیان ایک پل کا کام دیتا ہے اور اس کا طبعی میلان حیوانی خواہشات اور اخلاق رذیلہ کی جانب ہوتا ہے۔ کلام اللہ میں نفس سے متعلق یہ فرمایا گیا کہ:

أَفْرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلَهَهُ هَوَاهُ وَأَضَلَّهُ اللَّهُ عَلَىٰ عِلْمٍ وَخَتَمَ عَلَىٰ سَمْعِهِ وَغَلَّبَ عَلَيْهِ وَجَعَلَ عَلَىٰ بَصَرِهِ غِشَاوَةً فَمَنْ يَهْدِيهِ مِنْ بَعْدِ اللَّهِ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ

سو کیا آپ نے اس شخص کی بھی حالت دیکھی ہے جس نے اپنے خواہش نفسانی کو اپنا خدا بنا رکھا ہے اور اللہ نے اس کو باوجود سمجھ بوجھ

کے گمراہ کر دیا ہے اور اس کے کان اور اس کے دل پر مہر لگا دی اور اس کی آنکھ پر پردہ ڈال دیا ہے، سو ایسے کو بعد اللہ کے اور کون ہدایت کرے تو کیا پھر بھی نہیں سمجھتے۔
(الجبائید: ۲۳)

نفسانی خواہشات کی مذمت

ایک حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:
عَادِ نَفْسَكَ فَإِنَّهَا إِنْتَ صَبْتَ بِمُعَارَاةِی
یعنی اپنے نفس کو دشمن رکھ کیونکہ وہ میری دشمنی میں کھڑا ہے۔
(معارف اکابر صفحہ ۵۰)

ایک حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا:
إِنَّ أَخَوْفَ مَا أَتَخَوَّفُ عَلَى أُمَّتِي الْهَوَى
مجھ کو اپنی امت پر سب سے بڑا خوف نفسانی خواہشات (کی اتباع) کا ہے۔
(رد المحتار)

ایک اور موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا:
فَأَمَّا الْهَوَى فَيَصُدُّ عَنِ الْحَقِّ۔

نفسانی خواہش حق بات قبول کرنے سے روکتی ہے۔ (دنیا کی حقیقت)
ایک شخص سمجھتا ہے کہ یہ سیدھا راستہ ہے جس پر چلنے سے اللہ راضی ہوتے ہیں اور یہ دوسرا راستہ ٹیڑھا ہے جو خواہشات کا ہے اور اس کی منزل دوزخ ہے پھر بھی انسان سب کچھ سمجھتے ہوئے بھی نفس کی چاہت کو پورا کرتا ہے۔ اس وقت جو امت کی اکثریت اللہ سے دور ہوتی جا رہی ہے اس کی وجہ صرف نفسانی خواہشات ہیں۔

حضرت قطب الدین بختیار نے فرمایا یہ کس طرح ہو سکتا ہے (یعنی یہ بات ناممکن ہے) کہ ایک آدمی نفسانی خواہشات کو بھی پورا کرتا رہے اور اللہ تک پہنچ بھی جائے۔

حضرت بایزیدؒ نے فرمایا اللہ تک رسائی کی صورت یہ ہے کہ اپنے نفس کو تین طلاق دے دے۔

حضرت مولانا مفتی شفیع صاحبؒ نے فرمایا تمام اعمال کا مغز یہ ہے کہ اپنے نفس کو جانوروں کی طرح آزلوہ چھوڑا جائے بلکہ اس کو پابند کیا جائے۔ میرے دوستو! اس انسان کو جو اللہ نے اشرف بنایا اس کی وجہ یہی ہے کہ انسان کے ساتھ نفسانی خواہشات کا ایک سمندر ہے۔ (۱) اللہ نے فرشتوں کو پیدا کیا ان میں عقل رکھ دی مگر شہوت نہیں رکھی (۲) حیوانات میں شہوت رکھی پر عقل نہیں رکھی (۳) اور انسان کو پیدا کیا تو اس میں عقل اور شہوت دونوں ہی رکھ دی اب جس کی شہوت اس کی عقل پر غالب ہوگی تو وہ حیوانات سے بھی بہتر ہے اور جس کی عقل شہوت پر غالب ہوگی وہ فرشتوں سے بھی افضل ہے۔ بندہ جتنا خواہشات کو دباتا ہے اتنا ہی اللہ کے قریب ہوتا چلا جاتا ہے اس سے متعلق بندہ کے پیر و مرشد حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم نے فرمایا کہ:

گناہوں کے تقاضے تو ولایت کا ذریعہ ہیں

ارشاد فرمایا کہ جس کے دل میں گناہ کے تقاضے حسینوں کو دیکھنے کے تقاضے زیادہ ہوں اس کو پریشان نہیں ہونا چاہئے۔ یہ تقاضے ہی تو اللہ تعالیٰ کا ولی بننے کا ذریعہ ہیں۔ بس اتنا کرنا ہے کہ ان تقاضوں پر عمل نہ کرو۔ جس سے دل شکستہ ہو جائے گا۔ جو زیادہ عاشق مزاج ہے اور زیادہ نظر بچاتا ہے اس کا دل بار بار شکستہ ہوتا رہتا ہے اور جس کا دل زیادہ ٹوٹتا ہے اس میں اللہ کی تجلیات زیادہ نفوذ کرتی ہیں۔

حدیث قدسی میں ہے:

أَنَا عِنْدَ الْمُنْكَسِرَةِ فُلُوبُهُمْ - (النشراف بمعرفة احادیث التصوف ص ۱۶۳)

میں ٹوٹے ہوئے دلوں میں اپنا گھر بناتا ہوں۔

ٹوٹا ہوا دل اللہ کے قابل ہوتا ہے۔ ڈاکٹر عبدالحی صاحبؒ فرماتے تھے کہ ۔
 آرزوئیں خون ہوں یا حسرتیں پامال ہوں
 اب تو اس دل کو ترے قابل بنانا ہے مجھے

اللہ تعالیٰ دل کو اسی لئے توڑتے ہیں کہ جب دل پاش پاش ہو جائے تو میری تجلیات قرب اس کے ذرہ ذرہ میں داخل ہو جائیں۔ مولانا رومیؒ نے اس مسئلہ کو ایک مثال سے سمجھایا۔ فرماتے ہیں کہ جب کوہ طور کی ظاہری سطح پر اللہ کی تجلی صمدیت نازل ہوئی تو ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا تاکہ میرے اندر بھی اللہ کی تجلی آجائے اگر یہ ثابت رہتا اور نہ ٹوٹتا تو تجلی اوپر اوپر رہتی اندر داخل نہ ہوتی۔ (چنانچہ وہ پہلا اللہ کی تجلیات کا عاشق تھا اس کی یہ چاہت تھی کہ اللہ کے نور کی تجلی میرے ذرہ ذرہ میں سا جائے اس وجہ سے وہ پاش پاش ہو گیا) اسی طرح جو لوگ گناہ سے بچنے کے مجاہدات میں اپنی تمنوں کا خون کر کے دل کو پاش پاش کرتے ہیں تجلی قرب ان کے ذرہ ذرہ میں سا جاتی ہے اور ان کی نسبت اولیاء صدیقین کی ہو جاتی ہے ایسے شخص کی گفتار اس کا کردار اس کی رفتار اور اس کے چہنے کے اطوار دلالت کرتے ہیں کہ یہ سینہ میں ایک شکستہ دل رکھتا ہے۔
 (تغیر وطن آخرت صفحہ ۱۵)

حضرت ڈاکٹر عبدالحی صاحبؒ قدس سرہ اکثر یہ شعر پڑھتے تھے ۔
 آرزوئیں خون ہوں یا حسرتیں پامال ہوں
 اب تو اس دل کو ترے قابل بنانا ہے مجھے

یعنی اے میرے اللہ میرے دل میں جتنی بھی آرزوئیں ہیں جتنی خواہشات ہیں اے اللہ میں آپ کی محبت میں اور آپ کی چاہت کو پورا کرنے کے لئے اپنی تمام خواہشات کا خون کردوں گا اور آپ کی محبت میں ان تمام حسرتوں کو پامال کردوں گا۔

اور اے اللہ ان تمام خواہشات کو قربان کرنے کی وجہ یہ ہے اے میرے

اللہ اب تو میں اس دل کو آپ کے قابل بنائیں گا۔ اللہ کی محبت میں جو انسان اپنی نفسانی خواہشات کو جتنا اپنے سینے میں دفن کرے گا اتنا ہی قرب الہی بڑھتا چلا جائے گا۔ اس پر ایک واقعہ یاد آیا۔

ہم تو ایک قدم پر ہیں

☆ موسیٰ علیہ السلام نے کہا الہی میں تجھے کیسے پاؤں گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جب تو نیت و ارادہ درست کر لے گا مجھے پالے گا۔

☆ ایک اور کتاب میں لکھا ہے ارشاد باری ہوا کہ اے موسیٰ تو ایک قدم اپنے نفس پر رکھ (یعنی میری محبت میں نفسانی خواہشات کو اپنے سینے میں دفن کر دے) تو دوسرا قدم میری طرف ہو گا۔ (یعنی دوسرے قدم پر تجھے قرب الہی حاصل ہو جائے گا۔)

☆ اور علاج کہتے ہیں اوپر نہ چڑھ، اوپر چڑھنے کی ضرورت نہیں، وہ تو ایک قدم پر ہے۔

☆ شیخ الاسلامؒ نے فرمایا وہ ایک قدم ہے جب تو اپنے سے نکل جائے گا اس تک پہنچ جائے گا۔ (حیات صوفیہ صفحہ ۱۹۹)

نفسانی خواہشات کا ایک اصول

اللہ تعالیٰ نے نفسانی خواہشات کو پیدا کر کے ایک اصول بنایا کہ جو شخص میری چاہت کو چھوڑ کر جتنا نفس کی چاہتوں کو پورا کرے گا اتنی ہی اس کی خواہشات بڑھیں گی نہ کہ کم ہوں گی یہ اصول اللہ کا بنایا ہوا ہے۔ آسمان تو اپنی جگہ سے ہٹ سکتا ہے اللہ کی بات غلط نہیں ہو سکتی۔ اب شیطان کیا کہتا ہے وہ ملعون جو دنیا کا سب سے بڑا ہے قوف ہے جس نے جنت و جہنم کو دیکھ کر بھی اللہ کی نافرمانی کی، وہ اپنے دوستوں سے یعنی جو اس کی چاہت پر چلتے ہیں، ان سے کہتا ہے یاد آخری مرتبہ یہ گناہ کر لے تاکہ کچھ شہوت کم ہو جائے، پھر اس گناہ کو کبھی نہ کرنا حالانکہ یہ تو شیطان دھوکہ ہے بقول ایک اللہ والے کے

نفسانی خواہشات کی مثال جوع البقر ایک بیماری کی طرح ہے اس بیماری میں انسان کو ۱۰ دیکیں بھی بریانی کی کھلا دی جائیں تب بھی اس کی بھوک ختم نہیں ہوتی۔ نفس کا بھی یہی حال ہے۔

نفسانی خواہشات کو ختم کرنے کا نسخہ

اب اس خواہش کو ختم کرنے کا سب سے مجرب طریقہ یہ ہے کہ آدمی اس خواہشات کے تقاضے کو پورا نہ کرے اس عمل سے شروع میں تھوڑی تکلیف ہوگی (لیکن اس میں حلاوت ہوگی) اس کے بعد دوبارہ اسی تقاضے کو دہانا بہ نسبت پہلے کے کم تکلیف ہوگی حتیٰ کہ ایک وقت آیا آئے گا کہ وہ تقاضا ہی ختم ہو جائے گا۔

اس حدیث کے تین ٹکڑوں میں سے ایک ٹکڑے کی شرح تو قارئین پڑھ ہی چکے ہوں گے اور عزم بھی کر چکے ہوں گے کہ آج کے بعد ہم دل کو تو پاش پاش کر دیں گے پر حرام خوشیوں کو درآمد نہیں کریں گے۔ اب آئیے دوسرے ٹکڑے کی شرح قارئین کے سامنے پیش خدمت ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

وَمِنْ أَهْلِيْ لِّعَنِ اے اللہ آپ مجھے اپنی محبت اتنی حد تک عطا کر دیں کہ مجھے میرے اہل و عیال سے بھی زیادہ آپ سے محبت ہو لہذا آپ خود ہی بتلائیں جس شخص کے دل میں اہل و عیال سے زیادہ اللہ کی محبت ہوگی وہ بیوی بچوں کی خوشیوں کو قربان کر دے گا پر اپنے خالق اور مالک کو ناراض نہیں کرے گا کیونکہ آپ ﷺ نے فرمایا ہے کہ:

لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوْقٍ فِیْ مَعْصِيَةِ الْخَالِقِ

یعنی مخلوق کی چاہت کو پورا کرنے میں خالق کی نافرمانی کرنا جائز نہیں بلکہ حرام ہے ایسا شخص انتہائی بے وفا اور نالائق ہے جو بیوی بچوں کو خوش رکھنے کے لئے خالق کی نافرمانی کرتا ہے۔

جہانگیر اور نور جہاں کا واقعہ

جہانگیر بادشاہ سے نور جہاں نے کہا کہ شیعہ ہو جاؤ پوچھا کیوں؟ کہا کہ تم میرے عاشق ہو اور عاشق کو چاہئے کہ معشوق کا مذہب اختیار کرے تو اس نے کہا کہ ۔

جاناں بہ تو جاں دلاؤ نہ ایماں دلاؤ

اے نور جہاں میری محبوبہ تجھ پر میں نے جان دی ہے ایمان نہیں دیا ہے۔ ایک اور واقعہ جو کہ محبت الہی سے لبریز ہے اور حدیث کے اس ٹکڑے سے متعلق ہے قارئین کے سامنے پیش ہے۔

حضرت سمنون محبت کی حکایت

حضرت سمنون محبت کے گھر میں حضرت جنیدؒ، شبلیؒ، ابوالحسن نورؒ، رقامؒ اور ابو حمزہ خراسانیؒ برابر جمع ہوا کرتے تھے اور وہاں حب الہی اور دوسرے تصوف کے مسائل پر باتیں ہوا کرتی تھیں۔ حضرت سمنونؒ بہت خوب صورت اور ملیح جوان تھے اور ہمیشہ عشق الہی میں سرشار رہتے تھے۔ اہل محبت ہونے کی وجہ سے ان کی باتیں بھی بڑی دلکش اور شیریں ہوتی تھیں۔

حضرت سمنون محبت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہمیشہ میرا سر خدا تعالیٰ کی محبت کے سوا مشغول نہیں ہوا اور آپ کو سمنون محبت اس لئے کہتے تھے کہ آپ کا ظاہر اور باطن سب کا سب صفاتِ مہمان ہو چکا تھا۔ فرماتے ہیں کہ شریعت کی اقامت پر میں نے ایک عورت سے نکاح کیا، اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک لڑکی مرحمت فرمائی میرا دل اس کی طرف مائل ہوا خواب میں دیکھتا ہوں کہ قیامت برپا ہے اور ایک بلند جھنڈا جس کے نیچے بہت سی خلقت جمع ہے میں اس کی طرف چلا اور دریافت کیا کہ یہ جھنڈا کیسا ہے اور جو اس کے نیچے ہیں وہ کون ہیں۔ مجھے کہا گیا کہ یہ مہمان خدا کا لواء (جھنڈا) ہے اور یہ سب اللہ تعالیٰ کے محبت ہیں (یہ سکر) میں بھی ان کے درمیان چلا گیا۔ ایک نے میرا بازو پکڑ

کر مجھے کہا کہ تو ان میں نہیں ہے میں نے کہا کہ میں بھی حق تعالیٰ کا محبت ہوں کہنے لگے کہ تیرا نام محبوبوں کے دیوان سے نکال دیا گیا ہے کیونکہ تیرے دل میں اللہ کے مقابلہ میں بیٹی کی محبت غالب ہے۔ یہ سن کر میں نے بارگاہ میں عرض کی:

اَللّٰہِیْ اِنْ کَانَتْ ہِیَ تَقَطَعْنِیْ عَنْائِیْ فَارْفَعْہَا .

مولیٰ اگر یہ میری بیٹی مجھے تجھ سے علیحدہ کرنے والی ہے تو اس کی جان قبض کر لیجئے

معا میرے کان میں عورتوں کی آواز پہنچی کہ رو رہی ہیں میں خواب سے جاگ پڑا اور پوچھا کہ کیا سبب ہے کہنے لگیں کہ آپ کی بیٹی چھت پر سے گر پڑی ہے اور گردن ٹوٹ گئی ہے۔
(جوامع الکلم و اسرار الاولیاء)

محبت کا عجیب اثر

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ایک وعظ میں ان کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ ایک مرتبہ حضرت سمنون عشق الہی میں کچھ گفتگو کر رہے تھے ایک چڑیا ان کے قریب آکر بیٹھ گئی پھر تھوڑی دیر کی بعد وہ چڑیا ان کی گود میں آ بیٹھی اور تڑپنے لگی اور اس طرح تڑپ تڑپ کر ان کی گود میں مر گئی۔ دیکھئے یہ عشق کا اثر اب جو لوگ انکار کرتے ہیں وہ بتائیں کہ یہ کس چیز کا اثر تھا جس نے جانوروں میں بھی آگ لگادی تو پھر انسان میں اگر آگ لگ جائے تو کیا بعید ہے۔ حضرت سمنون اللہ کے عشق میں اس قدر سرشار رہتے تھے کہ اس بنا پر ان کا لقب ہی محبت پڑ گیا تھا۔
(مواعظ اشرفیہ، جوامع الکلم و اسرار الاولیاء)

محبت الہی میں عجیب کیفیت

ایک روز لوگوں نے دجلہ کے کنارے حضرت سمنون کو دیکھا کہ لکڑی کی چھڑی ان کے ہاتھ میں تھی جسے وہ اپنی ران پر مارتے تھے۔ وہ پھٹ گئی تھی

اور اس سے خون بہہ رہا تھا مگر انہیں کچھ خبر نہ تھی اور اس حال میں وہ یہ ریت
پڑھ رہے تھے ۔

قُرْبَدٌ مِّنِّي بِمَجْلُوٍّ مَّسْرُئٍ
وَلَقَدْ عَلِمْتُ الْمَرْءَ مِّنِّي
وَلَسَ لِي فِي مَوَاطِنَ خَطِّ
فَكُفِّ مَا بَشَتْ فَتَحَوْنِي

(۱) تو میرے دل کا امتحان کرنا چاہتا ہے بلجو دیکھ تو جانتا ہے میری مراد
اور میرا مطلب تو ہے۔

(۲) اور میرے لئے تیرے علاوہ میں کوئی دلچسپی نہیں ہے، تو جس طریقہ
پر چاہے مجھے آزما لے (خود بلا کے ساتھ امتحان کیا نعمت کے
ساتھ)۔ (حیات صوفیہ صفحہ ۲۳)

خوب کے ذریعہ تربیت

اسی وقت پیشاب کی بندش میں ان کا امتحان ہوا تو زبان پر شکوہ نہ لائے،
مہر کرتے رہے، کسی پر ظاہر نہ کیا آخر رات کو ان کے کئی مریدوں نے خوب
میں دیکھا کہ سمنوں گریہ زلمی کے ساتھ دعا کر رہے ہیں اور خدا تعالیٰ سے شفا
مانگ رہے ہیں۔ جب سمنوں کو معلوم ہوا تو سمجھ گئے کہ اس بیداری کو بھیج کر
آداب عبودیت سکھاتا اور مجھ سے عجز و نیرت مندی کا اظہار کرتا چاہتا ہے نہ کہ
سزا ملے۔ (حیات صوفیہ صفحہ ۲۶۰)

گذشتہ ورق میں جو حدیث گزری ہے اس کے پہلے اور دوسرے حصہ کی
شرح تو قدرِ کمین پڑھ ہی چکے ہوں گے اب آئیے تیسرے حصہ کی شرح آپ
کے سامنے پیش ہے۔

ٹھنڈے پانی سے زیادہ اللہ کی محبت

تیسرا جملہ ہے وَ مِنْ أَعْلَى الْكَوْذِلِ اللہ اپنی محبت اتنی دے دے کہ

شدید پیاس میں ٹھنڈے پانی سے بھی زیادہ شدید پیاس میں ٹھنڈے پانی سے رگ رگ میں جان آتی ہے، جان میں سینکڑوں جان معلوم ہوتی ہے۔ اس شدید پیاس پانی جتنا پیارا ہوتا ہے اے اللہ اس سے زیادہ آپ مجھے پیارے ہو جائیے۔ اپنی ایسی محبت میری جان کو عطا فرمائیے۔

مصنف آئینہ سلوک نے اس حدیث سے متعلق لکھا ہے کہ جب محبت کسی شے سے اتنی بڑھ جائے کہ وہ شے اپنی جان، مال، عزت، آبرو غرض اپنی ہر محبوب چیز سے زیادہ پیاری ہو جائے تو اسی کیفیت کا نام عشق ہے۔ (جس کو آپ ﷺ نے اپنے رب سے مانگا)

ایک اور اللہ والے نے اس حدیث سے متعلق فرمایا کہ خالص محبت یہ ہے کہ محبوب کی طرف سے کوئی بلا آئے تو اُف تک نہ کرے حتیٰ کہ اسے زندہ جلا دیا جائے یا اس کے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جائیں تو بھی اُف نہ کرے اور ثابت قدم رہے۔

والذین آمنوا اشد حبا للہ کی مزید تشریح:

☆ حضرت مولانا شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس آیت میں آمنوا بمعنی عَشَقْنَا کے ہے یعنی ہم اللہ پر عاشق ہوئے۔ (سمعت حضرت سید عشرت جمیل صاحب میردامت برکاتہم)

☆ مسیح الامت حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحبؒ نے فرمایا آمنوا بمعنی عشق کے ہے اگر یہ عشق (سالکین کے قلب میں) سچا ہوگا تو کبھی دل سے نہیں نکلے گا۔ (ذکر الہی صفحہ ۶۲)

☆ حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحبؒ نے اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا یہاں اشد حبا سے مراد عشق ہے۔ پھر فرمایا کہ جب سالک عملی طور پر مجاہدات اختیار کرتا ہے اعمال صالح و ریاضتیں کرتا ہے تو محبتِ حل کے درجہ میں پہنچ جاتی ہے اور یہی محبت عشق کہلاتی ہے۔ (خطبات حکیم الاسلام)

آیت اشد حباً للہ جملہ خبریہ سے نازل ہونیکا راز

بندہ کے پیر و مرشد نے اس نقطہ سے متعلق ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حکم نہیں دیا کہ ہم سے محبت کرو بلکہ جملہ خبریہ سے اطلاع دی کہ والذین آمنوا اشد حباً للہ جو لوگ مجھ پر ایمان لائے یعنی مجھے پہچان گئے وہ سارے عالم سے زیادہ اور عالم کی ہر چیز سے زیادہ مجھ سے محبت کرتے ہیں۔ اللہ نے یہ خبر دی لیکن حکم کیوں نہیں دیا؟ کیونکہ جو حسین اور صاحبِ جمال ہوتا ہے وہ حکم نہیں دیتا، وہ تو آئینہ میں دیکھ کر جانتا ہے کہ جو مجھے دیکھے گا خود ہی تڑپ جائے گا۔ پس اللہ تعالیٰ جانتے ہیں کہ جو مجھے پہچان لیں گے اور میری محبت و عظمت و معرفت جن کو نصیب ہو جائے گی تو وہ خود ہی سارے عالم سے زیادہ مجھے پیار کریں گے کیونکہ جب میرا کفو اور مثل اور ہمسر سارے عالم میں کہیں نہیں پائیں گے تو خود ہی مجھ سے محبت پر مجبور ہوں گے لہذا اللہ تعالیٰ نے خبر دی حکم نہیں دیا۔ (مواہب ربانیہ صفحہ ۳۶۸)

ایک اور موقع پر مرشدی حضرت والا دامت برکاتہم نے اس مضمون کو ایک نئے انداز سے بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ جانتے ہیں کہ میرے بندوں کو حکم دینے کی ضرورت نہیں کہ مجھ سے محبت کرو کیونکہ جب میرا جمال ان پر منکشف ہو جائے گا تو وہ خود ہی مجھ سے محبت کریں گے ہمیں کہنے کی ضرورت ہی نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ جانتے ہیں کہ ہمارے نام میں اتنی مٹھاس ہے اور ہم ایسے ہیں کہ جب میرے بندوں کی آنکھوں کا موتیا نکل جائے گا تو وہ خود ہی مجھ سے محبت کرنے لگیں گے مجھے حکم دینے کی ضرورت نہیں۔ اللہ تعالیٰ کو اپنے جمال اور اپنے کمال اور شانِ محبوبیت کا خود ہی علم ہے اگر انہوں نے مجھے پہچان لیا اور دل میں پالیا تو خود ہی مجھ سے محبت کرنے پر مجبور ہو جائیں گے۔

(جو احباب والذین آمنوا اشد حباً للہ کی تفسیر پڑھ چکے ہیں اور اہل من

مزید (کچھ اور بھی ہے) کے مشتاق ہوں تو وہ بندہ کی کتاب ”اللہ کے عاشقوں کی عاشقی کا منظر“ پڑھیں۔ مؤلف)

قرآن پاک میں ارشادِ خداوندی ہے:

﴿۷﴾ اِنْ رَّيَيْ رَحِيْمٌ وَّذُوْدٌ - (سورة الهود)

بے شک میرا رب مہربان اور پیار کرنے والا ہے۔

رحیم اور ودود دونوں مبالغہ کے صیغے ہیں رحیم کے معنی بہت زیادہ مہربان اور ودود کے معنی انتہائی محبت اور پیار کرنے والا ہے جب بندہ اپنے سابقہ گناہوں اور بُرائیوں سے تائب ہو کر اور اظہارِ ندامت کرتے ہوئے بخشش کا طلب گار ہوتا ہے تو رب کریم جو رحیم اور ودود ہے وہ اس کو اپنے دامنِ رحمت میں چھپا لیتا ہے اور اس کی سحابِ رحمت کے چھینٹے اس کی سیاہ کاریوں کو دھو ڈالتے ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث مبارکہ اس پر شاہد ہیں۔

اکثر عارفین کے نزدیک لمانت سے مراد عشق ہے

قولہ تعالیٰ:

﴿۸﴾ اِنَّا عَرَضْنَا الْاٰمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ لَآيْبِنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ ط اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا ۝ لَيَعَذَّبَنَّ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْمُشْرِكِيْنَ وَالْمُشْرِكَتِ وَ يَتُوْبَ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ط وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝

(پ ۲۲ ع ۶ الاحزاب آیت ۷۲، ۷۳)

یعنی ہم نے یہ لمانت (احکام جو بمنزلہ لمانت کے ہیں) آسمان اور زمین اور پہاڑوں کے سامنے پیش کی تھی۔ سو انہوں نے اس کی ذمہ داری سے انکار کر دیا اور انسان نے اس کو اپنے ذمہ لے لیا۔ وہ ظالم ہے، جاہل ہے، انجام یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ منافقین اور منافقات اور مشرکین اور

مشرکات کو سزا دے گا اور مؤمنین و مومنات پر توجہ (ورحمۃ) فرمائے گا۔ اور اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس سے مراد لات اختیار ہے۔ پہاڑوں نے، زمین نے، آسمانوں نے انکار کیا۔ انسان نے فرط محبت سے خود قبول کر لیا۔ عقل پر محبت نے غلبہ پالیا کچھ نہ سوچا یہ بار اٹھالیا، اس لئے فرمایا **يُعَذِّبُ اللَّهُ الْمُنَافِقِينَ** اسی سلسلہ میں فرمایا کہ اکثر عارفین کے نزدیک لات سے مراد عشق ہے اور آگے جو ارشاد ہے کہ **اِنَّهُ كَانَ ظَلُومًا جَهُولًا** بعض اہل لطائف نے کہا کہ یہ عنوان میں تو قدح ہے لیکن دراصل مدح ہے کہ اُس نے بڑا ہی ستم کیا کہ جھٹ کھڑا ہو گیا اور عشق کا بوجھ اٹھانے کے لئے تیار ہو گیا، بڑا نادان ہے۔

یہ تفسیر حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ہے اور حافظ شیرازیؒ نے بھی اس کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔

(معارف اکابر)

آسمان بار لات نتوانست کشید

قرعہ فال بنام من دیونہ زدند

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ :

مَنْ كَانَ يَرْجُو لِقَاءَ اللَّهِ فَإِنَّ أَجَلَ اللَّهِ لَآتٍ ط وَ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۝

(پ ۲۱ عنکبوت : ۵)

جو اللہ تعالیٰ کی ملاقات کا شوق رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ کا مقرر کردہ وقت آنے والا ہے اور وہ سننے والا جاننے والا ہے۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

مَنْ أَحَبَّ لِقَاءَ اللَّهِ أَحَبَّ اللَّهُ لِقَاءَهُ ۝ وَمَنْ كَرِهَ لِقَاءَ اللَّهِ كَرِهَ اللَّهُ لِقَاءَهُ ۝

(مضق علیہ)

جو اللہ کی ملاقات کو دوست رکھتا ہے اللہ اس کی ملاقات کو دوست رکھتا ہے اور جو اللہ کی ملاقات کو بُرا سمجھتا ہے اللہ اس کی ملاقات کو بُرا سمجھتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی ملاقات کی تمنا رکھنا دراصل شوقِ وصل ہے۔ ایک مقام پر بیان ہوا ہے کہ فرشتے اس کی ہر وقت تسبیح بیان کرتے رہتے ہیں، ان کا ہر وقت یاوہی میں مصروف رہنا عشق اور شوق کی دلیل ہے۔

حضرت لام غزنویؒ کا کہنا ہے کہ شوق اسی شے کا ہوا کرتا ہے اور ہو سکتا ہے جو ایک لحاظ سے حاضر ہو تو ایک اعتبار سے غائب ہو مثلاً محبوب کو لے لیجئے کہ خیال میں تو ظاہر ہوتا ہی ہے لیکن نظروں سے غائب بھی ہو جلیا کرتا ہے اور یہی وہ مقام ہوتا ہے جہاں شوق ظہور پذیر ہوتا ہے یعنی بیقراری سے آرزو یہ ہونے لگتی ہے کہ وہ آنکھوں کے سامنے آجائے تاکہ لورا ک مکمل ہو جائے۔ گویا شوق کے معنی تلاشِ محبوب کے ہوئے۔ (احیاء العلوم)

اللہ تعالیٰ بندوں سے کتنی محبت کرتے ہیں اس کے

دلائل قرآن کی روشنی میں

اللہ تعالیٰ اپنی ذات سے محبت کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے کیونکہ دستورِ فطرت ہے کہ اگر کوئی کسی کو چاہے تو وہ بھی اسے چاہتا ہے۔

قرآنی دلیل نمبر ۱: اہل محبت اللہ کو پسند ہیں

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَنْ يَرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِينِهِ فَسَوْفَ يَأْتِي
اللَّهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ أَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ أَعِزَّةٍ عَلَى
الْكَافِرِينَ يُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا يَخَافُونَ لَوْمَةَ لَائِمٍ ذَلِكَ
فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ٥ (ب، ۶، مائدہ: ۵۴)

اے ایمان والو! اگر کوئی تم میں سے اپنے دین سے پھر جائے تو وہ بہت جلد ایسی قوم لے آئے گا جس سے اسے محبت ہوگی، اہل ایمان کے حق میں وہ نرم ہوگی کافروں پر غالب ہوگی اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے اور

کسی ملامت کرنے سے خوف نہیں کھائیں گے یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے۔ اللہ وسعت والا علم والا ہے۔

احقر مولف کے پیر و مرشد عارف باللہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم نے مذکورہ بالا آیت کی بڑی عمدہ اور محبت سے لبریز تفسیر کی ہے جو کہ قارئین کے سامنے پیش خدمت ہے۔

ارشاد فرمایا کہ لوگوں کی تین قسمیں ہیں (۱) ایک انتہائی وفادار یہ اولیاء صدیقین کا گروہ ہے۔ (۲) دوسرا گروہ انتہائی بے وفا لوگوں کا ہے اور وہ کفار و مشرکین و مرتدین کا ہے۔ (۳) تیسرا گروہ درمیانی قسم کے لوگوں کا ہے جو کبھی وفا کرتے ہیں کبھی بے وفائی کرتے ہیں اور یہ مومنین فاسقین کا گروہ ہے۔

مقام محبت

ایک اور موقع پر ارشاد فرمایا کہ محبت کا مقام عظیم الشان ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں و من یرتد منکم عن دینہ فسوف ینال اللہ بقوم جو تم میں سے مرتد ہو جائے گا دین سے پر جائے گا اللہ تعالیٰ ان بے وفوں کے مقابلہ میں ایک قوم پیدا کریں گے جس کی شان کیا ہوگی یحبہم و یحبونہ ان سے اللہ محبت کرے گا اور وہ اللہ سے محبت کریں گے۔ یعنی یہ اللہ کے عاشقوں کی قوم ہوگی۔ مرتدین کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ اہل محبت کو لارہے ہیں۔ اس کے متعلق علماء محققین کی رائے ہے کہ اہل محبت کبھی مرتد نہیں ہو سکتے کیونکہ مقابلہ میں جو چیز لائی جاتی ہے وہ اس کی ضد ہوتی ہے لہذا بے وفوں اور غداروں کے مقابلہ میں اللہ اہل محبت کو لارہا ہے۔ معلوم ہوا کہ یہ وہ قوم ہے جو ضد ہے بے وفوں کی، غداروں کی مرتدین کی اس لئے یہ کبھی مرتد نہیں ہو سکتی۔ مرتدین کے مقابلہ میں اگر اہل محبت بھی مرتد ہو جاتے تو اعتراض لازم آتا کہ یہ کیسا مقابلہ ہو۔ اس لئے ہمارے حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی فرماتے ہیں کہ اہل محبت کی صحبت میں زیادہ بیٹھا کرو تاکہ تم بھی اہل محبت ہو جاؤ۔ التشریف فی احادیث

التصوف میں حضرت والا نے یہ حدیث نقل کی کہ سألوا العلماء و جالسوا
الکبراء و خالطوا الحكماء کہ علماء سے مسئلے پوچھو اور بڑے بوڑھوں کے پاس
بیٹھا کرو کہ کوئی بات تجربے کی معلوم ہو جائے گی لیکن اللہ کے ساتھ رہ
پڑو۔ (مواعظ رہانیہ صفحہ ۵۲۹)

یحبہم و یحبونہ کی تفسیر

اگر اللہ محبت بھی بے وفا ہوتے تو مرتدین کے مقابلہ میں یہ آیت
یحبہم و یحبونہ نازل نہ ہوتی۔ یہ آیت نازل فرما کر اللہ تعالیٰ نے بتلایا کہ
مرتدین جو بے وفائی کے انتہائی مقام پر پہنچ گئے ان کے مقابلہ میں وفاداری کے
انتہائی مقام پر پہنچنے والی قوم کو ہم پیدا کر رہے ہیں جن کی شان یحبہم و یحبونہ
ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سے محبت فرمائیں گے اور وہ اللہ تعالیٰ سے محبت کریں
گے۔ اسلام لانے کے بعد جو مرتد ہو گئے وہ انتہائی بے وفا، غدار اور شقی القلب
تھے۔ لہذا انتہائی درجہ کی بے وفا قوم کے مقابلہ میں انتہائی درجہ کی وفادار قوم پیدا
کرنا اللہ تعالیٰ کے ذمہ فصولاً و احساناً لازم تھا ورنہ مقابلہ صحیح نہ ہوتا۔ لہذا انتہائی
بے وفا قوم کے مقابلہ میں انتہائی وفادار قوم اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمائی۔ اس آیت
سے ثابت ہوا کہ اللہ محبت کبھی مرتد نہیں ہو سکتے۔ اگر اللہ محبت بھی بے وفا
ہوتے تو لازم آتا کہ نعوذ باللہ مرتد کا مقابلہ اللہ تعالیٰ نے مرتد سے کیا ہے۔ یہ
مقابلہ پھر مقابلہ کہاں رہتا۔ مقابلہ تو ضد سے ہوتا ہے لہذا اللہ مرتد کا مقابلہ
اس آیت میں اہل وفا سے ہوا ہے جس سے معلوم ہوا کہ یہ قوم جس کی صفت
یحبہم و یحبونہ ہے یہ اللہ وفا ہے۔ اس قومیت کے عالم میں جتنے افراد ہوں
گے وہ کبھی مرتد نہیں ہوں گے، بے وفا نہیں ہوں گے، اللہ کا دروازہ نہیں
چھوڑیں گے اور نبی کو نہیں چھوڑیں گے۔ جس نے نبی کو چھوڑ دیا اس نے اللہ
کو چھوڑ دیا۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے عاشقوں کا تذکرہ لفظ قوم کے ذریعہ کیا۔ اس قوم کے

اجزائے ترکیبی دو ہیں ایک یحبہم اور دوسرا یحبونہ یعنی جن سے اللہ محبت کرتا ہے اور جو اللہ سے محبت کرتے ہیں۔ اس قوم کی امتیازی شان یحبہم و یحبونہ ہے۔ یحبہم کی تفسیر میں علامہ آلوسی لکھتے ہیں کہ اللہ کس طرح اپنے بندوں سے محبت کرتے ہیں؟ فرماتے ہیں کہ اللہ کی محبت بندوں کے ساتھ ایسی ہے جیسی اللہ تعالیٰ کی شان ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی شان کے مطابق محبت کرتے ہیں یعنی جس سے اللہ محبت کرتے ہیں اس کو اپنا مراد اور محبوب بنا لیتے ہیں پھر اس کی مفید چیزوں کا انتظام کرتے ہیں اور مضر چیزوں سے بچاتے ہیں یعنی اس کو اپنی اطاعت میں مشغول رہنے کی اور معاصی سے بچنے کی توفیق عطا فرماتے ہیں۔ یہ علامت ہے کہ اللہ ان سے محبت کرتا ہے۔ (مواہب رہانیہ)

یحبونہ پر یحبہم کی تقدیم کا راز؟

یہاں ایک سوال ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی محبت کو پہلے بیان کیا اور اپنی عاشقوں کی محبت کو بعد میں یحبہم یعنی اللہ تعالیٰ ان سے محبت کریں گے و یحبونہ اور وہ اللہ تعالیٰ سے محبت کریں گے اس کا جواب یہ ہے کہ ۔

کام بنتا ہے فضل سے آخر
فضل کا آسرا لگائے ہیں

اللہ تعالیٰ نے بتلایا کہ ہماری محبت کے صدقہ میں تم باوفا بنو گے۔ علامہ آلوسیؒ نے اس سوال کا یہی جواب دیا کہ قدم اللہ تعالیٰ محبتہ علیٰ محبة عبادہ اللہ تعالیٰ نے اپنی محبت کو اپنے بندوں کی محبت پر اس لئے مقدم فرمایا تاکہ صحابہ جان لیں کہ انہم یحبون ربہم بفیضان محبة ربہم کہ یہ اپنے رب کی محبت کے فیضان کے صدقہ میں مجھ سے محبت کر رہے ہیں۔

کس کس بندے سے اللہ محبت کرتا ہے؟

لیکن اللہ تعالیٰ نے پہلے یحبہم فرمایا کہ اللہ ان سے محبت کرتا ہے مگر کیسے معلوم ہو کہ اللہ ان سے محبت کر رہا ہے؟ حکم کی ضمیر ٹم کے افرو کو

اب متعین نہیں کیا جاسکتا کیونکہ نزول وحی بند ہو چکا، اب جبرئیل علیہ السلام نہیں آسکتے، نص قطعی سے تعین نہیں ہو سکتا کہ فلاں، فلاں اشخاص سے اللہ کو محبت ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ کی محبت کے ادراک کا اب کون سا تھرمائیٹر ہے کون سی دلیل ہے کیونکہ اللہ کی محبت اپنی بندوں کے ساتھ مخفی ہی لیکن اللہ کے بندوں کی محبت اللہ کے ساتھ تو ظاہر ہے۔

عشق من پیدا و دلبر نا پدید

میرا عشق تو ظاہر ہے لیکن میرا محبوب پوشیدہ ہے۔ میرا عشق یعنی وضو کرنا، نماز پڑھنا، روزہ رکھنا، طواف کرنا، جہاد کرنا، سر کٹانا سب ظاہر ہے مگر محبوب پوشیدہ ہے۔

در دو عالم اس چنیں دلبر کہ دید

دونوں عالم میں ایسا محبوب دکھاؤ کہ جسکو دیکھا بھی نہیں لیکن ایک ہی دن میں ستر شہید اُحد کے دامن میں لیٹے ہوئے ہیں۔ اسی طرح آج بھی بندوں کی محبت تو میرے ساتھ ظاہر ہو رہی ہے لیکن اے دنیا والو! یحیٰی کا علم تمہیں کیسے ہوگا، تم کیسے جانو گے کہ میں بھی ان سے محبت کرتا ہوں کیونکہ نزول وحی بند ہو چکا لہذا آگے دلیل موجود ہے و یحبونہ جو لوگ مجھ سے محبت کر رہے ہیں تو سمجھ لو کہ میں بھی ان سے محبت کر رہا ہوں۔ جس پر یحبونہ کے آثار دیکھو تو سمجھ لو کہ یہ میری ہی محبت کا فیضان ہے۔ یحبونہ اللہ تعالیٰ نے مضارع سے نازل فرما کر بتلایا کہ میرے عشق حال میں بھی میرے با وفا رہینگے اور مستقبل میں بھی میرے با وفا رہیں گے۔ یہی آیت دلالت کرتی ہے کہ اہل محبت کی صحبت میں رہنا چاہئے تاکہ اللہ تعالیٰ کی دائمی وفاداری حاصل ہو جائے۔

محبوبان خدا کی صفات

وہ خاص بندے جن کو اللہ تعالیٰ مرتدین کے مقابلہ میں لائیں گے ان کی پہلی صفت یحبونہ ہے کہ اللہ ان سے محبت کرے گا اور دوسری صفت ہے

یحبونہ کہ وہ اللہ سے محبت کریں گے تو یحبونہ کی تفسیر کیا ہے اسی یحبون الیہ جلّ شانہ میلًا صادقاً یعنی اللہ کی طرف ان کا قلب ہر وقت میلان صادق اور سچی طلب کے ساتھ لگ رہتا ہے اور میان صادق کیا ہے؟ فیطیعونہ فی امثال اوامرہ و اجتناب منافیہ یعنی اللہ تعالیٰ سے محبت کی علامت یہ ہے کہ وہ اللہ کے احکام مانتے ہیں اور گناہوں سے بچتے ہیں۔

اہل محبت کی تین علامات

گذشتہ اوراق میں جو آیت لکھی گئی ہے اس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے عاشقوں کی ۳ علامات بتائیں جو تفسیر کے ساتھ پیش خدمت ہے۔

اذْلَیْہِ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اَعِزَّةٌ عَلَی الْکَافِرِیْنَ يُجَاهِدُوْنَ فِی سَبِیْلِ اللّٰہِ لَا یَخَافُوْنَ لَوْمَةً لَّاۤیْمٍ
(پ ۶ سورۃ المائدہ)

مضمون ارتداد کے مقابلے میں اپنے عاشقوں کا ذکر فرمانے کی بعد حق تعالیٰ شانہ نے اپنے عاشقوں کی تین علامات بھی بیان فرمادیں تاکہ انکی شناخت ہو سکے۔

پہلی علامت: اپنے مسلمان بھائیوں کے ساتھ تواضع اور عاجزی اور انکساری کے ساتھ ملتے ہیں اور کافروں کے ساتھ سخت ہونگے۔

دوسری علامت: اللہ کے راستہ میں جہاد کرتے ہیں۔

تیسری علامت: اللہ کے عاشق ساری دنیا کے انسانوں کی ملامت سے نہیں ڈرتے اللہ کی بندہ سے محبت کی مذکورہ بالا تینوں علامات اور بقیہ علامات کی تفصیل احقر کی کتاب ”اللہ کی بندوں سے محبت کی علامات“ میں پڑھئے۔ یہاں پر ان علامات کی شرح کو اختصار کی غرض سے بندہ نے نہیں لکھا اب آئیے اس مضمون سے متعلق بقیہ آیت کی تفسیر پڑھیں۔

عاشقانِ حق کو خداوندی تنبیہ:

ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ ط وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ ؕ

حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ ہمارے محبوب بندے اور محبت بندے

مسلمانوں پر مہربان اور کافروں پر تیز ہوں گے اور جہاد کرتے ہوں گے اللہ تعالیٰ کی رلہ میں اور وہ لوگ کسی کی ملامت کی پروا نہ کریں گے ان نعمتوں پر فائز ہونے کے بعد ان کو اپنے لوپر ناز نہ ہونا چاہئے کہ یہ ہمارے صفات قابلِ فخر ہیں بلکہ **ذَلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ** یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس کو چاہیں عطا فرمائیں اور وہ بڑی وسعت والے اور بڑے علم والے ہیں۔ پس ان کو شکر گزار ہونا چاہئے حق تعالیٰ کی عنایت کا اور اپنے کو عجب اور کبر سے حفاظت کا اہتمام ہونا چاہئے۔ یہ بندہ کا کمال نہیں اُن کا انتخاب ہے جسے چاہیں اپنا بنالیں۔

(روح کی بیماریاں حصہ دوم صفحہ ۱۳۶)

ذَلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ الخ نے متعلق بندہ کے پیر و مرشد نے چند بڑے ہی نصیحت آموز اشعار اپنی کتاب میں لکھے ہیں جو کہ قارئین کے سامنے پیش خدمت ہیں

نہ بر گوہرے دُرّۃ التاج شد
نہ بر مرسلے لیل معراج شد
نہ بر موتی تاج شامی میں لگتا ہے نہ ہر رسول کو معراج عطا ہو جاتی ہے۔
برائے سر انجام کار صواب
یکے از ہزاراں شود انتخاب
حق تعالیٰ شہد کے دین کی خدمت کے لئے ہزاروں میں سے کسی ایک کا انتخاب ہوتا ہے۔

سرم غم عشق بوالہوس را نہ دہند
سوز غم پروانہ گس را نہ دہند
اے سرم! حق تعالیٰ اپنی محبت کا غم ہر بوالہوس کو نہیں عطا فرماتے اور پروانہ کا سوز غم مکھیوں کو نہیں دیا کرتے۔

لاوے بت خانے سے وہ صدیق کو
کعبہ میں پیدا کرے زندیق کو

زندیق سے مراد ابو جہل ہے۔ اس کی ماں حاملہ تھی طواف کر رہی تھی کعبہ ہی میں دروازہ ہوا اور مطاف میں پیدا ہوا۔

زاولہ آذر خلیل اللہ ہو

اور کنعال نوح کا گمراہ ہو

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام آذر تھا جو بت بنایا کرتے تھے اور کنعال نوح علیہ السلام کے اس بیٹے کا نام تھا جو اپنے پیغمبر والد کی نافرمانی کرتے ہوئے طوفان میں غرق ہو گیا۔

ابیہ لوط نبی ہو کافرہ

زوجہ فرعون ہوئے طاہرہ

دیر کو مسجد کرے مسجد کو دیر

غیر کو اپنا کرے اپنے کو غیر

فہم سے بلا خدائی ہے تیری

عقل سے بلا خدائی ہے تیری

اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں سے پیدا بھرا خطاب

میرے دوستو! کلام اللہ میں اللہ تعالیٰ نے جگہ جگہ تمام مسلمانوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

قرآنی دلیل نمبر ۲:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا

یعنی اے ایمان والو! آپ نے دیکھا ہوگا کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے خطاب کرنے کے لئے جگہ جگہ "يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا" کے الفاظ استعمال فرمائے ہیں۔ ایک مجلس میں حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم نے فرمایا کہ ہمارے حضرت ڈاکٹر عبدالحی صاحب قدس اللہ سرہ فرمایا کرتے تھے کہ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا کا عنوان جو اللہ تعالیٰ مسلمانوں

سے خطاب کرتے ہوئے استعمال فرماتے ہیں، یہ بڑا پیارا عنوان ہے، یعنی اے ایمان والو، اے وہ لوگو جو ایمان لائے، اس خطاب میں بڑا پیار ہے۔ اسلئے کہ خطاب کا ایک طریقہ یہ ہے کہ مخاطب کا نام لیکر خطاب کیا جائے، اے فلاں اور خطاب کا دوسرا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ مخاطب کو اس رشتے کا حوالہ دیکر خطاب کیا جائے جو خطاب کرنے والے کا اس سے قائم ہے۔ مثلاً ایک باپ اپنے بیٹے کو بلائے تو اس کا ایک طریقہ تو یہ ہے کہ اس بیٹے کا نام لے کر اس کو پکارے کہ اے فلاں اور دوسرا طریقہ یہ ہے کہ اسکو بیٹا کہہ کر پکارے کہ اے بیٹے، ظاہر ہے کہ بیٹا کہہ کر پکارنے میں جو پیار، جو شفقت اور جو محبت ہے اور سننے کیلئے اس میں جو لطف ہے، وہ پیار اور لطف نام لے کر پکارنے میں نہیں ہے۔

حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے عالم اور فقیہ تھے حضرت مولانا تقی عثمانی صاحب نے ایک مرتبہ فرمایا کہ مولانا کو کوئی علامہ کہتا کوئی شیخ الاسلام کہہ کر مخاطب کرتا لیکن جب وہ ہمارے گھر آتے تھے تو اس وقت ہماری دلاوی بقید حیات تھیں، ہماری دلاوی صاحبہ رشتے میں حضرت علامہ کی ممائی لگتی تھیں اس لئے وہ ان کو بیٹا کہہ کر پکارتی تھیں اور ان کو دعا دیتی تھیں کہ بیٹا جیتے رہو۔ جب ہم ان کے منہ سے یہ الفاظ اتنے بڑے علامہ کے لئے سنتے جنہیں دنیا شیخ الاسلام کے لقب سے پکار رہی تھی تو اس وقت ہمیں بڑا اچنبھا محسوس ہوتا تھا لیکن علامہ عثمانی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ میں حضرت مفتی صاحب (مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ) کے گھر میں دو مقصد سے آتا ہوں۔

ایک یہ کہ حضرت مفتی صاحب سے ملاقات، دوسرے یہ ہے کہ اس روئے زمین پر مجھے بیٹا کہنے والا سوائے ان خاتون کے کوئی اور نہیں ہے، صرف یہ خاتون مجھے بیٹا کہہ کر پکارتی ہیں اس لئے میں بیٹا کا لفظ سننے کے لئے آتا ہوں، اس کے سننے میں جو لطف اور پیار محسوس ہوتا ہے وہ مجھے کوئی اور لقب

سننے میں محسوس نہیں ہوتا۔

حقیقت یہ ہے کہ اس کی قدر اس شخص کو ہوتی ہے جو اس کہنے والے کے جذبے سے آشنا ہو، وہ اس کو جانتا ہے کہ مجھے یہ جو بیٹا کہہ کر پکارا جا رہا ہے، یہ کتنی بڑی نعمت ہے۔ ایک وقت ایسا آتا ہے جب انسان یہ لفظ سننے کو ترس جاتا ہے۔

چنانچہ حضرت ڈاکٹر عبدالحی صاحب قدس اللہ سرہ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا** کا خطاب کر کے اس رشتے کا حوالہ دیتے ہیں جو ہر صاحب ایمان کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی باپ اپنے بیٹے کو بیٹا کہہ کر پکارتا ہے یا بلاتا ہے۔

خلاصہ: کلام اللہ میں جگہ جگہ اللہ تعالیٰ نے **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا** فرمایا یہ بھی اللہ کی بندے سے محبت و شفقت کی دلیل ہے۔ (اسلامی خطبات)

قرآنی دلیل نمبر ۳: اللہ تعالیٰ کی شانِ اجہاء و شانِ ہدایت

اللَّهُ يَجْتَبِيْ مَنْ يُّشَاءُ وَيَهْدِيْ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيبُ۔

اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے اپنی طرف کھینچ لیتا ہے اور جو لوگ اللہ کی طرف رجوع کرتے ہیں اللہ ان کے لئے ہدایت کے دروازے کھول دیتے ہیں۔

مفہوم آیت

یعنی جسے اللہ تعالیٰ اپنا عاشق اور اپنا محبوب اپنا دوست اور دلی بنانا چاہتے ہیں اور نفس کی غلامی سے اور غیر اللہ کی محبت سے چھڑا کر اپنا بنانا چاہتے ہیں اس کو اپنی طرف کھینچ لیتے ہیں اور جو اللہ کی طرف رجوع کرتا ہے اور اللہ والا بننے کی جدوجہد اور کوشش و محنت و مشقت کرتا ہے اور ہماری محبت میں ساری خواہشات کا خون کر دیتا ہے اس کو بھی ہم اپنا بنا لیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ اس انسان سے بڑی محبت کرتے ہیں اور اللہ کی یہ چاہت ہے

ساری دنیا کے انسان میرے محبوب بن جائیں اور میری چاہت کی مطابقت زندگی گزاریں۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اپنی محبت کے حصول کے دو راستے بتلا دیئے تاکہ اس راستہ پر چل کر ہر کوئی اس کا محبوب اور پسندیدہ بندہ بن جائے۔

اس آیت شریفہ کی شان نزول

امام لعاشقین سراج السالکین مرشدناؤ مولانا حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم نے ارشاد فرمایا کہ علامہ آلوسی السید محمود بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت کے بارے میں لکھا ہے کہ سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بہت غم تھا کہ کفار مکہ ایمان کیوں نہیں لا رہے ہیں۔ اکثر ان میں ایسے تھے جو ایمان لانے سے منکر تھے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی جس کو السید محمود بغدادی آلوسی نے لکھا ہے کہ **إِنَّ هَذِهِ آيَةٌ تَسْلِيَةٌ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ** سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا غم دور کرنے کے لئے اور آپ کی تسلی کے لئے یہ آیت نازل فرمائی کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ غم نہ کریں۔ اگر یہ کافر ایمان نہیں لاتے تو آپ غم نہ کریں دو وجہ سے کہ ہدایت کے دو ہی راستے ہیں یا تو میں ان کو اپنی طرف جذب کروں یا یہ خود محنت کریں، حق کو تلاش کریں اور یہ دونوں سے محروم ہیں، نہ تو میں نے کافروں کو اپنی طرف جذب کیا نہ یہ آپ کی طرف متوجہ ہیں اور آپ کی باتوں کو غور سے سنتے بھی نہیں۔ اس لئے ہمارے بننے کے دونوں راستوں سے یہ محروم ہیں۔ یہ جو ہمارے نہیں بن رہے ہیں اس کی وجہ یہی ہے کہ دو ہی راستے ہیں جن سے بندے ہمارے بنتے ہیں۔

دونوں جانب سے اشارے ہو چکے

ہم تمہارے تم ہمارے ہو چکے

اس کے دو ہی راستے تھے کہ یا تو میں ان کو جذب کرتا یا یہ میری تلاش و جستجو کرتے اور یہ دونوں ہی سے محروم ہیں۔ (تجلیات جذب حصہ چہارم صفحہ ۳۳)

گزشتہ صفحہ میں جو آیت گزری ہے اس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے تک پہنچنے کے دو راستے بتلائے ہیں جس میں پہلے کا نام جذب اور دوسرے کا نام سلوک۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے صفت جذب کو مقدم فرمایا کیونکہ اس میں بندہ مراد ہوتا ہے مراد کے معنی ہیں جس کا ارادہ کیا جائے اور دوسرے راستے یعنی راہ سلوک میں بندہ مرید رہتا ہے بس جس کو حق تعالیٰ صفت جذب عطا فرماتے ہیں اسے اپنی طرف کھینچ لیتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کا مراد ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنا بنانے کا ارادہ فرمایا اور جو **مَنْ يُئِيبْ** ہے، اللہ کی طرف توجہ کرتا ہے، اللہ کو تلاش کرتا ہے، اللہ کے راستہ میں محنت و مشقت اٹھاتا ہے، بزرگوں کی خدمت میں جاتا ہے، اللہ اللہ کرتا ہے، گناہ سے بچتا ہے، یہ مرید ہے، اللہ کا ارادہ کرنے والا ہے اس کو بھی بعد میں جذب نصیب ہو جاتا ہے۔ کیونکہ بغیر جذب کے کوئی اللہ تک نہیں پہنچ سکتا۔ جس پر ابتداء میں جذب غالب ہو یعنی جس کو پہلے اللہ تعالیٰ جذب کرے، بعد میں وہ خدا کا راستہ محنت و مشقت سے طے کرے اس کا نام مجذوب سالک ہے یعنی اس کو جذب پہلے نصیب ہوا سلوک بعد میں نصیب ہوا اور جو پہلے سلوک شروع کرے، عبادت کی محنت مشقت شروع کرے بعد میں اللہ اس کو جذب کرے، اپنی طرف کھینچ لے اس کا نام سالک مجذوب ہے یعنی پہلے یہ اللہ کے راستہ میں چلا، محنت و مشقت کی، پھر خدائے تعالیٰ نے اس کو اپنی طرف کھینچ لیا۔ بہر حال جذب ہو یا سلوک دونوں راستے اللہ تک پہنچتے ہیں۔

(تجلیات جذب)

آیت جذب کی مزید تفسیر

ایک اور موقع پر حضرت والا نے اس آیت جذب کی تفسیر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ آیت جذب میں اللہ تعالیٰ نے ایک ایسی صفت کو بیان کیا ہے اور یہ صفت ان گنہگاروں کے لئے بیان کی ہے جو گناہوں کی دلدل میں پھنسے ہوئے ہیں، ٹکنا چاہ رہے ہیں نکل نہیں پا رہے، زبردست بشارت ہے۔ اگر وہ

گزر گزرا کر اللہ تعالیٰ سے یہ صفت اور یہ خوبی اور یہ خزانہ جس کا اعلان قرآن پاک میں فرمایا ہے مانگ لیں تو بہت جلد ان کا کام بن جائے، کیونکہ اگر یہ خزانہ خدائے تعالیٰ کو نہ دینا ہوتا تو اعلان نہ فرماتے۔

دیکھئے جب ابا چاہتا ہے کہ لڑکوں کو پتہ نہ چلے تو بتاتا بھی نہیں ہے لیکن جب بتاتا ہے کہ دیکھو میرے بکس میں آج اتنا روپیہ ہے تو اس کے معنی ہیں کہ بچے مجھ سے مانگیں۔ اللہ تعالیٰ نے صفت جذب کا قرآن پاک میں اعلان کیا کہ میری ایک خوبی ہے کہ جو شخص گناہوں کی دلدل سے نہ نکل سکتا ہو رات دن گناہ والی زندگی میں پھنسا ہوا ہے، جانتا ہے کہ دیدہ و دانستہ بہت ہی نالائق ہے میں پھنسا ہوا ہوں کہ نکلنے نہیں پاتا اس کو اللہ تعالیٰ سے یہ کہنا چاہئے کہ اے اللہ اپنے قرآن پاک میں اپنی ایک صفت بیان فرمائی ہے کہ اللہ جس کو چاہتا ہے اپنی طرف کھینچ لیتا ہے اللہ یَجْبِئُنِي إِلَيْهِ مِنْ شَاءَ مجھے بھی اپنی طرف کھینچ لیجئے۔ صاحب روح المعانی لکھتے ہیں کہ اجباء جی سے ہے اور جبی کے معنی جذب کی ہیں۔ یعنی اللہ جس کو چاہتا ہے اپنی طرف جذب کرتا ہے، اپنا بناتا ہے، نفس و شیطان کی غلامی سے چھڑاتا ہے، ساری کائنات سے چھڑا کر اپنا بناتا ہے۔ اس کو بھی محسوس ہو جاتا ہے کہ کوئی مجھے اپنی طرف کھینچ رہا ہے۔ اس کے دل و جان میں اللہ کی محبت پیدا ہو جاتی ہے اور وہ خود بخود ان کی طرف بڑھتا چلا جاتا ہے۔ (ماہنامہ بینات صفحہ ۲۵ رمضان المبارک ۱۴۱۹ھ)

کتاب المعروف میں مرید اور مراد کے بارے میں ایک مضمون لکھا ہے جو قارئین کے سامنے پیش خدمت ہے۔

صاحب تعرف لکھتے ہیں کہ مرید درحقیقت مراد ہے اور مراد مرید۔ اس لئے کہ اللہ کا ارادہ کرنے والا اس وقت تک اللہ کا ارادہ نہیں کر سکتا جب تک اللہ اس کا ارادہ نہ کرے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ (سورة المائدة ۵ : ۵۹)

اللہ ان سے محبت رکھتا ہے اور وہ اس سے۔

لور فرمایا:

رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ (سورة المائدة ۵ : ۱۱۹)

اللہ ان سے راضی اور یہ اس سے راضی ہیں۔

لور فرمایا:

ثُمَّ نَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوبُوا (سورة التوبة ۹ : ۱۱۹)

اللہ پھر ان کی طرف لوٹ آیا تاکہ یہ بھی اس کی طرف لوٹ آئیں۔

لہذا اللہ کا ارادہ کرنا ہی ان کے ارادے کا سبب بنا کیونکہ ہر چیز کی علت اللہ کی وضع ہے اور اللہ کے کام کی کوئی علت نہیں۔ لہذا جس کا اللہ تعالیٰ ارادہ کریں تو یہ محال ہے کہ بندہ اس کا ارادہ نہ کرے لہذا مرید مراد بن گیا اور مراد مرید۔ مگر بات یہ ہے کہ مرید وہ ہے جو پہلے اجتہاد و ریاضت کرے، اس کے بعد اسے کشف حاصل ہو پھر ریاضت و اجتہاد۔ لہذا مرید وہ ہے جس کے متعلق اللہ نے فرمایا ہے:

وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا

جنہوں نے ہماری خاطر کوشش کی ہم انہیں ضرور اپنی راہ پر لے

آئیں گے۔ (سورة العنکبوت ۲۹ : ۶۹)

لور یہ وہ شخص ہے جسے اللہ چاہتا ہے لہذا وہ دل سے اللہ کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور اللہ اسے نیک اعمال کی توفیق عطا کرتا ہے جس سے اس کی ریاضت اور جمہلیتی ہے اور وہ اللہ کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور اس کا ارادہ کرتا ہے اس کے بعد اللہ تعالیٰ اس پر احوال کو کھول دیتا ہے جیسا کہ حادثہ نے کہا:

میں نے اپنے نفس کو دنیا سے کنارہ کش کیا۔ دن کو پیاسا اور رات بھر بیدار رہا اور اب یہ حالت ہے کہ اللہ کے عرش کو گویا اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھ رہا ہوں۔

یہاں انہوں نے بتایا ہے کہ احوالِ غیب کا انکشاف، ترک دنیا کے بعد ہوا۔

حقیقت مراد

اور مراد وہ ہوتا ہے جسے حق تعالیٰ اپنی قدرت سے اپنی طرف کھینچتے ہیں اور اس کے لئے احوال (غیب) کھول دیتے ہیں پھر اس مشاہدہ کی قوت اس کے اندر اجتہاد کو بھڑکاتی ہے اور اس کی طرف متوجہ کرتی ہے اور اس مشاہدہ کے بار کو برداشت کرنے کی قوت اس میں پیدا کرتی ہے جیسا کہ فرعون کے جلاوٹوں کا حال ہوا جب ان پر یکایک حالت کھول دی گئی تو جن سزوں کی فرعون نے انہیں دھمکی دی تھی ان کا برداشت کرنا ان کے لئے آسان ہو گیا۔ چنانچہ انہوں نے کہہ دیا:

لَنْ نُؤْيِرَكَ عَلَىٰ مَا جَاءَنَا مِنَ الْبَيِّنَاتِ وَالَّذِي فَطَرَنَا فَاقْضِ مَا أَنْتَ

فَاقِضِ

قسم ہے اس ذات کی جس نے ہمیں پیدا کیا ہم تمہیں ہر گز ان واضح دلائل پر ترجیح نہ دیں گے جو ہمارے پاس آگئی ہیں لہذا تم جو فیصلہ کرنا چاہو کرلو۔

اور جس طرح اللہ نے عمر بن الخطاب کے ساتھ کیا جب وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کے ارادے سے آئے تو اللہ نے راستے ہی میں اسے قید کر لیا۔ (المعرف صفحہ ۲۵، ۲۶)

اب آئیے جذب سے متعلق حکیم الامت حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک مضمون پڑھتے ہیں جس کو پڑھ کر ان شاء اللہ بہت فائدہ ہوگا۔

جذب کی شرح حکیم الامتؒ کی زبانی

ارشاد فرمایا کہ صوفیہ نے لکھا ہے کہ سلوک ایک خاص مقام تک ہوتا ہے اس کے بعد جذب ہوتا ہے۔ جو لوگ گمراہ ہوئے ہیں وہ وہی تھے جو سالک محض تھے مجذوب نہ تھے جیسے ابلیس و بلعم باعور وغیرہ، جذب کے بعد کوئی گمراہ

نہیں ہوتا۔ الفانی لایود کے یہی معنی ہیں۔ اب جذب کی حقیقت سنئے:
 جذب کے معنی ہیں لغت میں کشش کرنا کھینچنا۔ اور اصطلاح میں جذب یہ ہے کہ حق تعالیٰ کو اس سے محبت ہو جائے جس کی علامت یہ ہے کہ سالک پر داعیہ اضطراریہ غالب ہو جائے اور اس سے کوئی واصل خلی نہیں ہوتا خواہ مقبندی ہو یا چشتی۔
 (خطبات حکیم الامت صفحہ ۶۹)

قرآن سے اس جذب کا ثبوت موجود ہے حق تعالیٰ فرماتے ہیں اللہ یَجْزِي إِلَيْهِ مَنْ يَشَاءُ وَيَهْدِي إِلَيْهِ مَنْ يُنِيبُ (اللہ تعالیٰ جس کو چاہتے ہیں اپنی طرف کشش کر لیتے ہیں اور اپنی طرف سے ہدایت کرتے ہیں اُن لوگوں کو جو اُگی طرف رجوع کرتے ہیں)۔ اس آیت میں جذب و سلوک دونوں کا ذکر ہے۔ ترجمہ آیت کا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جسکو چاہتے ہیں اپنی طرف کشش کر لیتے ہیں اور اجبہاء اور جہی کے معنی لغت میں کشش ہی کے ہیں اور جذب کے معنی بھی یہی ہیں تو اس سے صاف ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ بعض بندوں کو اپنی طرف ہدایت جذب فرماتے ہیں آگے ارشاد ہے
 وَيَهْدِي إِلَيْهِ مَنْ يُنِيبُ

اور اپنی طرف ہدایت کرتے ہیں ان لوگوں کو جو اللہ کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

خدا کی طرف رجوع کرنا اور طلب میں مشغول ہونا سلوک پر فتح باب کا رتبہ ہونا ہے جس کو ہدایت فرمایا گیا ہے۔ وصول اس پر مرتب نہیں ہوتا وصول اجبہاء اور جذب سے ہوتا ہے جب تک اُوہر سے جذب نہ ہو وصول نہیں ہو سکتا جس درجہ کا بھی جذب ہوگا اسی درجہ کا وصول ہوگا۔ اُر جذب کامل ہے وصول کامل ہوگا اگر جذب قلیل ہے تو وصول بھی قلیل ہوگا۔

جذب کی ایک تمثیل

ایک بزرگ نے جذب کی حقیقت کو حسی مثال میں خوب بیان فرمایا وہ ایک بادشاہ کے بالاخانہ کے نیچے سے جا رہے تھے بادشاہ نے آواز دی کہ ذرا یہاں

تشریف لائے مجھے ایک سوال کرنا ہے۔ کہا کیوں کر آؤں تم اوپر میں نیچے۔
 بلاشاہ نے فوراً کند لٹکادی کہ اسے پکڑ لیجئے پھر بلاشاہ نے کھینچ لیا فوراً اوپر پہنچ
 گئے۔ بلاشاہ نے پوچھا کہ تم خدا تک کس طرح پہنچے، بزرگ نے بے ساختہ
 جواب دیا کہ جس طرح تم تک پہنچا۔ اگر میں ملنا چاہتا اور تم نہ ملنا چاہتے تو
 قیامت تک بھی میں آپ تک نہ پہنچ سکتا۔ تم نے خود ملنا چاہا تو خود ہی کھینچ لیا
 اس طرح اللہ تعالیٰ تک پہنچنا دشوار تھا کیونکہ طویل راستہ کا قطع کرنا بندہ سے
 کہیں ممکن ہے اگر وہ ملنا نہ چاہتے تو قیامت تک وصول نہ ہوتا مگر اللہ تعالیٰ نے
 اپنی عنایت سے خود ہی ملنا چاہا اور کھینچ لیا جیسا تم نے کند سے کھینچ لیا۔

حاصل یہ کہ بدون جذب کے وصول نہیں ہو سکتا اور بدون وصول کے
 رجعت سے اطمینان نہیں ہو سکتا لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ مجذوب خود
 بھی مطمئن ہو جائے نہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ واقع میں اس پر رجعت کا خطرہ
 نہیں رہتا مگر خود کوئی مطمئن نہیں نہ سالک نہ مجذوب بلکہ ہر شخص لرزاں و
 ترساں ہے۔ مجذوب اس واسطے مطمئن نہیں ہو سکتا کہ جذب کا اس کو یقین
 نہیں ہو سکتا کیونکہ بعض دفعہ سلوک بصورت جذب نہیں ہوتا ہے جیسا کہ
 بعض جذب بصورت سلوک ہوتا ہے۔ نفشندیہ کا جذب اکثر بصورت سلوک
 ہی ہوتا ہے اسی واسطے ناواقف اس کے جذب کو نہیں پہچانتا اور ان کو اس سے
 خللی سمجھتا ہی کیونکہ ان پر اس کے آثار ظاہر نہیں ہوتے لیکن وطن ان کا
 معمولی ہے فرماتے ہیں۔ (خطبات حکیم الامت)

جذب و سلوک کی تشریح حضرت تھانویؒ کی زبانی

ارشاد فرمایا:

طریق دو قسم پر منقسم ہے۔ طریق جذب اور طریق سلوک۔ کبھی
 وصول الی اللہ پہلے ہو جاتا ہی پھر شوق عبادت و ریاضت پیدا ہوتا ہے اس کو

طریقِ جذب“ کہتے ہیں اور کبھی پہلے ریاضت ہوتی ہے پھر وصول الی اللہ میسر ہوتا ہے اس کو ”طریقِ سلوک“ کہتے ہیں۔

ایک اور موقع پر حکیم الامتؒ نے فرمایا تربیت کے دو طریق ہیں۔ ایک جذب دوسرا سلوک۔ جذب یہ کہ طالب پر ذکر و فکر کے ذریعہ سے محبت کا غلبہ کیا جائے اور اعمالِ زائدہ میں کم لگایا جائے اور اس طریقِ محبت کے ذریعہ سے اس کو مقصود تک پہنچایا جائے۔ دوسرا طریقِ سلوک ہے وہ یہ کہ عبادات قرآن مجید اور نوافل وغیرہ میں زیادہ مشغول کیا جائے۔

(دعواتِ عبدیت صفحہ ۱۱۵ جلد ۱ بحوالہ شریعت و طریقت صفحہ ۲۳۴)

جذب سے متعلق اکابرین کے ارشادات

ایک مجلس میں حضرت حاجی لدلوا اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے آیت جذب کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا اللہ تک پہنچنے والوں کی دو قسمیں ہیں۔ جن کو اللہ خود جن لیتا ہے ان کو مراد کہتے ہیں جو محنت کر کے اللہ تک پہنچتے ہیں ان کو مرید کہتے ہیں۔

اس کی مثال بالکل ایسی ہے کہ ایک شخص تو اپنی دیانت، خلوص اور خدمت کی بنا پر اتنی ترقی کرے کہ بادشاہ اس کو اپنا نائب بنوے۔ اور ایک وہ لڑکا ہے جس کو بادشاہ خود چن لے اور اس کے لئے مربی مقرر کرے تاکہ وہ اس کی تربیت کرے اگر وہ نہ پڑھے تو اسے زبردستی پڑھائے، زبردستی اس کی تعلیم و تربیت ہو۔

حدیث شریف میں ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مجھے ان لوگوں پر تعجب آتا ہے جو جنت میں جاتا نہیں چاہتے لیکن ان کو زنجیر سے باندھ کر لایا جاتا ہے کہ انہیں جنت میں جانا پڑے گا۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اللَّهُ يَجْتَبِي إِلَيْهِ مَنْ يَشَاءُ وَيَهْدِي إِلَيْهِ مَنْ يُنِيبُ۔ (شوریٰ پارہ ۲۵ ع ۲)

یعنی اللہ تعالیٰ جس کو چاہتے ہیں خود بخود اپنی طرف چن لیتے ہیں اور جو اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتے ہیں ان کو اپنا بنا لیتے ہیں۔

پس قرآن مجید کی اصطلاح میں جن کو اللہ تعالیٰ خود چن لیں ان کو مجتبیٰ اور جو مجاہدات سے واصل ہوں ان کو منیب کہتے ہیں۔ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ شخص (حضرت نظامی کے مرید باصفا) مرید نہیں تھے بلکہ مرو تھے۔ اگر یہ نماز نہ پڑھتے تو اللہ تعالیٰ خود پڑھواتے اور حضرت نظامیؒ کو معلوم تھا کہ ان کی نماز چھوٹ نہیں سکتی۔ (خطبات طیب جلد ۲ صفحہ ۱۶۵)

جذب و سلوک کی تشریح علامہ آلوسیؒ کی زبانی

سورۃ شوریٰ میں حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اللَّهُ يَجْتَبِي إِلَيْهِ مَنْ يَشَاءُ وَيَهْدِي إِلَيْهِ مَنْ يُنِيبُ۔

(شوریٰ پارہ ۲۵ ع ۲)

علامہ آلوسیؒ فرماتے ہیں اس آیت میں جذب اور سلوک دونوں راستوں کا ذکر ہے۔ الجبی هو الجذب والهداية ارادة الطريق لمن يسلك اس آیت میں اجبا سے جذب کا ثبوت ہے اور یھدی سے سلوک کا ثبوت ہے۔ (روح المعانی)

جذب کا راستہ سلوک کے راستہ سے زیادہ سریع الاثر ہے حضرت ابوالقاسم بن ابراہیمؒ نے فرمایا کہ جذب کا راستہ سلوک کے راستہ سے زیادہ سریع النفع ہے کیونکہ حق تعالیٰ کی طرف سے ایک جذبہ تمام جن و انس کے اعمال سے بے نیاز کر دیتا ہے۔

ایک اللہ والے نے لکھا ہے کہ درج ذیل آیت کا تعلق بھی جذب سے ہے۔

وَاللَّهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهِ مَنْ يَشَاءُ

اور اللہ تعالیٰ تو اپنی رحمت کے ساتھ جس کو چاہے مختص فرمالتا ہے۔

یعنی اللہ کریم جسے چاہے اپنی محبت کے لئے چن لیتا ہے۔

جسے چاہا در پہ بلالیا جسے چاہا اپنا بنالیا

یہ بڑے کرم کے ہیں فیصلے یہ بڑے نصیب کی بات ہے
ملفوظات شاہ مینا میں ایک اللہ والے کا قول لکھا ہے
آپ نے فرمایا کہ:

عشق ”آمدنی“ بھی ہے اور ”آوردنی“ بھی۔ اس سلسلے میں قطب عالم
نے فرمایا آمدنی عشق وہ ہے کہ حق سبحانہ و تعالیٰ بندے کے اختیار اور کوشش
کے بغیر بندے کو اپنا عاشق و شیدا بناتا ہے اور اپنا جذبہ اسے عطا کرتا ہے۔
اس لئے ایک اللہ والے نے فرمایا کہ:

اذا احب الله عبده اعشقه و عشق عليه

جب حق تعالیٰ اپنے بندے کو دوست رکھتا ہے تو اسے اپنا عاشق بناتا ہے
، پھر خود اس سے محبت کرنے لگتا ہے۔

آوردنی عشق یہ ہے کہ بندہ اپنے ارادے اور کوشش سے حق تعالیٰ کی
محبت حاصل کرتا ہے۔ اس کی صورت یہ ہے کہ پہلے خانہ دل کو درست کر لے
پھر انتظار کرے۔

روب خانہ و درت شاہ بحر گاہ آید

جب صفائی کرنے والا صفائی کر کے چلا جاتا ہے تو بادشاہ خیمے میں آتا
ہے۔ (ملفوظات شاہ مینا صفحہ ۱۱۶)

حضرت مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں رہ سلوک میں سالک دو حال سے خالی
نہیں رہتا یا تو مرید (ارادت مند) یا مرلو (جنہیں منتخب کر لیا جائے) ہوتا ہے۔

جذب کی دو نعمتیں

علامہ محمود نسفی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر خازن میں لکھا ہے کہ جس کو
اللہ تعالیٰ جذب فرماتا ہے اس کو دو نعمتیں عطا فرماتا ہے۔

(۱) توفیق — یعنی نیکی کے اسباب اس کے پاس کر دیتا ہے قَوْجِيْهُ
الْاَسْبَابِ نَحْوَ الْمَطْلُوْبِ الْخَيْرِ خیر کے اسباب اس کے سامنے آجاتے ہیں۔

(۲) تسدید۔ مگناہوں کے راستے اس کے لئے مشکل کردئے جاتے ہیں بلکہ بند کردئے جاتے ہیں۔

توفیق اور تسدید یہ دو نعمتیں اللہ تعالیٰ صاحبِ جذب کو عطا فرماتے ہیں کہ نیک کام کرنے کو اس کا دل چاہنے لگتا ہے اور شر کے راستوں کو، مگناہوں کے راستوں کو اللہ تعالیٰ اس کے لئے بند کر دیتا ہے۔

شیخ عثمان خیریؒ کے جذب کا واقعہ

شیخ عثمان ایک بڑے دولتمند سوداگر کے بیٹے تھے۔ بارہ برس کی عمر میں مکتب کو جا رہے تھے، چند ترکی غلام ساتھ تھے۔ سر پر مصری دستار اور سوداگروں کا جبہ ان کے بدن پر تھا۔ اس شان و شوکت سے روال دوال تھے کہ رلہ پر ان کو ایک لاغر گدھا کھڑا ہوا نظر آیا قریب ہوئے تو دیکھا کہ پشت اس کی زخمی ہے اور چیل، کونے اس کا گوشت اور چمڑا نوچتے تھے اور وہ ایسا عاجز اور کمزور تھا کہ سر بھی نہ بلا سکتا تھا کہ اُن کو اُڑادے۔ خواجہ عثمان کو اُس پر بڑا رحم آیا۔ اپنے بدن کا جبہ اتار کر اُس کی پشت پر ڈالا اور سر سے گیزی اتار کر اس جبہ کو کس دیا تاکہ وہ زخم سے گر نہ جائے اور غلاموں سے کہا خوب مضبوط باندھو کہ کھلنے نہ پائے۔

یہ عمل حق تعالیٰ کو پسند آگیا اور اس زخمی گدھے پر ان کا یہ رحم بارگاہِ کبریائی میں مقبول ہوا۔ ایک دم جذبِ الہی ان کی طرف متوجہ ہوا اور یہ اسی طرح برہنہ سر اور برہنہ بدن صرف پاجامہ پہنے ہوئے دوڑنے لگے یہاں تک کہ حضرت معاذ رازیؒ کے دروازے پر جا نکلے۔ شیخ معاذ باہر ہی بیٹھے ہوئے تھے، نوہ معرفت سے پہچان لیا کہ اس لڑکے کو جذبِ الہی حاصل ہوا ہے اور ہر ساعت محبتِ الہی بڑھتی جا رہی ہے۔ ادھر غلامانِ ترکی جو ان کے ساتھ تھے دوڑ کر گھر گئے اور ان کے باپ کو ان کی دیوانگی کی اطلاع دی۔ باپ دوڑتا ہوا آیا، فرزند کو دیکھا کہ اپنا سر شیخ معاذ کی چوکھٹ پر رکھے ہوئے ہے اور تن بدن کا کچھ

ہوش نہیں ہے۔ شیخ نے پوچھا یہ لڑکا تمہارا ہے سو اگر نے کہا جی ہاں یہ میرا ہی لڑکا ہے۔ شیخ نے کہا یہ لڑکا قرب الہی پہنچ گیا ہے اور اب یہ واصلان الہی میں سے ہے۔ (ملفوظات شیخ نصیر الدین چراغ دہلوی)

علاماتِ جذب

بندہ کے پیر و مرشد نے ایک موقع پر جذب کی علامات سامعین کو بتلائی تھیں ان میں سے ۳ علامات پیش خدمت ہیں :

جذب کی پہلی علامت

ارشاد فرمایا کہ جس کو اللہ جذب فرماتے ہیں اس کو اپنے دین کے لئے خاص فرمالتے ہیں اسی کے بارے میں مولانا جلال الدین روٹی نے فرمایا ۔

تا بدلی ہر کہ را یزداں بخواند

از ہمہ کار جہاں بیکار ماند

یقین کر لو کہ جس کو خدا اپنا چاہتا ہے اس کو ساری دنیا کے کاموں سے بیکار کر دیتا ہے، کہیں اس کا دل نہیں لگتا۔ بس اس کی تمنا یہ ہوتی ہے ۔

تمنا ہے کہ اب کوئی جگہ ایسی کہیں ہوتی

اکیلے بیٹھے رہتے یا ان کی دلنشین ہوتی

لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ بال بچوں کو بھول جاتا ہے اور روزی نہیں کھاتا۔ نہیں، ایسے لوگ اللہ کا بھی حق لوار کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے بندوں کا بھی مگر کاروبار میں بھی وہ یار کے ساتھ مشغول رہتے ہیں، دنیا کے کاموں میں بھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ ان کا قلب مشغول رہتا ہے ۔

دنیا کے مشغولوں میں بھی یہ باخدا رہے

یہ سب کے ساتھ رہ کے بھی سب سے جدا رہے

حاجی امجد اللہ صاحبؒ نے فرمایا تھا کہ مولانا اشرف علی صاحب سنو! جب

میں اپنے دوستوں سے باتیں کرتا ہوں تو یہ نہ سمجھو کہ میرا دل بھی ان کے ساتھ ہوتا ہے بلکہ میرا دل اس وقت بھی خدا کے ساتھ رہتا ہے۔

جذب کی دوسری علامت

ارشاد فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ کسی کو جذب کرتے ہیں تو اس کو پتہ چل جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھ کو اپنا بند ہے ہیں، اس کے دل میں خود بخود ایک کشش اللہ تعالیٰ کی طرف پیدا ہو جاتی ہے۔

ہم تن ہستی خوابیدہ مری جاگ انھی

ہر من موے مرے اس نے پکارا مجھ کو

اس کے بارے میں شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جسے اللہ جذب کرتے ہیں تو اس کا دل خود فیصدہ کر لیتا ہے کہ مجھے اللہ چاہ رہے ہیں اگر وہ چاہے بھی کہ نماز نہ پڑھوں تو بے چینی ہو جاتی ہے۔

جذب کی تیسری علامت

ایک علامت یہ پیدا ہوتی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی یاد میں مست رہتا ہے۔ مخلوق کی بھیک نہیں دیکھتا، بھیک دینے والے کو دیکھتا ہے۔ لیلیٰ کو نہیں دیکھتا لیلیٰ کو نمک دینے والے کو دیکھتا ہے۔ دولت کو نہیں دیکھتا بلکہ جس نے مالداروں کو مال دیا ہے اس مالک کی طرف متوجہ رہتا ہے۔ غرض ساری کائنات سے وہ مستغنی ہو جاتا ہے۔ وہ حسن کا عالم ہو کہ مال کا عالم کسی کو اپنے دل میں نہیں آنے دیتا۔ جس دل میں اللہ آتا ہے اور اس کو جذب نصیب ہوتا ہے تو کیا علامت ظاہر ہوتی ہے۔ سُنئے خواجہ عزیز الحسن صاحب مجذوب فرماتے ہیں ۷

یہ کون آیا کہ دھیمی پڑ گئی لو شمع محفل کی

چٹنوں کے عوض اڑنے لگیں چنگاریاں دل کی

جذب کے حصول کے لئے دعا

عظیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ابلیس نے کتنی عبادت کی لیکن جذب سے محروم تھا اس لئے م دور ہوا۔ لہذا ہم لوگوں پر فرض ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کریں کہ جو کچھ روزہ نماز ہم کر رہے ہیں آپ اپنی رحمت سے قبول فرما لیجئے اور آپ نے قرآن پاک میں جس خزانہ کا اعلان فرمایا ہے کہ میں جس کو چاہتا ہوں اپنی طرف کھینچ لیتا ہوں تو اے میرے رب! اگر آپ کو یہ خزانہ ہمیں دینا نہ ہوتا تو اس کی آپ ہمیں خبر بھی نہ کرتے۔ اس خزانہ کی خبر دے کر آپ نے ہمیں لپکا دیا کہ ہمارے دست و بازو گناہوں کے پھوڑنے میں ناکام ہو رہے ہیں اس لئے آپ اپنے جذب سے ہم کو اپنا بنا لیجئے۔

(تجلیات جذب)

قرآنی دلیل نمبر ۴: قُلْ يٰعِبَادِىَ الَّذِينَ اسْرِفُوا الْخ كى محبت بھری تفسیر

حافظ ابن کثیرؒ نے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد مبارکہ

قُلْ يٰعِبَادِىَ الَّذِينَ اسْرِفُوا عَلَىٰ اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَحْمَةِ اللّٰهِ ۚ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيعًا ۚ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝

(سورۃ الزمر: ۵۳)

کی تفسیر نقل کی ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے بخشش کی طرف اس شخص کو دعوت دی جس نے معاذ اللہ یہ کہہ دیا کہ مسیح (علیہ السلام) اللہ ہی ہے۔

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ۚ

(المائدہ: ۱۷)

اور اس شخص کو بھی مغفرت کی دعوت دی جس نے معاذ اللہ یہ کہا کہ مسیح (علیہ السلام) اللہ کا بیٹا ہے۔

وَقَالَتِ الْيَهُودُ النَّصْرِيُّ الْمَسِيْحُ ابْنُ اللّٰهِ

اور اللہ تعالیٰ نے اس شخص کو بھی مغفرت کی دعوت دی جس نے معاذ اللہ یہ کہا کہ عزیر (علیہ السلام) اللہ کا بیٹا ہے۔

وَقَالَتِ الْيَهُودُ عُزَيْرٌ ابْنُ اللَّهِ (التوبة: ۳۰)

اور اس شخص کو بھی مغفرت کی دعوت دی جس نے معاذ اللہ یہ کہا کہ اللہ فقیر ہے۔

لَقَدْ سَمِعَ اللَّهُ قَوْلَ الْيَهُودِ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ فَقِيرٌ (آل عمران: ۱۸۱)

اور اس شخص کو بھی بخشش کی دعوت دی جس نے معاذ اللہ یہ کہا کہ اللہ کا ہاتھ بخشش و عطا سے بند ہے۔

وَقَالَتِ الْيَهُودُ يَدُ اللَّهِ مَغْلُولَةٌ (المائدہ: ۶۴)

اور اس کو بھی مغفرت کی دعوت دی جس نے معاذ اللہ یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ تین معبودوں میں سے ایک ہے۔

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ ثَلَاثَةٌ (المائدہ: ۷۳)

چنانچہ ان سب مجرموں کو ان کی اس قدر زبان درازی، دیدہ دلیری اور جرأت مندی کے باوجود اللہ تعالیٰ فرمادے ہیں:

أَفَلَا يَتُوبُونَ إِلَى اللَّهِ وَيَسْتَغْفِرُونَ لَهُ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝

(المائدہ: ۷۴)

کیا وہ اللہ کے حضور توبہ نہیں کرتے اور اس سے گناہوں کی بخشش نہیں مانگتے؟ اور اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا نہایت رحم کرنے والا ہے۔

پھر اس شخص کو بھی توبہ کے لئے دعوت دی جو ان سب سے بڑھ کر جرم کی بات کرنے والا ہے یعنی فرعون کہ اس نے خدائی کا ہی دعویٰ کر دیا۔ اور یہاں تک کہہ دیا کہ:

أَنَا رَبُّكُمْ الْأَعْلَى ۝ (سورة النازعات: ۲۴)

میں تمہارا رب اعلیٰ ہوں۔

اور یہ بھی کہا کہ:

مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِنْ إِلَهٍ غَيْرِي (القصص: ۲۸)

میرے علم میں میرے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اس کے بعد اگر کوئی شخص اللہ کی رحمت اور مغفرت سے ناامید ہو تو اس نے اللہ رب العزت کی کتب قرآن مجید کا انکار کیا۔

لیکن یہ بھی یاد رہے کہ بندہ کو توبہ کی قدرت بھی اسی وقت حاصل ہوتی ہے جب کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت بندہ کے شامل حال ہو۔ (اس لئے اللہ تعالیٰ سے ہمیں توبہ کی توفیق مانگتے رہنا چاہئے)

اور حضرت اعمش رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا ایک ایسے داعظ پر گزر ہوا جو لوگوں کو دعائے کر رہا تھا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس کو فرمایا کہ اے داعظ تو لوگوں کو اللہ کی رحمت سے کیوں ناامید کر رہا ہے؟ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔

قُلْ بِعِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَحْمَةِ اللَّهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الْذُنُوبَ جَمِيعًا ۚ إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ۝

(سورۃ الزمر: ۵۳)

جس کا مفہوم یہ ہے کہ اے میرے بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم اور زیادتی کی ہے وہ میری رحمت سے مایوسی نہ ہوں بے شک اللہ تعالیٰ سب کے سب گناہوں کو معاف کرنے والے ہیں اور صرف وہی مغفرت اور رحم و کرم کرنے والا ہے۔

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ ہم سے بہت زیادہ محبت کرتے ہیں اور ہر آن ہر گھڑی فرشتوں کے ذریعہ اپنے بندہ کی حفاظت کرواتے ہیں کہ کہیں میرے بندہ کو نقصان نہ پہنچ جائے۔ میرے بندے کا نقصان نہ ہو جائے۔ اس بات کی حقیقت کی دلیل یہ ہے کہ خود کلام اللہ میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں جس کا

مفہوم یہ ہے کہ جب کسی کو قرض دیا کرو تو کھلے لیا کرو اور اس پر دو آدمیوں کو گواہ کر لیا کہ اس آیت سے معلوم ہوا کہ حق تعالیٰ کو ہمارے ساتھ ہے انتہاء محبت ہے اور اللہ ہم پر بڑی شفقت فرماتے ہیں کہ ہمارا ایک پیسہ کا بھی نقصان گوارا نہیں کرتے تو جان کا نقصان کب گوارا ہو سکتا ہے۔

قرآنی دلیل نمبر ۵: اللہ کے محبوب بندوں کی چال

مرشدی دامت برکاتہم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اولیاء کی چال تک کو قرآن پاک میں نازل فرمایا کہ بمشور علی الارض ہونا میرے خاص بندے زمین پر تواضع کے ساتھ چلتے ہیں۔ کیا یہ اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں سے محبت کی دلیل نہیں ہے۔ جس کو اپنے بیٹے سے بہت محبت ہوتی ہے وہ کہتا ہے کہ دیکھو ہمرا بیٹا کیسے چلتا ہے عباد الرحمن یمشون علی الارض ہونا اس پوری سودۃ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی رفتار، گفتار، کردار و اطوار کو بیان فرمایا ہے جو بندوں سے اللہ تعالیٰ کی انتہائی محبت کی دلیل ہے۔ (فیوض ربانی صفحہ ۷۴)

محبوبان خدا کے قدموں سے متعلق ایک مفید مضمون سید علی ہجویری کی شہرہ آفاق کتاب کشف الکجوب سے پیش ہے۔

اللہ حق کو چاہنے کے جو قدم اٹھائیں یہ سمجھ کر اٹھائیں کہ آیا یہ قدم رلہ حق میں ہے یا رلہ حق کے خلاف ہے۔ اگر قدم رلہ حق میں لیا ہے تو اور بھی زیادہ کرے اور خلاف حق لیا ہے تو استغفار پڑھے۔ حضرت دہود طائی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دفعہ دوایں لی۔ جب کسی نے کہا کہ آپ ذرا صحن میں ٹہل لیں تاکہ دوایں کا اثر ہو تو فرمایا کہ مجھے خدا تعالیٰ سے شرم آتی ہے کہ خدا تعالیٰ قیامت کے دن یہ سوال کرے کہ تو نے نفسانی خواہش کیلئے قدم کیوں اٹھائے۔ غرضیکہ طالب حق کا چلنا ہمیشہ رلہ حق میں ہونا چاہئے تاکہ جب کوئی پوچھے کہ کہاں جا رہے ہو تو یہ کہے کہ انی ذاہب الی ربی سہیلین (تحقیق میں اپنے رب کی جانب جا رہا ہوں جو مجھے ہدایت دیتا ہے۔)

رہ حق کے علاوہ چلنا درویش کے لئے باعث وبال ہے کیونکہ قدموں کا چلنا خیالات کے مطابق ہوتا ہے جس کا خیال حق تعالیٰ پر جما ہوا ہے تو اس کا قدم بھی حق کی جانب اٹھے گا۔ حضرت ابویزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مراقبہ کے بغیر درویش کا چلنا علامت غفلت ہے۔ اور مقصود دو قدموں سے حاصل ہوتا ہے ایک قدم اپنی خواہشات نفس پر اور دوسرا فرمان حق پر۔

قرآنی دلیل نمبر ۶: اللہ کے دوست کون؟

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

إِنْ أَوْلِيَاءُ إِلَّا الْمُتَّقُونَ

فہیں اس کے دوست مگر متقی

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب بندوں کی ایک صفت کا تذکرہ کیا ہے جو کہ تمام صفات کی مال ہے یعنی اُم الصفات ہے اور وہ صفت تقویٰ کی ہے تو اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب بندوں سے فرمایا کہ ہم نے ولایت اور دوستی کا تاج عطا کرنے کے لئے تقویٰ کو شرط قرار دیا ہے یعنی اللہ کے دوست صرف متقی ہی ہیں۔

قرآنی دلیل نمبر ۷: تَابَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ لِيَتُوبُوا کی عجیب تفسیر

لام قرطبی نے اپنی تفسیر احکام القرآن سورۃ توبہ کی آیت نمبر ۱۱۸ تَابَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ لِيَتُوبُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ الشَّارِبُ الرَّحِيمُ کی تفسیر میں ذکر کیا ہے کہ ابویزید رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ میں چار چیزوں میں اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں غلط پایا، میرا خیال تھا کہ میں چار چیزوں کی ابتداء میری طرف سے ہوتی ہے جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ بندے پر مہربان ہو جاتے ہیں مگر میرا یہ خیال بالکل ہی غلط ثابت ہوا۔

(۱) میرا خیال یہ تھا کہ میں اللہ تعالیٰ سے محبت کرتا ہوں مگر کیا دیکھتا ہوں کہ وہ میرے سے محبت کرنے میں پہل کرتے ہیں جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے

فرمایا يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ (المائدہ: ۵۴) کہ پہلے (وہ یعنی اللہ تعالیٰ ان سے محبت کرتے ہیں پھر وہ (بندے) اللہ سے محبت کرتے ہیں)۔

(۲) میرا خیال یہ تھا کہ پہلے میں اللہ تعالیٰ سے راضی ہوتا ہوں مگر کیا دیکھتا ہوں کہ وہ میرے سے خوش اور راضی ہونے میں پہل کرتے ہیں، جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ (اللہ راضی ہوئے ان سے اور وہ راضی ہوئے اللہ سے) (المائدہ: ۱۱۹)

(۳) میرا خیال یہ تھا کہ میں اللہ کو یاد کرتا ہوں (اور یہ بہت ہی عظیم کام ہے مگر کیا دیکھتا ہوں کہ وہ مجھ کو یاد فرماتے ہیں اور ان کا یاد کرنا میرے یاد کرنے سے عظیم تر ہے جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَلَذِكْرُ اللَّهِ أَكْبَرُ (العنکبوت: ۴۵) اور اللہ تعالیٰ کی یاد عظیم تر ہے۔

(۴) اور میرا خیال یہ تھا کہ میں توبہ کرتا ہوں پھر اللہ تعالیٰ مجھ پر مہربان ہو جاتے ہیں مگر کیا دیکھتا ہوں کہ وہ تو میرے توبہ کرنے سے پہلے ہی مجھ پر مہربان ہو چکے ہیں کہ میرا بندہ توبہ کر لے جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِتُوبُوا پھر اللہ ان پر مہربان ہوا تاکہ وہ توبہ کر لیں۔ (تفسیر احکام القرآن)

وہ لوگ جن سے اللہ محبت کرتا ہے

إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ (البقرہ: ۱۷۷)

بے شک اللہ محسنوں سے محبت کرتا ہے۔

جس شخص میں احسان کی صفت ہوتی ہے وہ محسن ہوتا ہے۔ اللہ صفت احسان کو پسند فرماتا ہے اور جن لوگوں میں یہ صفت ہو ان سے محبت کرتا ہے۔

إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الشَّوَابِينَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ ۝

بے شک اللہ توبہ کرنے والوں اور پاکیزگی اختیار کرنے والوں کو پسند کرتا

ہے۔ (البقرہ رکوع ۲۸ آیت ۴۲)

توبہ اور پاکیزگی اللہ کو پسند ہے اور وہ ان سے متصف لوگوں کو دوست رکھتا ہے۔

إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِينَ ۝ (آل عمران ع ۱۷ آیت ۱۵۹)

پس جبکہ اللہ توکل کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

توکل اللہ کو پسند ہے اور وہ توکل کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ ۝ (المائدہ ع ۶ آیت ۴۲)

پس جبکہ اللہ انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

قط یعنی انصاف اللہ کو پسند ہے اور وہ منصفوں کو دوست رکھتا ہے۔

إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِينَ ۝ (التوبة آیت ۴)

بے شک اللہ متقیوں سے محبت کرتا ہے۔

تقویٰ اللہ کو پسند ہے اور وہ پرہیزگاروں سے محبت کرتا ہے۔

وَاللَّهُ يُحِبُّ الصَّابِرِينَ (آل عمران ع ۱۵ آیت ۱۴۶)

اور اللہ صابروں سے محبت کرتا ہے۔

صبر اللہ کو پسند ہے اور صبر کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِهِ (الصف)

بے شک اللہ ان لوگوں سے محبت کرتا ہے جو اس کی راہ میں جنگ

کرتے ہیں۔

”قَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ“ یعنی اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے دشمنانِ حق سے

جنگ کرنا اللہ کو پسند ہے۔

احسان، توبہ، پاکیزگی، توکل، عدل و انصاف، تقویٰ، صبر اور قتل فی

سبیل اللہ یہ وہ صفات ہیں جو رؤف و رحیم اللہ کو پسند ہیں اور جو لوگ ان

صفات سے متصف ہوں وہ ان سے محبت کرتا ہے۔ لہذا جو شخص یہ چاہتا ہے وہ

اللہ کا محبوب بن جائے اسے چاہئے کہ وہ ان صفات کو اپنے اندر پیدا کرے۔

اللہ کی معیت کی کسوٹی

اللہ تعالیٰ پرہیزگاروں کے ساتھ ہے :

وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُتَّقِينَ
اور اللہ سے ڈرتے رہو اور جانتے رہو کہ اللہ پرہیزگاروں کے ساتھ ہے۔
(پارہ ۲ آیت ۱۹۳)

اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے:
وَاللَّهُ مَعَ الصَّابِرِينَ (پارہ ۲ آیت ۱۵۳)
اور اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔
إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ (پارہ ۲ آیت ۱۵۳)
بیشک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔
اللہ تعالیٰ متقی اور محسن کے ساتھ ہے:
إِنَّ اللَّهَ مَعَ الَّذِينَ اتَّقَوْا وَالَّذِينَ هُمْ مُحْسِنُونَ
بیشک اللہ ان لوگوں کے ساتھ ہے جو تقویٰ اختیار کئے رہتے ہیں اور جو
لوگ حسن سلوک کرتے رہتے ہیں۔
(پارہ ۱۳ آیت ۱۲۸)

اللہ تعالیٰ ایمان والوں کے ساتھ ہے:
وَأَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُؤْمِنِينَ (پارہ ۹ آیت ۱۹)
اور یہ کہ اللہ ایمان والوں کے ساتھ ہے۔
وہ لوگ جن کو اللہ پسند نہیں کرتا
فَإِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْكَافِرِينَ (آل عمران ۳۲:۴)
بیشک اللہ ایسے لوگوں کو ناپسند کرتا ہے جو اس کی اور اس کے رسول کی
اطاعت سے انکار کرتے ہوں۔

جس طرح ”ایمان“ تمام صفاتِ حسنہ کی اصل ہے، اس کے بغیر کوئی
صفت اللہ کے نزدیک پسندیدہ اور محبوب نہیں اسی طرح ”کفر و شرک“ تمام
صفاتِ بُدیہ کی جز اور ناقابلِ معافی ہیں، اللہ تعالیٰ کفر و شرک کو سخت ناپسند
کرتا ہے اور وہ منکرین حق کا دشمن ہے۔

فَإِنَّ اللَّهَ عَدُوٌّ لِلْكَافِرِينَ (البقرہ: ۹۸)

بے شک اللہ کافروں کا دشمن ہے۔

إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ (البقرہ ۲۴: ۱۹۰)

بے شک اللہ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

”اعتداء“ یعنی زیادتی و سرکشی اللہ کو ناپسند ہے اور وہ زیادتی کرنے والوں کو

دوست نہیں رکھتا۔

إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُورًا (النساء ۶: ۳۶)

یقین جانو اللہ کسی ایسے شخص سے محبت نہیں رکھتا جو اپنے پسند میں

مغرور ہو اور اپنی بڑائی پر فخر کرے۔

”اختیال و فخر“ یعنی اترتا اور ڈھکیں مارتا اللہ کو ناپسند ہے اور وہ ایسے لوگوں

سے نفرت کرتا ہے۔

إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ خَوَّانًا أَلِيمًا

بیشک اللہ ایسے شخص کو ناپسند کرتا ہے جو خیانت کار اور معصیت پیشہ

(النساء ۹: ۱۰۷)

ہو۔

خیانت کار معصیت پیشہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے خیانت اور گناہ کو عادت

بنالیا ہو، اللہ ایسے لوگوں سے نفرت کرتا ہے۔

إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْخَائِنِينَ (انفال: ۵۸)

بے شک اللہ خانتوں کو پسند نہیں کرتا۔

إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ خَوَّانٍ كَفُورٍ (الحج ۵: ۳۸)

یقیناً اللہ کسی خائن، کافر، نمت کو پسند نہیں کرتا۔

إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِينَ (القصاص ۸: ۷۶)

یقیناً اللہ گھمنڈ میں پھولنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ (لقمان: ۸)

بے شک اللہ کو نہیں بھاتا کوئی اترانے والا بڑائیال کرنے والا۔

إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُسْلِفِينَ (القصاص: ۷۷)

بے شک اللہ مفسدوں کو پسند نہیں کرتا۔
 لَا يُحِبُّ الْجَاهِلُونَ بِالْضُّلَمِ إِلَّا مَنْ ظَلَمَ
 اللہ اس کو پسند نہیں کرتا کہ آدمی بدگوئی پر زبان کھولے الا یہ کسی پر
 ظلم کیا گیا ہو۔
 (النساء: ۲۱: ۱۳۸)

إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِينَ (الانعام ۱۷: ۱۴۱)

اللہ حد سے گزرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْتَكَبِرِينَ (النحل ۳: ۲۳)

اللہ ان لوگوں کو پسند نہیں کرتا جو غرور نفس میں مبتلا ہوں۔

إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الظَّالِمِينَ (الشوریٰ: ۴۰)

بے شک اللہ ظالموں کو دوست نہیں رکھتا۔

ان آیتوں میں جن بُری صفات کا ذکر ہے وہ یہ ہیں:

کفر، زیلوتی، غرور، خود پسندی، خیانت، گناہوں پر اصرار، کفرانِ نعمت،
 بدگوئی، فساد، اسراف، ظلم۔ یہ وہ صفات ہیں جو اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہیں اور یہ
 انسان کو اللہ کی محبت سے محروم کر دیتی ہیں۔ اس لئے اللہ سے محبت کرنے
 والے اور اللہ کی محبت کے طلب گار ہر مومن کو ان سے دور بھاگنا چاہئے۔

قربِ الہی قرآنی آیات کی روشنی میں

ویسے تو ہر شخص کی یہ تمنا ہے کہ اسے خالق کائنات کا قرب نصیب ہو
 لیکن راہِ سلوک کے مسافروں کے نزدیک یہ خواہش محض خواہش کی حد تک
 نہیں رہتی بلکہ اللہ رب العزت کی محبت اور قرب کے حصول کی طلب ان کے
 رگ و پے میں سما جاتی ہے اور ان کی زندگی کا مقصد بن جاتی ہے۔

حدیث جبرئیل میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

احسان یہ ہے کہ تو اللہ عزت اس طرح کرے گویا تو اسے دیکھ رہا ہے
 اگر تو اسے نہ دیکھ سکتا ہو تو (یہ خیال کرے کہ) وہ تجھے دیکھ رہا ہے۔

قرب الہی کے حصول کے لئے یہ حدیث پاک میندہ نور ہے۔ یہ تصوف کی جان اور طریقت و معرفت کی روح ہے۔ دین حق کی غرض و غایت بھی یہی ہے کہ قرب الہی کے اس درجے تک رسائی حاصل ہو جائے کہ رویت باری تعالیٰ اور مشاہدہ حق میسر آجائے۔ صوفیائے کرام کا ارشاد ہے کہ اللہ کی اقریت ذاتی ہے نہ زمینی ہے نہ مکانی ہے نہ کیفی۔ اللہ کی اس کیفیت قرب کا اور اک حواس، عقلی استدلال یا بصارت سے نہیں بلکہ بصیرت سے ممکن ہے یعنی ظاہری آنکھوں سے نہیں بلکہ باطنی آنکھوں اور کیفیات قلبی اور نور فراست سے کیا جاسکتا ہے۔

قرب الہی پر متعدد آیات قرآنی اور احادیث نبوی شہید ہیں جن میں سے چند درج ذیل ہیں:

قرب الہی پر قرآنی آیات

نَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ

ہم انسان کی رگ جاں سے بھی زیادہ اس کے قریب ہیں۔

وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَمَا كُنْتُمْ

اور وہ تمہارے ساتھ ہوتا ہے تم جہاں کہیں بھی ہوتے ہو۔

أَيْنَمَا تُولُوا فَثَمَّ وَجْهَ اللَّهِ

تم جس طرف بھی رخ کرو لوہر ہی اللہ ہے۔

وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ

(اے نبی ﷺ) اور جب میرے بندے میرے بارے میں پوچھیں تو

فرما دیجئے میں قریب ہی ہوں۔

ڈاکٹر عبدالحلیم محمود فرماتے ہیں کہ سجدے کو دین اسلام میں بڑی اہمیت

حاصل ہے۔ سجدہ انسان کو جنت میں داخل کر دیتا ہے۔

نحن اقرب الیہ کی عمدہ تفسیر

ایک اللہ والے نے تحریر فرمایا کہ اللہ جل شانہ ارشاد فرماتے ہیں:

نَحْنُ اقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرْدِ

ہم اس کی شے رگل سے بھی زیادہ اس کے قریب ہیں

در حقیقت انسان کی اللہ تعالیٰ سے کوئی دوری نہیں ہے۔ وہ تو انسان کے

انتہائی قریب ہیں یہ صرف اپنے حجابات ہیں جن کی وجہ سے وہ محجوب ہے

دوست نزدیک تر از من است

دیں عجب ترک من از وے دورم

چہ کنم باکہ تو اں گفت کہ لو

دور کنار من و من مجورم

ترجمہ: دوست تو مجھ سے قریب تر ہے اور اس پر حیرت کی بات یہ کہ

میں اس سے دور ہوں۔ میں کیا کروں اور یہ بات کس سے کہوں کہ وہ تو میری

آغوش میں ہے لیکن میں اس سے دور ہوں۔

مزید ارشاد خداوندی ہے:

وَفِي أَنْفُسِكُمْ أَفَلَا تُبْصِرُونَ

اور تمہارے وجود میں بھی نشانیاں ہیں کیا تم دیکھتے نہیں۔

بذریعہ کلام الہی یہ ترغیب دلائی جارہی ہے کہ تمہارے گرد و پیش کے

ماحول کے علاوہ خود تمہارے اپنے وجود میں بھی غور و فکر کے لئے ان گنت

نشانیاں موجود ہیں اور اگر تم حق کے متلاشی ہو تو عرفان خداوندی کے بے شمار

نشانات موجود ہیں۔

جو احباب مخلوقات خداوندی پر غور و فکر کر کے معرفت الہیہ کا حصول

چاہتے ہیں ان کو چاہئے کہ وہ احقر کی کتاب ”مخلوقات خداوندی پر غور و فکر“ کا

مطالعہ فرمائیں جو عنقریب شائع ہونے والی ہے اور جو احباب اپنی ذات میں غور و

فکر کر کے اللہ تعالیٰ کے احسانات کا مراقبہ کرنا چاہتے ہیں انہیں چاہئے کہ بندے کی کتاب ”اللہ تعالیٰ کی بندے سے محبت کی وجوہات کا مطالعہ فرمائیں جو ان شاء اللہ بہت جلد مارکیٹ میں آجائے گی۔

معرفت قرآنی آیت کی روشنی میں

معرفت کے لفظی معنی شناخت اور پہچان کے ہیں اور اصطلاحاً اس سے مراد اللہ جل شلہ کی پہچان ہے۔

سورۃ یوسف میں ارشاد ہے کہ ”اور آسمانوں اور زمین میں کتنی ہی نشانیاں ہیں جن پر یہ بڑی لاپرواہی سے منہ موڑ کر گذر جاتے ہیں۔“ مزید ارشاد خداوندی ہے اور انہیں ہم اپنی نشانیاں آفاق (جہان) میں دکھائیں گے اور ان کے اپنے انفسوں میں تاکہ ان پر واضح ہو جائے کہ وہ واقعی حق ہے۔

زمین و آسمان اور ان میں موجود ہر چیز ایک واضح حقیقت کا پتہ دیتی ہے جو لوگ ایک سرسری نگاہ ڈال کر گزر جاتے ہیں ان کے دیکھنے اور ایک جانور کے دیکھنے میں کوئی فرق نہیں ہے۔ ان ندی نالوں کے پانیوں اور درختوں کو تو جانور بھی دیکھتا ہے، اور اپنی ضرورت کے مطابق ان کا مصرف بھی جانتا ہے لیکن انسانوں کو تو سوچنے والا دماغ بھی دیا گیا ہے جن سے جانور عاری ہیں۔ اس لئے انسان کا فرض بنتا ہے کہ حقیقت کی جستجو کرے اور اللہ تعالیٰ کی مخلوقات میں انعامات الہیہ پر غور کرے۔

امام غزالیؒ نے اپنی شہرہ آفاق کتاب احیاء العلوم کے باب تفکر میں تحریر فرمایا ہے:

جو شخص جتنا مخلوقات الہیہ میں غور کرے گا اتنا ہی اللہ کی معرفت میں اضافہ ہوگا تفکر فی المخلوقات معرفت الہیہ کا ذریعہ ہے پھر فرمایا جتنا معرفت الہیہ میں اضافہ ہوگا اور اللہ کی قدرت کے عجائبات کا احساس پیدا ہوگا اتنی ہی اللہ کی عظمت دل میں بڑھتی چلی جائے گی اور جس شخص کے دل میں جتنی

اللہ کی عظمت ہوگی اتنی ہی اللہ کی محبت ہوگی دنیا کا بھی یہ مشاہدہ ہے کہ جتنی کسی بڑے آدمی کی بڑائی اور خوبیاں سامنے آتی ہیں اتنی ہی اس سے محبت بڑھتی ہے (احیاء العلوم)

اور قرآن میں اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص بندوں سے متعلق فرمایا کہ:
و یُشْكِرُونَ فِي خَلْقِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هَذَا بَاطِلًا

(میرے خاص بندے) آسمان و زمین کی پیدائش میں غور و فکر کرتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب آپ نے انہیں بے مقصد نہیں پیدا کیا۔

اختصار کی غرض سے دو آیات مع تفسیر پیش ہیں۔

اللہ تبارک و تعالیٰ کا قرآن پاک میں ارشاد ہے:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ۝

ہم نے جنوں اور انسانوں کو عبادت کیلئے ہی پیدا کیا۔

مدرسہ نبوی کے سب سے پہلے مفسر حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے

ہیں کہ اس آیت میں لِيَعْبُدُونِ کا مقصد لِيَعْرِفُونِ ہے۔ (تفسیر ابن عباسؓ)

یعنی میں نے جنوں اور انسانوں کو معرفت کے سوا کسی کام کے لئے پیدا

نہیں کیا مگر اکثرت خلقت اس سے روگردان ہے سوائے ان لوگوں کے جن کو اللہ

عز و جل نے برگزیدہ کیا۔ اور دنیا کی ظلمتوں اور تاریکیوں سے نجات دی۔ اور

ہمیں بات تو یہ ہے کہ خدا کی محبت کی حقیقت اور ولایت کا ثبوت اسکی معرفت

کے بغیر درست قرار نہیں پاتا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

مَا قَدَرُوا اللَّهَ حَقَّ قَدْرِهِ

انہوں نے اللہ کی قدر نہ کی جیسا کہ قدر کرنے کا حق ہے۔

اور مخبر صادق رسول خدا ﷺ نے ارشاد فرمایا اگر تم اللہ تعالیٰ کو پہچانتے

جیسا کہ پہچاننے کا حق ہے تو دیکھیں پر چلتے اور پیڑ بھی تمہاری دعویٰ سے اپنی جگہ سے ٹل جاتے۔
(کشف المحجوب)

بندہ کیلئے سب کاموں میں مشکل ترین کام ہر وقت اور ہر حالت میں اللہ تعالیٰ کی پہچان ہے۔ معرفت دل کی زندگی ہوتی ہے یعنی اس کا دل اللہ کی یاد سے زندہ ہوتا ہے اور ذات الہی کے جملہ ماموئی سے منہ پھیر لیتا ہے۔ اور ہر شخص کی قیمت بقدر اس کی معرفت کے ہوتی ہے۔ (یعنی جس قدر جس کسی کو اللہ کی معرفت ہوگی اسی قدر اس کی قیمت و وقعت ہوگی۔ جس کسی کو معرفت نہ ہوگی وہ بے قیمت ہوگا۔ پس علماء و فقہاء اللہ تعالیٰ کے علم کی صحت کو ہی معرفت کہتے ہیں اور اس طائفہ کے مشائخ اللہ تعالیٰ سے صحت حاصل رکھنے کو معرفت کہتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ معرفت کو علم سے زیادہ فضیلت حاصل ہے۔
(کشف المحجوب)

اقسام معرفت

حضرت جنید بغدادیؒ نے فرمایا کہ معرفت کی دو قسمیں ہیں:

(۱) معرفت تعریف (خود اللہ کے فضل سے اللہ کو پہچانے)

(۲) معرفت تصریف (اللہ اس کو پہچانے)

انتہائے معرفت

خواجہ عبدالقدوس گنگوہیؒ اپنے مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں: اکثر دیکھا گیا ہے کہ سالکین راہ طریقت چند لوکار و طائف پر اتکا کر لیتے ہیں اور جب دل میں ذرا سا سرور اور دماغ میں شربت وصل کا تھوڑا سا خمار پاتے ہیں تو اسے منزل مقصود سمجھ کر بیٹھ جاتے ہیں اور آگے بڑھنے کی کوشش نہیں کرتے حالانکہ قرب حق کی منزل کی کوئی انتہا نہیں۔ سالک جس قدر لوپر جاتا ہے اس کے لوپر ایک اور منزل قرب نظر آتی ہے جب وہاں پہنچتا ہے تو لوپر اور منزل نظر آتی ہے اور ساری عمر قرب کی منزل طے کرتے گزر جاتی ہے لیکن

منازلِ قرب ختم نہیں ہوتیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ذاتِ حق لا انتہا اور بے
پایں ہے جس بحرِ بے کراں کا دوسرا کنارہ ہی نہ ہو تو اس سفر کو انسان کیسے طے
کر سکتا ہے۔
(کتوباتِ قدوسیہ صفحہ ۹۳)

باب چہارم

درس محبت احادیث مبارکہ کی روشنی میں

درسِ محبت احادیث مبارکہ کی روشنی میں

لفظ محبت کی حقیقی اور صناعی تعریف آج تک بیان نہیں ہو سکی لیکن ہر دانا شخص اس حقیقت کو تسلیم کرتا ہے کہ یہ چار حروف کا مجموعہ اپنے اندر سمندر سے زیادہ گہرا، کائنات سے زیادہ وسعت، آگ کے شعلوں سے زیادہ تپش، آفتاب و مہتاب سے زیادہ نورانیت اور شہد سے زیادہ مٹھاس رکھتا ہے۔ اور محبت کا داعیہ ہر انسان میں موجود ہوتا ہے۔

حقیقت یہی ہے کہ قرب الہی کے طالبوں کو اللہ تعالیٰ ایسا باطنی اور ظاہری نور عطا کرتے ہیں کہ وہ سرِ پا محبت ہو جاتے ہیں اور انہیں دیکھتے ہی ہر ایک کا کوچہ دل مہک اٹھتا ہے گویا حدیث نبوی کے مطابق ان کو دیکھ کر اللہ یاد آجاتا ہے۔

تاریخ گولہ ہے کہ جنہیں اللہ رب العزت کی محبت کا ایک قطرہ نصیب ہو گیا موت ان کا کچھ نہ بگاڑ سکی اور حواٹِ زمانہ کے ہزاروں دور بھی ان کی عظمت کے نقوش نہ مٹا سکی۔ آخر کس چیز نے انہیں اتنا بلند کیا؟

کیا وہ صاحبِ دولت و ثروت تھے؟ ایسا نہیں تھا، وہ خاک نشین کئی کئی روز کے بھوکے پیاسے رہنے والے صحراؤں بیابانوں میں دیوانہ وار پھرنے والے اور بظاہر یہ حال ہوتا کہ پھنے پرانے کپڑوں میں ملبوس جن کی کل کائنات معمولی کٹیا ہوتی تھی سوچنے کی بات یہ ہے کہ یہ لوگ آخر کیوں ایسی عظمت پر فائز ہو گئے کہ آج بھی ان کا نام سنتے ہی دلوں میں عقیدت اور نگاہوں میں ادب آجاتا ہے۔

اگر ہم غور کریں تو بڑی آسانی سے اس نتیجہ پر پہنچ سکتے ہیں کہ یہ سب محبت کا فیضان ہے۔

(۱) توبہ و استغفر سے اللہ کتنا خوش ہوتا ہے

صحیح بخاری اور مسلم کی ایک روایت میں رسول اللہ ﷺ نے توبہ کرنے والے گناہگاروں کو وہ بشارت سنائی ہے جو کسی دوسرے بڑے سے بڑے عمل پر بھی نہیں سنائی گئی۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ کی شانِ رحمت کو سمجھنے کے لئے صرف یہی ایک حدیث ہوتی تو کافی تھی حق یہ ہے کہ اس چند سطری حدیث میں معرفت کا ایک دفتر ہے۔ اللہ تعالیٰ فہم اور یقین نصیب فرمائے۔

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ : لِلَّهِ الْفَرَحُ بِتَوْبَةِ عَبْدِهِ الْمُؤْمِنِ مِنْ رَجُلٍ نَزَلَ فِي أَرْضٍ دَوِيَّةٍ مُهْلِكَةٍ مَعَهُ رَاحِلَتُهُ عَلَيْهَا طَعَامُهُ وَ خَرَابَةُ فَوَضَعَ رَأْسَهُ فَنَامَ نَوْمَةً فَاسْتَيْقَظَ وَ قَدْ ذَهَبَتْ رَاحِلَتُهُ فَطَلَبَهَا حَتَّى إِذَا اشْتَدَّ عَلَيْهِ الْحَرُّ وَالْعَطَشُ أَوْ مَا شَاءَ اللَّهُ قَالَ أَرْجِعْ إِلَى مَكَانِي الَّذِي كُنْتُ فِيهِ فَلَانَامَ حَتَّى أَمُوتَ فَوَضَعَ رَأْسَهُ عَلَى سَاعِدِهِ لِيَمُوتَ فَاسْتَيْقَظَ فَإِذَا رَاحِلَتُهُ عِنْدَهُ عَلَيْهَا زَادُهُ وَ خَرَابَةُ فَاللَّهُ أَشَدُّ فَرَحًا بِتَوْبَةِ الْعَبْدِ الْمُؤْمِنِ مِنْ هَذَا بِرَاحِلَتِهِ وَ زَادِهِ۔

(رواہ بخاری و مسلم)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے انہوں نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ ارشاد فرماتے تھے: خدا کی قسم! اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندے کی توبہ سے اس مسافر آدمی سے بھی زیادہ خوش ہوتا ہے جو (اثنائے سفر میں) کسی ایسی غیر آباد اور سنبلان زمین پر اتر گیا ہو جو سالانہ حیات سے خالی اور اسبابِ ہلاکت سے بھرپور ہو اور اس کے ساتھ بس اس کی سواری کی لوثنی ہو اسی پر اس کے کھانے پینے کا سالانہ ہونہ پھر وہ (آرام لینے کے لئے) سر رکھ کے لیٹ جائے پھر اسے نیند آجائے پھر اس کی آنکھ کھلے تو دیکھے کہ اس کی لوثنی (پورے سالانہ سمیت) غائب ہے، پھر وہ اس کی تلاش میں سرگرداں ہو، یہاں تک کہ گرمی اور پیاس

وغیرہ کی شدت سے جب اس کی جان پر یمن آئے تو وہ سوچنے لگے کہ (میرے لئے اب یہی بہتر ہے) کہ میں اسی جگہ جا کر پڑ جاؤں (جہاں سویا تھا) یہاں تک کہ مجھے موت آجائے، پھر وہ (اسی لڑکے سے وہاں آگے اپنے بدو پر سر رکھ کے مرنے کے لئے لیٹ جائے، پھر اس کی آنکھ کھلے تو وہ دیکھے کہ اس کی لوتھی اس کے پاس موجود ہے اور اس پر کھانے پینے کا پورا سلان (جوں کا توں محفوظ) ہے، تو جتنا خوش یہ مسافر اپنی لوتھی کے ملنے سے ہو گا خدا کی قسم مومن بندے کے توبہ کرنے سے خدا اس سے بھی زیادہ خوش ہوتا ہے۔ (صحیح بخاری و مسلم)

تشریح: قریب قریب یہی مضمون صحیحین میں حضرت ابن مسعود کے علاوہ حضرت انسؓ کی روایت سے بھی مروی ہے۔ اور صحیح مسلم میں ان دونوں بزرگوں کے علاوہ حضرت ابوہریرہؓ، حضرت نعمان بن بشیرؓ اور حضرت برہہ بن عازب رضی اللہ عنہم سے بھی یہی مضمون مروی ہے بلکہ حضرت انسؓ کی روایت میں یہ اضافہ بھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس بدو مسافر کی فرط مسرت کا حال بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ لوتھی کے اس طرح مل جانے سے وہ اتنا خوش ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی اس بے انتہا عنایت اور بندہ نوازی کے اعتراف کے طور پر وہ کہنا چاہتا تھا کہ "اللَّهُمَّ قَدْ رَتَيْتُ وَقَاعَ عَبْدِكَ" (خداوند! تو ہی میرا رب ہے اور میں تیرا بندہ) لیکن خوشی کہ سر مستی میں اس کی زبان بہک گئی اور اس نے کہا "اللَّهُمَّ قَدْ غَلَبَتْنِي وَقَارُكَ" (میرے اللہ! بس تو میرا بندہ اور میں تیرا خدا)۔ آنحضرت ﷺ نے اس کی اس غلطی کی معذرت کرتے ہوئے فرمایا "أَخْطَا مِنْ بَشَرَةٍ الْفَرَحُ" (فرط مسرت اور بے حد خوشی کی وجہ سے اس نے بے چارے بدو کی زبان بہک گئی)۔

بلاشبہ اس حدیث میں توبہ کرنے والے گناہگاروں کو اللہ تعالیٰ کی جس خوشنودی بخیرت سنائی گئی ہے وہ جنت اور اسکی ساری نعمتوں سے بھی فائق ہے۔ (محبت کے امثال)

ایک محبت بھری حدیث

۲

حضرت مولانا ذوالفقار صاحب دامت برکاتہم نے ایک مجلس میں ارشاد فرمایا کہ حدیث میں آتا ہے کہ اگر ستر ماہوں کی محبت جمع کی جائے تو یہ محبت تھوڑی ہے اللہ کو اپنے بندوں سے محبت زیادہ ہے۔ جس رب کریم کو بندوں سے اتنا پیار ہے اس سے معافی مانگتے ہوئے اگر آنسو نکل پڑیں تو رحمتِ الہی جوش میں آجاتی ہے۔ اس لئے حدیث پاک کا مفہوم ہے:

إِنْ رَحِمْتَنِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ

میری رحمت ہر چیز پر غالب ہے۔

پس اگر ایک شخص کو ہزار سال کی عمر دی جائے اور وہ ایک لمحہ بھی معصیت و نافرمانی کے بغیر نہ گزارے تو بھی اس کے گناہ تھوڑے ہوں گے اللہ کی رحمت زیادہ ہے۔ اگر وہ سچی توبہ کرے گا تو قبول ہوگی بلکہ فرمایا اے میرے بندے تیرے گناہ ساری دنیا کے درختوں کے پتوں سے زیادہ ہیں، تیرے گناہ آسمان کے ستاروں سے زیادہ ہیں، تیرے گناہ سمندر کی جھاگ سے بھی زیادہ ہیں، تیرے گناہ ساری دنیا کے ریت کے ذرات سے بھی زیادہ ہیں پھر بھی تیرے گناہ تھوڑے ہیں میری رحمت زیادہ ہے۔ بلکہ یوں فرمایا اے میرے بندے! تو نے توبہ کی پھر توڑ بیٹھا، پھر توبہ کی پھر توڑ بیٹھا۔

صد بار اگر توبہ شکستی باز آ

اے میرے بندے! اگر تو نے سو دفعہ توبہ کی اور سو دفعہ توڑ بیٹھا، میرا دراب بھی کھلا ہے تو آجا، توبہ کر لے، میں تیری توبہ کو قبول کر لوں گا۔
(مکتوبات فقیر صفحہ ۱۳۸)

سچے محب کی تین علامت

۳

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثُ

صِفَاتٍ الْمُحِبِّ فِي ثَلَاثٍ خِصَالٍ: أَنْ يُنْصَرَّ كَلَامَ حَبِيبِهِ عَلَى

كَلَامَ غَيْرِهِ وَيَخْتَارُ مُجَالِسَةَ حَبِيبِهِ عَلَى مُجَالِسَةِ غَيْرِهِ وَيَخْتَارُ رِضَاءَ حَبِيبِهِ عَلَى رِضَاءِ غَيْرِهِ۔

ترجمہ: محسن انسانیت ﷺ نے فرمایا کہ

دعویٰ محبت میں سچا ہونے کی تین علامتیں ہیں۔ محبوب کے کلام کو دوسروں کے کلاموں پر ترجیح دینا اور محبوب کی مجلس کو فوقیت دینا دوسروں کی مجالس پر، محبوب کی رضا و خوشنودی کو پیش نظر رکھنا دوسروں کی خوشنودی کے مقابلہ میں۔

۴ محبت معرفت کی بنیاد ہے

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ :

الْمَحَبَّةُ أَسَاسُ الْمَعْرِفَةِ وَالْعِفَّةُ عَلَامَةُ الْيَقِينِ ، وَ رَأْسُ الْيَقِينِ التَّوْقُوفُ وَالرَّضَى بِتَقْدِيرِ اللَّهِ تَعَالَى

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

محبت معرفت کی بنیاد ہے اور پاک دامنی یقین کی علامت ہے اور یقین کی جڑ پرہیزگاری اور اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر راضی ہونا ہے۔ (مطبوعات ابن حجر)

۵ عرش کے سایہ میں رہنے والوں کی علامات

لام احمد کی کتاب الزہد میں حضرت عطاء بن یسار سے روایت ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دریافت کیا یا اللہ! آپ کے وہ کون لوگ ہیں جنہیں آپ اپنے عرش کے سایہ میں رکھیں گے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا موسیٰ! وہ ایسے لوگ ہوں گے جن کے ہاتھ گناہوں سے پاک ہوں گے دل پاک صاف ہوں گے جو میرے جلال کی وجہ سے باہم محبت کرتے ہوں۔ جب میں ذکر کروں تو وہ میرا ذکر کریں اور وہ ذکر کریں تو میں ان کا ذکر کروں۔ جو ناگوار حالت میں اچھی طرح وضو کرتے ہوں اور میرے ذکر میں اس طرح لگے رہے ہوں جیسے گدھ اپنے گھونسلوں سے دل لگائے رہے ہیں۔ مجھ سے اس طرح

محبت کریں جیسے بچے سے لوگ محبت کرتے ہیں اور اگر میری حرام کردہ چیزوں کی پردہ داری کی جائے تو اس طرح برافروختہ ہوں جیسے حملے کے بعد چیتا بھڑک اٹھتا ہے۔
(مکھوۃ الحکمت صفحہ ۲۸)

۶ اللہ سے محبت کا ثمرہ

حضرت اسماعیل بن لبان نے حضرت انسؓ سے روایت کرتے ہوئے فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت کرے تو گناہ اس کو ضرر نہیں دیتا اور گناہوں سے توبہ کرنے والا ایسا ہے جیسے کہ اس نے گناہ کیا ہی نہیں۔
(توت القلوب صفحہ ۱۸۲ جلد ۲)

۷ دل محبت پر اللہ کا سایہ کرم

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ قیامت کے روز فرمائے گا کہ میرے جلال کے باعث محبت کرنے والے کہاں ہیں کہ میں انہیں اپنے کرم کا سایہ دوں جبکہ آج میرے سایہ کرم کے سوا کوئی سایہ نہیں ہے۔
(مسلم)

۸ اللہ سے محبت پورے دل سے کرو

اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خطبہ میں ارشاد فرمایا تھا ”اللہ تعالیٰ سے محبت اپنے پورے دل سے کرو۔“
تو جب دل اللہ تعالیٰ کی عظمت سے بھر جاتا ہے تو دل سے ہر چیز مٹ جاتی ہے اور صرف اللہ تعالیٰ کی محبت باقی رہ جاتی ہے، جو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے وہی بندہ چاہتا ہے، اسی کے ذکر میں زبان متحرک ہوتی ہے، اگر بولتا ہے تو وہی آواز نکلتی ہے، اگر سنتا ہے تو وہی سنتا ہے، دیکھتا ہے تو وہی نظر آتا ہے اور معصیت نگاہ میں بالکل قابل نفرت ہو جاتی ہے، پھر شیطان کا بس نہیں چلنے پانا۔
(مکھوۃ الحکمت صفحہ ۲۸۲)

۹ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا نظریہ محبت

حدیث شریف میں ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ملک الموت سے اس وقت ارشاد فرمایا جب وہ آپ کی روح قبض کرنے کے لئے تشریف لائے کہ بھلا تم نے کوئی ایسا غلیل دیکھا کہ جو اپنے غلیل کو مدے؟ اللہ تعالیٰ نے آپ پر وحی بھیجی کہ بھلا تم نے کوئی ایسا محبت کرنے والا دیکھا کہ جو اپنے حبیب کی ملاقات کو بُرا جانے پس آپ نے ملک الموت سے فرمایا کہ اب روئے قبض کر۔ اور یہ بات اسی بندے پر کھلتی ہے جو اللہ تعالیٰ سے بے پناہ محبت رکھتا ہے۔ وہ جب جانتا ہے کہ موت، سبب ملاقات کا ہے تو اس کا دل موت کی طرف راغب ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی محبوب نہیں کہ اس کی طرف التفات کرے۔ (احیاء العلوم)

۱۰ اللہ سے ملاقات کا شوق

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
جو اللہ کی ملاقات کی خواہش کرتا ہے اللہ بھی اس کی ملاقات کی خواہش کرتا ہے اور جو اللہ کی ملاقات کی خواہش نہیں کرتا اللہ بھی اس کی ملاقات کی خواہش نہیں کرتا۔ (رسالہ قشیریہ صفحہ ۵۶)

۱۱ اللہ کی قربت حاصل کرنے کا نسخہ

حضرت سمون الحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:
ذهب المحبون لله بشرف الدنيا والاخرة لان النبي صلى الله عليه وسلم قال المرء مع من احب۔
اللہ کے عاشق ساری دنیا و آخرت کی بڑی لے گئے کیونکہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ انسان اس کے ساتھ ہوگا جس کے ساتھ اس کو سب سے زیادہ محبت ہے۔

چونکہ یہ حضرات دنیا و آخرت میں رات دن حق تعالیٰ کی محبت میں بسر کرتے ہیں اس لئے ان کو دنیا و آخرت کی بازی لے جانے والا کہا گیا ہے اور جس کے ساتھ اللہ عزوجل ہو اس سے کیا گناہ ہو سکتا ہے۔ چنانچہ شرف دنیا یہ ہے کہ خدا تعالیٰ ان کے ساتھ ہو اور شرف آخرت یہ ہے کہ وہ حق تعالیٰ کے ساتھ ہوں۔ (کشف المحجوب)

(۱۲۰) پانچ چیزوں سے محبت اور پانچ سے غفلت

حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:
سَيَأْتِي زَمَانٌ عَلَى أُمَّتِي يُحِبُّونَ خَمْسًا وَيَنْسَوْنَ خَمْسًا۔
میری امت پر وہ زمانہ جلد آئے گا کہ وہ پانچ چیزوں سے محبت رکھیں گے
اور پانچ کو بھول جائیں گے۔

- (۱) يُحِبُّونَ الدُّنْيَا وَيَنْسَوْنَ الْآخِرَةَ
دنیا سے محبت رکھیں گے اور آخرت کو بھول جائیں گے۔
- (۲) وَيُحِبُّونَ الْمَالَ وَيَنْسَوْنَ الْجِسَابَ
مال سے محبت رکھیں گے اور محاسب کو بھول جائیں گے۔
- (۳) وَيُحِبُّونَ الْخَلْقَ وَيَنْسَوْنَ الْخَالِقَ
مخلوق سے محبت رکھیں گے اور خالق کو بھول جائیں گے۔
- (۴) وَيُحِبُّونَ الذُّنُوبَ وَيَنْسَوْنَ التَّوْبَةَ
گناہوں سے محبت رکھیں گے اور توبہ کو بھول جائیں گے۔
- (۵) وَيُحِبُّونَ الْقُصُورَ وَيَنْسَوْنَ الْمَقْبَرَةَ
مکانات سے محبت رکھیں گے اور قبرستان کو بھول جائیں گے۔
(مکاشفة القلوب صفحہ ۸۸)

(۱۳) روشن دل صحابی کا واقعہ

حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے معصب بن عمیرؓ کو

آتے ہوئے دیکھا کہ ایک میٹھے کی کھال کمرے لپٹے چلے آتے ہیں۔ آپ ﷺ نے لوگوں سے ارشاد فرمایا کہ اس شخص کو دیکھو کہ اللہ تعالیٰ نے اس کا دل روشن کر دیا ہے میں نے اس کو اس کے ماں باپ کے سامنے دیکھا تھا کہ عمو کھٹا اور اچھا پانی دیا کرتے تھے اور اب اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ کی محبت نے اس کا یہ درجہ کیا ہے جو دیکھتے ہو۔ (احیاء العلوم)

۱۳) اللہ کی محبت کے مستحق قلوب

حضرت بیاضیہ رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ:

اے درویش! ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے میں نے کتاب محبت میں لکھا دیکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حق تعالیٰ کی محبت ایک بلا شہی ہے جو صرف انہیں قلوب کو بخشی جاتی ہے جو اس کے لئے مہذب ہوتے ہیں۔ ایک یہ فضائل قدرت ہے کہ محبت صرف عقل مندوں کے یہاں ٹھکتی ہے۔ پھر حضرت نے فرمایا کہ اے درویش! یہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ محبت ایک لکڑی بسلا ہے جس پر صرف وہی لوگ قدم رکھ سکتے ہیں جو کہ ہیز و ہزل عالم سے گزرنے پر سوائے محبت دوست کے اور کسی چیز کو حائل نہیں دیکھیں گے اور سب بیچتے رہیں۔ (مختصرات بیاضیہ صفحہ ۴۳)

۱۵) حصول حلیوت ایمان کے تین نسخے

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ثَلَاثٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ وَجَدَ حُلَاوَةَ الْإِيمَانِ أَنْ يَكُونَ اللَّهُ وَرَسُولَهُ
أَحَبَّ إِلَيْهِ مَعَ سِوَاهُمَا أَنْ يَحِبَّ الْمَرْءَ لَا يَحِبُّهُ إِلَّا لِلَّهِ وَانْ
يَكْرَهُ أَنْ يُعْرَضَ فِي الْكُفْرِ كَمَا يَكْرَهُ أَنْ يُقَذَّفَ فِي النَّارِ۔

(رواہ البخاری)

یہ تین چیزیں جس میں ہوں اس نے ایمان کی حلیوت پائی۔

- (۱) اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ اس کے نزدیک ہر چیز سے زیادہ محبوب ہو۔
- (۲) کسی سے محبت کرے تو اللہ کے لئے کرے۔
- (۳) کفر میں لوٹنے کو اس طرح پسند کرے جس طرح وہ بد جہنم میں پھینکے جانے کو پسند کرتا ہے۔

(۱۶) ہر چیز سے زیادہ اللہ کو دوست رکھو

ابوزین عقیلی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ ایمان کیا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ بندے کا ایمان درست نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ خدا اور اس کے رسول کو (ان کے علاوہ) باقی تمام چیزوں سے محبوب تر نہ رکھے۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ ایمان کا صحیح تر مفہوم کیا ہے؟ فرمایا یہ کہ بندہ خدا اور اس کے رسول کو ہر چیز سے زیادہ دوست رکھے (انبیاء، العلوم، بحوالہ احمد)

(۱۷) سچے مومن کی نشانی

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بندہ اس وقت تک مومن کہلانے کا حقدار نہیں جب تک کہ خدا اور اس کے رسول کو اپنے دل، عیال اور تمام مخلوق سے زیادہ عزیز اور محبوب نہ جانے (مسلم شریف)

(۱۸) ایک صحابی کا اظہار محبت

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے آپ سے محبت ہے۔ فرمایا تو پھر درویشی کے لئے تیار رہ اس نے کہا میں خدا سے بھی محبت رکھتا ہوں فرمایا، تو پھر مصیبت و بلا کیلئے تیار رہ (ترمذی)

(۱۹) اللہ اور اس کے رسول سے محبت کا نتیجہ

رسول اللہ ﷺ نے مہین کو اپنے محبوب کی معیت کی خوشخبری دی ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

ان رجلا سال النبی ﷺ متى الساعة يا رسول الله ﷺ؟ قال: ما اعددت لها؟ قال: ما اعددت لها من كثرة صلاة ولا صوم ولا صلة، ولكني احب الله ورسوله قال: انت مع من احببت، قال انس: فقلنا ونحن كذلك؟ قال: نعم۔ ففرحنا بها فرحا شديدا۔ (بخاری۔ مسلم)

ایک آدمی نے نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں سؤل کیا یا رسول اللہ ﷺ! قیامت کب ہوگی۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا، تو نے اس کیلئے کیا تیاری کی ہے۔ اس نے عرض کیا میں نے اس کیلئے کثیر نماز، روزے اور صدقہ کو جمع نہیں کیا لیکن میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرتا ہوں۔ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تو اسی کے ساتھ ہوگا جس سے تو محبت کرتا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کیا ہمیں بھی یہ کیفیت حاصل ہوگی؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہاں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں یہ ارشاد سن کر ہم انتہائی خوش ہوئے۔

اللہ تعالیٰ بندوں سے کتنی محبت کرتے ہیں

(احادیث مبارکہ کی روشنی میں)

میرے دوستو! اللہ تعالیٰ اس انسان سے بڑی محبت کرتے ہیں بلکہ ایک حدیث میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے انسانیت کو بتلایا جس کا مفہوم ہے کہ اگر ستر ملاں کی محبت جمع کی جائے تو یہ محبت تھوڑی ہے، اللہ ان ستر ملاں سے زیادہ اپنے بندوں سے محبت کرتے ہیں۔ آپ حضرات تھوڑی دیر خود مراقبہ کریں ایک ماں اپنے بچے سے کتنی محبت کرتی ہے۔ خود نہیں کھاتی اپنے بچے کو کھلاتی ہے، خود اچھا نہیں پہن سکتی لیکن اپنے بچے کو اچھا پہناتی ہے، خود گیلے بستر پر سوتی ہے پر بچے کو خشک جگہ سلاتی ہے۔ بچے کی محبت میں ساری ساری رات جاگ کر گزرتی ہے تو آپ حضرات اب اس مراقبہ کے بعد غور کریں اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کیا کہہ رہے ہیں۔ صدر کی بات جھوٹ ہو سکتی ہے، وزیر اعظم کی بات جھوٹ ہو سکتی ہے لیکن نعوذ باللہ اللہ کے رسول کی بات جھوٹ نہیں ہو سکتی کہ اللہ تعالیٰ ستر ملاں کی مجموعی محبت سے زیادہ بندہ سے محبت کرتے ہیں۔ جو اللہ اتنی محبت کرنے والا ہے اس سے دل نہ لگتا اس کی محبت کو دل میں نہ بساتا اس سے بڑی ناقدری اور کیا ہو سکتی ہے۔

❦ بندے سے اظہارِ محبت پر ایک عجیب حدیث

میرے عزیزو! اللہ تعالیٰ کی تو یہ چاہت ہے کہ ساری دنیا کے انسان اللہ کے محبوب بن جائیں اب اگر کوئی اس قول کی دلیل پوچھے تو یہ حدیث قدسی پیش ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

يَا ابْنَ آدَمَ إِنِّي لَكَ مُحِبٌّ (احیاء العلوم)

اے آدم کی لولاد میں تجھ سے محبت کرتا ہوں

حدیث قدسی کے مذکورہ بالا جز میں اللہ تعالیٰ نے بندے سے اپنی محبت کا اظہار فرمایا اور بندہ سے پہلے اپنی محبت کا تذکرہ فرمایا تاکہ بندہ کو معلوم ہو جائے کہ اللہ اپنے بندے سے بہ نسبت اس کے زیادہ محبت کرتا ہے۔
اس کے بعد اس حدیث کے دوسرے حصہ میں فرمایا:

لَبَحْلِي عَلَيْكَ

تجھے میرے حق کی قسم یا میرا تجھ پر حق ہے۔

یعنی تجھ پر میرے احسانات ہیں۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس حدیث کے آخری حصہ میں اپنے اصل مدعا کا اظہار فرمادیا کہ :

كُنْ لِي مُجِبًا

اس وجہ سے تو بھی مجھ سے محبت کر

اس حدیث قدسی کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے ساری انسانیت کو اپنی دوستی اور محبت کا پیغام دے دیا ہے اب یہ بندے کے اپنے ظرف پر ہے کہ وہ اپنے خالق و مالک کے پیغام محبت پر لبیک کہتے ہوئے اعلیٰ ظرفی کا مظاہرہ کرے اور اس کی چاہت کے مطابق زندگی گزارے یا پھر کم ظرفی کا مظاہرہ کرتے ہوئے نفس و شیطان سے دوستی کرے اور تباہی و بربادی اور ہلاکت کا راستہ اختیار کرے۔ اور دوسری بات یہ کہ اس حدیث میں اللہ تعالیٰ نے اپنے سے محبت کی دو وجوہات کو بیان کیا یعنی مجھ سے محبت کرنے کی پہلی وجہ یہ ہے کہ میری چاہت یہ ہے کہ تم مجھ سے محبت کرو اور دوسری وجہ یہ کہ مجھ سے محبت میرے احسانات کی وجہ سے کرو۔

❦ اگر تم نے پیدا کیا ہے تو پکڑ لو

امام غزالیؒ نے فرمایا کہ جب کوئی بندہ اللہ کی نافرمانی کرتا ہے، گناہ کرتا ہے تو زمین کی وہ جگہ کہتی ہے کہ اے اللہ آپ اجازت دیں تو میں اسے دھنسا دوں۔ اسی طرح آسمان کی وہ چھت کہتی ہے آپ مجھے اجازت دیں تو میں اس پر

گر پڑوں۔

تو اس پر اللہ تعالیٰ ان سے فرماتے ہیں شہرِ جلا، اُسے مہلت دو

ان کان عبدکم فشاکم بہ

اگر تم نے پیدا کیا ہے تو پکڑ لو

و ان کان عبدی فمینی و الی عبدی

اور اگر میرا بندہ ہے تو میرے اور میرے بندے کے درمیان دخل نہ دو۔

ان اتانی نہاراً قبلتہ ان اتانی لیلاً قبلتہ

کسی دن تو توبہ کرے گا کسی رات تو توبہ کرے گا

اور جب توبہ کرے گا تو

لَوْجَدَ اللّٰهُ تَوَّابًا رَّحِيْمًا

وہ دیکھے گا کہ اس کا رب معاف کرنے والا ہے۔

(فرشتوں کے عجیب و غریب حالات)

اللہ تعالیٰ کی طرف سے پکڑ کب آتی ہے؟

میرے دوستو! بجلی کے تار کے بارے میں مشہور ہے کہ یہ پہلی غلطی کو بھی معاف نہیں کرتی۔ اس کی تار کو غلطی سے پہلی دفعہ ہاتھ لگ جائے تو پھر بھی نقصان پہنچا دیتی ہے۔ لیکن اللہ رب العزت کا یہ دستور ہے کہ وہ انسان کی پہلی غلطی پر اس کی پکڑ نہیں فرماتے کیونکہ وہ رحیم و کریم ذات ہے اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَوْفٌ رَّحِيْمٌ وہ مہربانی فرمانے والے ہیں۔ وہ ایک آدھ غلطی پر انسان کو سزا نہیں دیتے۔ البتہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس وقت پکڑ آتی ہے جب بندہ نے ایک گناہ کیا، پھر دوبارہ کیا، پھر کرتا رہا، کرتا رہا، اور زندگی کے سالہا سال گزر گئے حتیٰ کہ ایک مدت کے بعد وہ وقت آتا ہے جب رب کریم اس کی پکڑ فرماتے ہیں اور وہ پکڑ بھی مہلت دے کر فرماتے ہیں۔ قربان جائیں اللہ پر کہ بندے کی بار بار نافرمانی کے باوجود اسے مہلت دیتے ہیں کہ شاید اس مہلت سے فائدہ اٹھا کر رجوع کر لے۔

اس کی دلیل حدیث پاک سے ملتی ہے۔ ایک آدمی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے پیش کیا گیا۔ اسے چوری کے جرم میں پکڑا گیا تھا۔ کہنے لگا اے امیر المومنین! مجھے معاف فرما دیجئے مجھ سے پہلی دفعہ غلطی ہوئی ہے۔ آپ نے فرمایا نہیں پہلی غلطی پر اللہ تعالیٰ رسوا نہیں فرماتے۔ چنانچہ حکم دے دیا تحقیق کی جائے۔ جب لوگوں نے تحقیق کی تو پتہ چلا کہ وہ عداوی مجرم تھا اور پہلے بھی چوریاں کیا کرتا تھا۔

۳۰ خدا مال سے زیادہ مہربان ہے

نبی کریم ﷺ ایک مجلس میں تشریف فرما ہیں۔ ایک صحابی چادر میں ایک پرند کو مع اس کے بچوں کے باندھ کر لاتے ہیں اور واقعہ عرض کرتے ہیں: یا رسول اللہ! میں نے ایک جھاڑی سے ان بچوں کو اٹھا کر کپڑے میں لپیٹ لیا، ماں نے یہ دیکھا تو میرے سر پر منڈلانے لگی، میں نے ذرا کپڑے کو کھول دیا تو وہ فوراً آکر میرے ہاتھ پر بچوں پر لڑ پڑی۔ ارشاد ہوا: کیا بچوں کے ساتھ ماں کی اس محبت پر تم کو تعجب ہے؟ قسم سے اس ذات کی جس نے مجھ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا، جو محبت اس ماں کو اپنے بچوں کے ساتھ ہے خدا کو اپنے بندوں کے ساتھ اس سے بدرجہا زیادہ ہے۔ (مشکوٰۃ بحوالہ ابوداؤد باب رحمۃ اللہ)

۳۱ اللہ مال سے ستر گنا زیادہ محبت کرتے ہیں

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہیں سفر میں تشریف فرما تھے، ایک دن ایسا اتفاق ہوا کہ کسی گلوں میں آپ کا قیام تھا وہاں کسی جگہ پر ایک عورت اپنا چھوٹا سا بچہ اپنی گود میں لئے ہوئے روٹیاں پکانے کا تندور جھونک رہی تھی پھر جب اس تندور میں آگ کی لپٹ باہر آئی تھی تو وہ عورت بہت کوشش سے اپنے بچے کو آگ سے بچاتی تھی کہ کہیں اس کو آگ کی گرمائی یا سینک نہ لگے، پھر جب اس عورت کو

سرور کائنات ﷺ کے آنے کا حال معلوم ہوا تو وہ اپنے بچے کو گود میں لئے ہوئے حضور کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کہا کہ اے حبیب مہمان! کیا آپ ہی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں؟ آپ نے فرمایا نعم ہاں میں ہی اس کا رسول ہوں۔ یہ سن کر عورت نے آپ سے سوال کیا، کیا اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر سب سے زیادہ مہربان ہے؟ آپ نے فرمایا کہ نعم ہاں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر سب سے زیادہ مہربان ہے۔ پھر اس عورت نے سوال کیا کیا اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر ماں سے ستر حصے زیادہ مہربان ہے؟ فرمایا کہ نعم ہاں، ماں سے ستر حصے زیادہ مہربان ہے یہ سن کر عورت نے کہا کہ ماں اپنے بچے کو آگ سے بچاتی ہے، اللہ اپنے بندوں کو دوزخ کی آگ میں کس دل سے جلائے گا۔ (مشکوٰۃ)

۵۵ کیا کوئی ماں اپنے بچے کو آگ میں پھینک سکتی ہے؟

وَعَنْ عُمَرَ ابْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : قَدِمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِسَبْيٍ فَإِذَا امْرَأَةٌ مِنَ السَّبْيِ تَسْعَى إِذَا وَجَدَتْ صَبِيًّا فِي السَّبْيِ أَخَذَتْهُ فَأَلْزَقَتْهُ بِبَطْنِهَا فَأَرْضَعَتْهُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : أَتَرَوْنَ هَذِهِ الْمَرْأَةَ طَارِحَةً وَلَدَهَا فِي النَّارِ ؟ قُلْنَا : لَا وَاللَّهِ - فَقَالَ : اللَّهُ أَرْحَمُ بِعِبَادِهِ مِنْ هَذِهِ بَوْلَدِهَا - (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضرت عمر روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ قیدی آئے ان میں سے ایک قیدی عورت دوڑتی پھر رہی تھی جب وہ کسی بچے کو دیکھتی تو اس کو اٹھا کر اپنی چھاتی سے لگا لیتی اور دودھ پلانے لگتی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارا کیا خیال ہے؟ کیا یہ عورت اپنے بچے کو آگ میں ڈال سکتی ہے ہم نے عرض کیا خدا کی قسم نہیں آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر اس عورت سے زیادہ رحم کرنے والا ہے جس قدر یہ عورت اپنے بچے پر شفقت کر رہی ہے۔ (بخاری و مسلم و مشکوٰۃ)

۶ ایک شرابی پر اللہ کی شفقت و محبت کا منظر

ایک شرابی شراب خوری کے جرم میں متعدد بار گرفتار ہو کر آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا گیا، صحابہ نے اس کی شراب خوری کی وجہ سے اس پر لعن طعن کیا تو اللہ تعالیٰ کو یہ عمل پسند نہیں آیا۔ اللہ کی رحمت جوش میں آئی اس پر اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کے ذریعہ سے صحابہ کو کہا کہ اس پر لعنت نہ کرو کیونکہ اس کو خدا اور رسول سے محبت ہے

۷ خدا صرف سرکشی کرنے والے کو عذاب دیتا ہے

ایک دفعہ ایک غزوہ سے حضور اکرم ﷺ تشریف لارہے تھے۔ ایک عورت اپنے بچے کو گود میں لے کر آئی اور عرض کیا یا رسول اللہ! ایک ماں کو اپنی اولاد سے جتنی محبت ہوتی ہے کیا خدا کو اپنے بندوں سے اس سے زیادہ محبت نہیں ہے؟ فرمایا ہاں بیشک اس سے زیادہ ہے۔ بولی: تو کیا ماں اپنی اولاد کو خود آگ میں ڈالنا گوارا کرے گی؟ یہ سن کر فرط اثر سے آپ ﷺ پر گریہ طاری ہو گیا، پھر سر اٹھا کر فرمایا خدا صرف اس بندے کو عذاب دیتا ہے جو سرکشی سے ایک کو دو کہتا ہے۔ (سنن نسائی، باب ما یوحی من الرحمة)

فائدہ: جس شخص کے اندر تھوڑی سی بھی غیرت ہوگی وہ کبھی یہ سننا گوارا نہیں کرتے گا کہ اس کا بیٹا اس کے علاوہ کسی اور کو بھی اپنا باپ تسلیم کرے اسی طرح اللہ پاک جو سب سے زیادہ غیرت والے ہیں یہ قطعی گوارا نہیں فرماتے کہ کوئی بندہ ان کے علاوہ کسی اور کو بھی اپنا خدا تسلیم کرے۔ چنانچہ قرآن مجید کے ذریعہ اس کا اعلان بھی فرمایا:

إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ

بیشک اللہ تعالیٰ شرک کے علاوہ ہر گناہ کو معاف کر دے گا۔

۸ اللہ کے دوستوں سے دشمنی کا نتیجہ

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى قَالَ : مَنْ عَادَى لِي وَلِيًّا آذَنْتُهُ لِلْحَرْبِ ، وَمَا تَقَرَّبَ إِلَيَّ عَبْدِي بِشَيْءٍ أَحَبَّ إِلَيَّ مِمَّا افْتَرَضْتُ عَلَيْهِ ، وَمَا يَزَالُ عَبْدِي يَتَقَرَّبُ إِلَيَّ بِالتَّوَّافِلِ حَتَّى أُحِبَّهُ فَإِذَا أَحْبَبْتُهُ كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِي يَسْمَعُ بِهِ وَبَصَرَهُ الَّذِي يُبْصِرُ بِهِ وَيَدَهُ الَّتِي يَبْطِشُ بِهَا وَرِجْلَهُ الَّتِي يَمْشِي بِهَا وَإِنْ سَأَلَنِي أَعْطَيْتُهُ وَلَئِنْ أَسْتَعَاذَنِي لَأُعِيْلَهُ .

(رواہ البخاری)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ، بے شک اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے جو میرے کسی دوست سے دشمنی کرے ، یقیناً میرا اس سے اعلان جنگ ہے اور میرے بندے کا میرے عائد کردہ فرائض کے ذریعے سے میرا قرب حاصل کرنا ، مجھے باقی تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہے۔ (علاوہ ازیں) میرا بندہ (مزید توافل کے ذریعے سے میرا قرب حاصل کرنے کی کوشش کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ میں اس سے محبت کرنے لگ جاتا ہوں اور جب میں اس سے محبت کرنے لگ جاتا ہوں تو میں اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے ، اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے ، اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کا پیر بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے اور مجھ سے کوئی سوال کرتا ہے تو میں اسے وہ دیتا ہوں اور اگر وہ مجھ سے (کسی چیز سے) پناہ مانگے تو میں ضرور اسے پناہ دیتا ہوں۔

(بخاری)

فوائد : اس میں اولیاء کرام کا مقام اور ان کی پہچان بیان کی گئی ہے۔ کمال ایمان و تقویٰ کا نام ولایت ہے جیسا کہ قرآن کریم میں اولیاء اللہ کی تعریف ان الفاظ میں بیان کی گئی ہے۔ الذین آمنوا و کانوا یتقون (سورہ یونس : ۶۳) اللہ کے ولی وہ ہیں جو ایمان دار اور متقی ہیں۔ اس لحاظ سے ہر مومن و متقی ولی اللہ

ہے گویا ولیاء اللہ کوئی مخصوص قسم کے افراد، یا ایمان و تقویٰ کے علاوہ کوئی خاص علالت کے حامل نہیں ہوتے جیسا کہ عام لوگ سمجھتے ہیں، حتیٰ کہ وہ فرائض و سنن کے ہر ایک بلکہ طہارت تک سے غافل یا غل یا غم یا غل لوگوں کو ولی اللہ سمجھتے ہیں۔ بلکہ ولی اللہ فرائض و سنن کا پابند اور ورع و تقویٰ (پرہیزگاری) کا پیکر ہوتا ہے۔

چنانچہ اس حدیث میں ایک چیز تو یہ بیان کی گئی ہے کہ اللہ کے ولی سے دشمنی، اللہ سے دشمنی ہے۔ کیونکہ مسلمہ بات ہے کہ دوست کا دوست بھی دوست ہوتا ہے اور دوست کا دشمن، دشمن ہوتا ہے۔ اس لئے اللہ کے ولیوں سے دوستی اور محبت، اللہ سے دوستی ہے اور اللہ کے ولیوں سے دشمنی اللہ سے دشمنی ہے۔ یہ ایک مومن کامل (ولی اللہ) کا وہ مقام ہے جو عند اللہ اسے حاصل ہوتا ہے۔

دوسری چیز اس میں یہ بیان کی گئی ہے کہ جب ایک مومن بندہ فرائض کی لوائنگی اور نوافل کے اہتمام سے اللہ کے ہاں قربت اور محبوبیت کا مقام حاصل کر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کا خاص مددگار بن جاتا ہے، اس کے اعضاء و جوارح کی حفاظت فرماتا ہے اور انہیں اپنی نافرمانی کے لئے استعمال نہیں ہونے دیتا۔ وہ اپنے کانوں سے وہی باتیں سنتا، اپنی آنکھوں سے وہی چیز دیکھتا، اپنے ہاتھوں سے وہی چیز پکڑتا اور اپنے قدموں سے اسی چیز کی طرف چل کر جاتا ہے جو اللہ کو پسند ہیں۔ اللہ کی ناپسندیدہ باتوں کی طرف وہ کان لگاتا ہے نہ آنکھ اٹھا کر دیکھتا ہے، نہ اسے ہاتھ لگاتا ہے نہ اس کی طرف اس کے قدم اٹھتے ہیں۔

تیسری چیز اس میں یہ بیان کی گئی ہے کہ فرائض کی لوائنگی سب سے مقدم ہے اور اس کی لوائنگی کے ذریعے سے ہی اللہ کا قرب حاصل کرنا اللہ کو سب سے زیادہ پسند ہے۔ کیونکہ یہی اصل بنیاد ہے، جس طرح بنیاد کے بغیر عمارت کی کوئی حیثیت نہیں اسی طرح فرائض کے بغیر نوافل کوئی اہمیت نہیں

رکھتے۔ فرائض کا تارک سرے سے مسلمان ہی نہیں رہتا کیونکہ ان کے ترک پر سخت وعیدیں ہیں جب کہ نوافل کے ترک پر کوئی وعید نہیں۔ البتہ فرائض کے ساتھ نوافل کا اہتمام سونے پر سہاگہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ نوافل سے انسان کو اللہ کا خصوصی قرب اور وہ مقام محبوبیت حاصل ہوتا ہے جس کے بعد اسے اللہ کی خاص مدد حاصل ہوتی ہے۔

چوتھی چیز اس میں یہ بیان کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے ان محبوب بندوں کی دعائیں ضرور قبول فرماتا ہے۔ تاہم قبولیت کا مطلب یہ نہیں کہ اس کا ظہور فوری طور پر ہو بلکہ اس قبولیت میں تاخیر بھی ممکن ہے یعنی دعا تو ضرور قبول کی جاتی ہے تاہم اس کا ظہور جلد ہو یا بہ دیر یہ اللہ کی مشیت پر موقوف ہوتا ہے۔

۹۔ اللہ تعالیٰ کا بندوں کو اپنی دوستی کی دعوت دینا

امام غزالیؒ نے اپنی شہرہ آفاق کتاب احیاء العلوم میں محبت الہی سے لبریز ایک روایت لکھی جو کہ قارئین کے لئے پیش خدمت ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے میرے بندو تم میری اطاعت کرو میں تمہاری اطاعت کروں گا (یعنی تمہاری چاہتوں کو پورا کروں گا)۔ سب کو چھوڑ کر تم مجھے اختیار کرو میں تمہیں اختیار کروں گا۔ تم مجھ سے راضی رہو میں تم سے راضی رہوں گا۔ تم مجھے دوست رکھو میں تمہیں دوست رکھوں گا۔ اے میرے بندو تم میرے ہو جاؤ میں تمہارا ہو جاؤں گا۔

جس کو میں مل گیا اس کو سب کچھ مل گیا۔ جسے میں نہ ملا اس کو کچھ بھی نہ ملا۔ (احیاء العلوم و طبقات الکبریٰ صفحہ ۲۷۷)

۱۰۔ جو مجھ سے محبت کرتا ہے میں اس کا حبیب ہوں

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں شہادت دیتا ہوں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ بھی یہی فرماتے تھے اور حضرت دہود علیہ السلام کے اخبار میں مرہی ہے کہ خدائے تعالیٰ نے ان کو ارشاد فرمایا کہ اے دہود

زمین والوں کو سنائے کہ :

- (۱) جو مجھ سے محبت کرے گا میں اس کا حبیب ہوں
- (۲) اور جو میرے پاس بیٹھے گا میں اس کا جلیس ہوں
- (۳) اور جو میرے ذکر سے انس حاصل کرے گا میں اس کا انیس ہوں
- (۴) اور جو میرے ساتھ رہے گا میں اس کے ساتھ ہوں
- (۵) اور جو مجھ کو اختیار کرے گا میں اس کو اختیار کر دوں گا
- (۶) اور جو میرا کہا مانے گا میں اس کا کہا مانوں گا
- (۷) اور جو شخص مجھ سے محبت کرتا ہے اور اس کی محبت دل سے مجھ کو خوب معلوم ہو جاتی ہے تو میں اس کو اپنے واسطے مقبول کرتا ہوں اور اس سے ایسی محبت کرتا ہوں کہ میری خلق میں سے اس پر کوئی مقدم نہیں ہوتا ہے مجھ کو سچ سچ طلب کرتا ہے وہ مجھ کو پاتا ہے اور جو غیر کو طلب کرتا ہے وہ مجھ کو نہیں پاتا۔

(احیاء العلوم جلد ۴)

❦ نافرمان بندوں سے اللہ کی محبت

حضرت دہود علیہ السلام کے بارے میں منقول ہے کہ ایک دفعہ اللہ تعالیٰ نے ان سے بذریعہ وحی ارشاد فرمایا:

يا داود لو يعلم المذبونون عني ماعدى من الاشواق الله

.....الخ

اے دہود میرے ان بندوں کو بتلاؤ جو مجھ سے منہ موڑ کر نافرمانی اور گناہوں کی زندگی گزار رہے ہیں اور نفس کی آلودگیوں میں لت پت ہو کر بھول چکے ہیں کہ اگر انہیں معلوم ہو جائے کہ ان کی نافرمانیوں کے باوجود مجھے ان سے کتنی محبت ہے اور ان کے پلٹ آنے کا کس قدر انتظار ہے اور میں ان پر کتنا مہربان ہوں تو وہ تڑپ تڑپ کر مرجائیں اگر انہیں پتہ چل جائے کہ میں ان کی معصیت کاریوں سے کیسے درگزر کر دیتا ہوں تو نَقَطَتْ اَرْضَالَهُمْ میرے

شوق میں ان کا جوڑ جوڑ جدا ہو جائے اور ان کے جسم ریزہ ریزہ ہو جائیں۔ (یہ کیفیت صرف اتنا جان لینے سے پیدا ہو جاتی ہے کہ ہمارا رب ہماری اس قدر نافرمانیوں کے باوجود ہماری توبہ اور بخشش کا بہر حال مشتاق ہے)۔

اے دلوں میں اپنے ان بندوں کے متعلق یہ ارلاہ رکھتا ہوں جو مجھے فراموش کر چکے ہیں لیکن میرے ان بندوں کا کیا عالم ہوگا جو پہلے ہی میری طرف متوجہ ہیں اور مجھ سے محبت کرتے ہیں (وہ میرے اشتیاق میں ہمہ تن محو انتظار ہیں اور جو ہر وقت میرے مشتاق رہتے ہیں) میں بھی ان کے لئے سرپا اشتیاق رہتا ہوں۔
(ابجد العلوم جلد ۴ صفحہ ۴۵۰)

۱۲ جس نے مجھے طلب کیا اس نے مجھے پالیا

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

مَنْ طَلَبَنِي وَجَلَنِي وَمَنْ وَجَلَنِي عَرَفَنِي وَمَنْ عَرَفَنِي أَحْبَبَنِي۔

(نور الہدیٰ صفحہ ۲۰۸ سلطان باہو)

جس نے مجھے طلب کیا اس نے مجھے پالیا، جس نے مجھے پالیا اس نے مجھے پہچان لیا، اور جس نے مجھے پہچان لیا وہ میرا محبت بن گیا۔

۱۲ اللہ کی بندوں پر شفقت کے مناظر

قال الله عز وجل اذا بلغ عبدی اربعین سنة عافته من البلیا الثلاث من الجنون والبرص والجذام ، و اذا بلغ خمسين سنة حاسبته حساباً یسیراً و اذا بلغ ستین سنة حببت الیه الانابة و اذا بلغ سبعین سنة احبته الملائكة و اذا بلغ ثمانین سنة کتبت حسناته و القیت سیاته و اذا بلغ تسعین سنة قالت الملائكة امیر الله فی ارضه فیغفر له ما تقدم من ذنبه و ما تاخر و یشفع فی اهله۔
(اخرجه الحکیم الترمذی عن عثمان ابن عفان)

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب میرے بندے کی عمر چالیس سال کی ہو جاتی

ہے تو میں اُس کو تین قسم کے امراض سے محفوظ کر دیتا ہوں (۱) جنون (۲) جذام (۳) برص۔ ان سے عافیت دیتا ہوں (یعنی نجات دیتا ہوں) اور جب اُس کی عمر پچاس برس کی ہو جاتی ہے تو اُس پر حساب لیسر (آسان حساب) کروں گا۔ اور جب بندہ ساٹھ سال کی عمر کو پہنچ جاتا ہے تو میں توبہ اور رجوع الی اللہ اس کا محبوب بنا دیتا ہوں اور جب کسی بندے کی عمر متر (۷۰) سال کی ہو جائے تو فرشتے اس سے محبت کرتے ہیں اور جب بندے کی عمر اسی (۸۰) سال کی ہو جائے تو اس کی نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور اس کے گناہ نظر انداز کئے جاتے ہیں۔ اور جب کوئی بندہ نوے سال کا ہو جاتا ہے تو فرشتے کہتے ہیں کہ اللہ کی زمین میں یہ اللہ کا قیدی ہے۔ اور اس کے اگلے اور پچھلے گناہ بخش دئے جاتے ہیں اور اس کے اہل میں اس کی شفاعت قبول کی جاتی ہے۔

تشریح: جنون یعنی دیوانگی، جذام یعنی کوڑھ پن جس میں ہاتھ پاؤں گل جاتے ہیں، اور برص جس میں جلد پر سفید سفید داغ ہو جاتے ہیں تو چالیس سال کے بعد ان امراض کا وقوع بہت کم ہوتا ہے۔

پچاس سال والے سے قیامت کے دن آسان حساب ہوتا ہے اور رجوع الی اللہ کا مطلب یہ ہے کہ ساٹھ سال کی عمر کے بعد توبہ سے محبت ہو جاتی ہے اور اللہ کے قیدی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ نے اس کی روح کو جسم کے قید خانے میں قید کر رکھا ہے، مدت پوری ہو چکی ہے رہائی کا انتظار ہے۔

ﷺ میں تجھے یاد کرتا ہوں

یا ابن آدم ان ذکرنی ذکرک اے بنی آدم جب تو مجھے یاد کرتا ہے تو میں تجھے یاد کرتا ہوں ان نسبتی ذکرک تو مجھے بھول جاتا ہے میں پھر بھی تجھے یاد کرتا ہوں اور میں تیری طرف نگاہ لگائے رکھتا ہوں کہ میرا یہ بندہ مجھے بھولا ہوا ہے، اسے مہلت دو، اسے ڈھیل دو شاید یہ کبھی میری طرف لوٹے گا۔ (احیاء العلوم)

۱۵ جے میں مل گیا اسے سب کچھ مل گیا

ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اے ابن آدم! مجھے طلب کرو، اگر تم مجھے پاگئے تو سب کچھ پاگئے اور اگر میں نہ ملا تو تم سے ہر چیز چھوٹ گئی۔ میں ہر چیز سے زیادہ تمہارے لئے محبوب ہوں۔ (کنز الدقائق ص ۹۷۶)

۱۶ ایک حصہ رحمت کے اثرات

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال : سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول : جعل اللہ الرحمة مائة جزء فامسک عنده تسعة وتسعين و انزل فی الارض جزء واحد فممن ذلك لجز يتراحم لخلایق حتی ترفع لذابته حافرها عن ولدها خشية ان تصیبه۔ (صحیح مسلم کتب الطہرۃ باب فی معة رحمة اللہ تعالیٰ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس ﷺ سے سنا کہ اللہ تعالیٰ نے جو رحمت پیدا فرمائی ہے، اس کے سو حصے کئے ہیں، ان سو میں سے صرف ایک حصہ رحمت کا اس دنیا میں اُتتا ہے، جس کی وجہ سے لوگ آپس میں ایک دوسرے پر رحمت کا ترس کھانے کا اور شفقت کا معاملہ کرتے ہیں۔ جیسے باپ اپنے بیٹے پر رحم کر رہا ہے یا ماں اپنے بچوں پر رحم کر رہی ہے، بھائی بھائی پر رحم کر رہا ہے یا بھائی بہن پر رحم کر رہا ہے یا ایک دوست دوسرے دوست پر کر رہا ہے۔ گویا دنیا میں چنے لوگ بھی آپس میں شفقت اور رحم کا معاملہ کر رہے ہیں وہ ایک حصہ رحم کا نتیجہ اور طفیل ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس دنیا میں نازل فرمایا حتیٰ کہ گھوڑی کا بچہ جب دودھ پینے کے لئے آتا ہے تو گھوڑی اپنا پلوں اٹھا لیتی ہے تاکہ کہیں ایسا نہ ہو کہ دودھ پینے کے دوران یہ پاؤں بچے کو لگ جائے۔ یہ بھی اس سو حصے کا ایک جز ہے۔ اور ننانوے حصے رحمت کے اللہ تعالیٰ نے

اپنے پاس محفوظ رکھے ہوئے ہیں، ان کے ذریعہ آخرت میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر رحمت کا مظاہرہ فرمائیں گے۔

(بخاری و مسلم و ابن ماجہ بحوالہ خطبات حکیم الاسلام جلد ۵ صفحہ ۲۶)

اس حدیث کے ذریعہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں یہ بتلایا کہ کیا تم لوگ اس ذات کی رحمت سے مایوس ہوتے ہو جس ذات نے تمہارے لئے آخرت میں اتنی ساری رحمتیں اکٹھی کر کے رکھی ہوئی ہیں، اس ذات سے مایوسی کا اظہار کرتے ہو؟ کیا وہ اپنی رحمت سے تم کو دور کر دے گا؟

یحییٰ بن معاذ رازیؒ سے منقول ہے کہ وہ کہا کرتے تھے اے اللہ تو نے ہمارے لئے ایک رحمت اُتاری اور اس سے ہمیں اکرام بخشا یعنی اسلام نصیب ہوا تو جب ہم پر رحمتیں نازل فرمائے گا تو ہم کیسے تیری مغفرت کے امیدوار نہ ہوں گے۔
(تنبیہ الغافلین)

مذکورہ بالا حدیث کا مفہوم قلدی محمد طیبؒ کی زبانی

اس حدیث میں نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ حق تعالیٰ نے اپنی شانِ رحمت سے سو رحمتیں عالموں کے لئے پیدا فرمائیں۔ جن میں ایک رحمت اس دنیا میں اُتاری ہے اس ایک رحمت کا اثر ہے کہ ماں باپ اپنے بچوں پر رحم کھاتے ہیں جانور اپنے بچوں پر رحم کرتے ہیں۔ دوست دوست پر رحم کرتا ہے، عزیز عزیزوں پر رحم و کرم کرتے ہیں۔ یہ صرف ایک رحمت کا اثر ہے اور اللہ تعالیٰ بھی اپنی مخلوق پر رحم و کرم فرماتا ہے، رزق دے رہا ہے، بارشیں آرہی ہیں نعمتیں مل رہی ہیں، یہ سب ایک رحمت کا اثر ہے۔ ننانویں رحمتیں جو ہیں ان کے بارے میں فرمایا گیا کہ وہ اپنے عرش کے نیچے چھپا کر رکھی ہوئی ہیں۔ قیامت کے دن ایمان والوں پر وہ رحمتیں کی جائیں گی تو اندازہ کیا جائے کہ قیامت کے دن کتنی رحمتیں ہوں گی جب ایک ہی رحمت کا اثر یہ ہے جو پوری دنیا میں نمایاں ہے تو ان ننانوے رحمتوں کے آثار کیا ہوں گے جو قیامت کے

دن ایمان والوں پر کی جائیں گی مختلف حیلوں پر مغفرت کی جائیگی۔ ذرا ذرا سے بہانے ڈھونڈ ڈھونڈ کر نجات دی جائے گی۔ گناہ گاروں پر شفقتیں کی جائیں گی۔ تو ننانویں رحمتیں وہاں کام آئیں گی۔ تو حاصل یہ نکلا کہ عرش کے اوپر بھی رحمت نیچے بھی رحمت، پانی رحمت کی صورتِ مثالی اور ننانویں رحمتیں عرش کے نیچے چھپائی ہوئی ہیں۔ تو عرش گویا رحمت سے ڈھنپا ہوا ہے۔ اوپر سے نیچے تک رحمت ہی رحمت چھائی ہوئی ہے اور الرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰی اور اللہ شانِ رحمت سے عرش کے اوپر چھا گیا ہے تو ساری کائنات پر رحمت غالب ہے۔
(خطباتِ حکیم الاسلام)

ﷺ آپ میرے بندوں کو میری رحمت سے مایوس نہ کریں
ہنسی پر تنبیہ: حضرت عطاء ایک صحابی سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اور ہم باہم خوش طبعی میں ہنس رہے تھے۔ ارشاد فرمایا تمہیں ہنسی سو جھتی ہے حالانکہ دوزخ تمہارے پیچھے لگی ہوئی ہے بخدا میں تمہیں پر ہنستا ہوا نہ دیکھوں، یہ فرما کر واپس تشریف لے گئے اور ہم تھے کہ گویا سروں پر پہاڑ گر گیا۔ تھوڑی دیر بعد آپ تشریف لائے اور ارشاد فرمایا کہ میرے پاس جبرئیل علیہ السلام آئے اور کہا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ آپ میرے بندوں کو میری رحمت سے کیوں مایوس کرتے ہیں۔ میرے بندوں کو سنا دیجئے کہ میں بہت ہی بخشنے والا مہربان ہوں اور بے شک میرا عذاب بھی بڑا دردناک ہے۔
(تنبیہ الغافلین)

ایک تفسیر میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ باب بنی شیمہ سے اپنے اصحاب کے پاس آئے تو انہیں دیکھا کہ وہ ہنس رہے ہیں۔ فرمایا کیا تم ہنس رہے ہو، اگر تمہیں ان چیزوں کا علم ہو جاتا جن کا مجھے علم ہے تو تم تھوڑا ہنستے اور بہت روتے پھر آپ چلے گئے، جب واپس لوٹے تو فرمایا ابھی جبرئیل علیہ السلام نازل ہوئے اور یہ آیت لائے۔

نَسَى عِبَادِي أَنِّي أَنَا الْغَفُورُ الرَّحِيمُ

میرے بندوں کو بتادو کہ میں غفور و رحیم ہوں۔ (رسالہ قشیریہ)

خدا بندوں پر کتنا مہربان ہے؟

۱۸

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک روایت میں ہے کہ:

وَاللّٰهُ اَللّٰهُ اَرْحَمُ لِعِبَادِهِ مِنَ الْوَالِدَةِ لَوَلَدَهَا

خدا کی قسم خدا اپنے بندوں پر اس سے زیادہ مہربان ہے جتنا ماں اپنے بچے پر

مہربان ہوتی ہے۔

حضرت ذوالنونؒ کے ساتھیوں میں سے ایک شخص ابوہریرہؓ سرگرداں ہو کر یہ صدا لگاتا پھر رہا تھا کہ آہ میرا دل کہاں کھو گیا؟ ایک دن ایک گلی سے گزرا تو دیکھا ایک بچہ رو رہا ہے اور اس کی ماں اسے مار پیٹ رہی ہے پھر اس نے بچے کو گھر سے نکال کر دروازہ اندر سے بند کر لیا۔ بچہ دائیں بائیں دیکھنے لگا، کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کدھر جائے، تب وہ اپنے ہی دروازے پر رو رو کر کہنے لگا ہائے ماں تو نے بند کر لیا تو کون دوسرا میرے لئے دروازہ کھولے گا، تم ہی بھگا دو گی تو پھر کون بلائے گا تم ہی ناراض رہو گی تو میں کس کے پاس جاؤں گا۔ ماں نے یہ آہ وزاری سنی تو اس کا دل پسیج گیا، دروازے کی دراڑ سے دیکھا تو بچہ مٹی میں لوٹ رہا تھا اور آنسو اس کے رخساروں پر بہہ رہے تھے۔ اُس نے دروازہ کھول کر بچے کو اپنی گود میں اٹھا لیا اور اسے چومتے ہوئے کہنے لگی میرے پیارے بیٹے تمہیں نے مجھ سے ایسا کر لیا۔ اگر تم میری بات مانتے تو کوئی تکلیف نہ اٹھاتے، تب بچے کو تسکین مل گئی۔

حضرت ذوالنونؒ کا ساتھی یہ دیکھ کر چیخ اٹھا کہ میرے دل کی دوا مل گئی۔
(کنجیۃ الحکمت صفحہ ۳۱۵)

اتخذ اللہ ابراہیم خلیلا سے متعلق حضرت ابو علی دقاقؒ کا ایک ارشاد

استاذ ابو علی دقاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اللہ نے آدم علیہ السلام کو اپنا خلیفہ کہا، حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلیل
 اللہ کا لقب دیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے ارشاد ہوا کہ ہم نے
 تم کو اپنے لئے منتخب کیا اور مومنین کے متعلق ارشاد ہے يُحِبُّهُمْ وَ
 يُجَبِّئُهُم (اللہ ان سے محبت کرتے ہیں اور وہ اللہ سے محبت کرتے ہیں)۔
 لوگوں نے کہا کہ اگر حدیث محبت کو دلوں سے مناسبت نہ ہوتی تو دل دل
 کہلانے کا مستحق نہ ہوتا اور اگر آفتاب محبت آدم و ولاد کے جان و دل پر
 ضیائی نہ کرتا تو آدم کا معاملہ بھی دوسری موجودات ہی کی طرح ہوتا۔
 (مکتوب ۴۶ ماخوذ تاریخ دعوت و عزیمت حصہ سوم صفحہ ۹۲)

۱۹: میں اپنے بندے سے اسکی بنسبت زیادہ محبت کرتا ہوں

آنحضرت ﷺ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:
 اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِي بِي وَاَنَا مَعَهُ اِذَا ذَكَرْنِي اِنْ ذَكَرْنِي فِي نَفْسِهِ
 ذَكَرْتُهُ فِي نَفْسِي وَاِنْ ذَكَرْنِي فِي مَلَا ذَكَرْتُهُ فِي مَلَا ذَكَرْتُهُ وَاِنْ
 اِقْتَرَبَ اِلَيَّ شَبْرًا اِقْتَرَبْتُ اِلَيْهِ ذَرَاعًا وَاِنْ اِقْتَرَبَ اِلَيَّ ذَرَاعًا
 اِقْتَرَبْتُ اِلَيْهِ بَاعًا وَاِنْ اَتَانِي يَمْسِي اَتَيْتُهُ هَرَوَلَةً

میں ویسا ہی ہوں جیسا میرا بندہ میرے متعلق گمان رکھتا ہے جب بھی
 وہ مجھے یاد کرتا ہے میں اس کے پاس ہوتا ہوں۔ اگر وہ مجھے دل ہی دل میں
 یاد کرتا ہے تو میں اُسے دل ہی دل میں یاد کرتا ہوں۔ اگر وہ مجلس میں میرا
 ذکر کرتا ہے تو میں اس کا ذکر اس کی مجلس سے بہتر مجلس میں کرتا ہوں
 اگر وہ ایک باشت بھر میری طرف آتا تو میں ایک ہاتھ اس کی طرف
 بڑھتا ہوں۔ اور اگر وہ ایک ہاتھ بڑھتا ہے تو میں ایک باع (یعنی دو ہاتھ)
 اس کی طرف بڑھتا ہوں۔ اگر وہ پیدل آتا ہے تو میں دوڑ کر اس کی طرف
 آتا ہوں۔ (رسالہ قشیریہ)

نوٹ: مسلم شریف میں یہی حدیث کچھ کمی بیشی کے ساتھ ہے۔

حق تعالیٰ اپنے بندوں سے اتنی محبت کرتے ہیں کہ ان کو اپنے قرب و

معیت کی تسہیل و تقریب کا راستہ بتاتے ہیں اور ترغیب فرماتے ہیں تاکہ بندہ حق تعالیٰ شانہ کے قریب ہوتا چلا جائے۔

۲۰ عن ابی ذر رضی اللہ عنہ قال : قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم و يقول اللہ عز وجل من جاء بالحسنة فله عشر امثالها او ازید و من جاء بالسینة فجزاء سیئته سیئة مثلها او اغفر..... (الخ)

(رواہ مسلم)

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ارشاد فرمایا نبی کریم ﷺ نے کہ اللہ تعالیٰ عزوجل ارشاد فرماتے ہیں کہ جو لایا نیکی تو اس کے لئے اس کا دس گنا اجر ہے بلکہ اسے سے بھی زیادہ اور جو شخص لایا بُرائی تو بُرائی کا بدلہ اس جیسی بُرائی (یعنی سزا) ہے یا میں معاف کر دوں۔ اور جس نے میرا تقرب حاصل کیا (میری اطاعت کے ذریعہ) ایک بالشت تو میں اس کے قریب ہو جاؤں گا (اپنی رحمت کے ذریعہ) ایک ہاتھ، اور جس نے تقرب حاصل کیا میرا ایک ہاتھ تو میں اس کے قریب ہو جاؤں گا دو ہاتھ۔ اور جو شخص آیا میری طرف چلتے ہوئے میں اس کے پاس آؤں گا دوڑ کر (یعنی اس پر اپنی وافر رحمت برسائوں گا اور اس کی جانب سبقت کروں گا تاکہ اس کو بکثرت چلنے کی ضرورت نہ پڑے)۔ اور جو مجھ سے زمین بھر خطاؤں کے ساتھ ملاقات کرے گا بشرطیکہ اس نے میرے ساتھ کچھ بھی شرک نہ کیا ہو تو میں اس کے مانند (زمین بھر کر) مغفرت لے کر ملاقات کروں گا۔ (روایت کیا اس کو مسلم نے)

۲۱ مجھ سے محبت کرو میرے احسانات کی وجہ سے

ترمذی شریف میں امام ترمذی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ارشاد نقل کیا ہے کہ:

أَحَبُّ إِلَهِ لِمَا يَغْدُوكُمْ مِنْ نِعْمَةٍ... (الخ)

آپ ﷺ نے فرمایا لوگو! خدا سے محبت کرو کہ وہ تمہیں اپنی نعمتیں عطا

کرتا ہے اور خدا کی محبت کے سبب مجھ سے محبت کرو اور میری محبت کے
سبب میرے اہل بیت سے محبت کرو۔ (ترمذی)
یہ عشق و محبت کی دعوت محبوب اہل کے سوا کون دے سکتا ہے؟

۲۲۲: انعام محبت

اس حدیث شریف میں ترجمہ کے ساتھ ساتھ مفہوم حدیث کو بھی مع
تشریح بیان کیا گیا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ حضور علیہ
السلام نے ارشاد فرمایا:

ان الله اذا احب عبداً دعا جبرئیل

جب اللہ کریم کو کسی بندے سے محبت ہو جاتی ہے تو جبرئیل امین کو اپنی
بارگاہ میں بلاتے ہیں اور سیدنا جبرئیل سے فرماتے ہیں کیا تو میرے فلاں بندے
کو جانتا ہے جو فلاں جگہ رہتا ہے؟ جبرئیل امین عرض کرتے ہیں باری تعالیٰ کیا
حکم ہے؟

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

انّی اُحِبُّ فُلاناً یعنی مجھے اس سے محبت ہو گئی

قربان جائے اس کریم اور مہربان مولیٰ کی عظمتوں پر جو اپنے بندہ سے
اس قدر پیار کرتا ہے۔ ہم بندے کتنے ناشکرے ہیں کہ محبت کو بھلا بیٹھے ہیں۔
قرآن و حدیث کا مطالعہ اگر محبت سے کیا جائے تو جگہ جگہ قیام بندگی کی
عظمتوں کے ایسے ہی ہزار مقامات ہیں جہاں خالق کائنات جل جلالہ اور محسن
کائنات ﷺ نے بندے کی شان بیان فرمائی ہے۔ انسان کو پتہ چلتا ہے کہ اللہ
کے ہاں بندگی و محبت کی کتنی اہمیت ہے۔ ہم نے اس بندگی کی گرد کو بھی نہیں
پایا جہاں اللہ تعالیٰ کا محبوب بندہ فائز ہے۔ ہماری بندگیاں سراسر شرمندگیاں
ہیں۔ لاکھوں سلام ہوں اس بندے کی عظمت کو جس کے لئے خداوند کریم

فرمادیں کہ مجھے اس سے محبت ہو گئی۔
 جبریل امین عرض کرتے ہیں بلاشبہ ایسا بندہ مبارک بلا کا مستحق ہے مگر
 میرے لئے کیا حکم ہے؟ ارشاد ہوتا ہے:
 فاحبہ، یعنی اے جبریل تو بھی اس سے محبت کر۔
 کائنات پست و بالا کو بندے سے محبت کا حکم
 چنانچہ حکم الہی کے آگے حضرت جبریل سر نیاز خم کر دیتے ہیں پھر کیا
 ہوتا ہے؟ فرمایا:

فیحبہ جبریل امین بھی اس بندے سے محبت کرتے ہیں۔ پھر عرض
 کرتے ہیں باری تعالیٰ اب کیا حکم ارشاد ہوتا ہے جبریل اب جازمین و آسمان
 کے کونے کونے میں میرے اس بندے کے ذکر کا ڈنکا بجا دے۔ کائنات پست و
 بالا میں اعلان کر دے کہ اللہ تعالیٰ کو فلاں شخص سے محبت ہے۔

ثم ینادی فی السماء

پھر آسمانی مخلوق میں یہ اعلان کر دیا جاتا ہے

ان اللہ یحب فلاناً فاحبوا

اللہ تعالیٰ فلاں شخص سے محبت کرتا ہے تم بھی اس سے محبت کرو۔
 جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے قدسیانِ فاک یہ اعلان سماعت کرتے ہیں تو وہ بھی
 سنت الہیہ پر عمل پیرا ہوتے ہوئے اس بندے سے محبت کرنا شروع کر دیتے
 ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

فیحبہ اهل السماء

یعنی تمام آسمانی مخلوق اس بندے کو محبوب بنا لیتی ہے۔

وہ بندہ کتنا خوش نصیب ہوتا ہے جو بیٹھا تو زمین کے کسی کونے میں ہے
 مگر خدا اس کی محبت کا ڈنکا آسمانوں پر بجوا دیتا ہے۔
 سیدنا جبریل جب آسمانوں میں اس بندے کی محبت اور اس کے ذکر کا

اعلان کر کے پھر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوتے ہیں کہ باری تعالیٰ اب کیا حکم ہے جب کہ ملائکہ آسمانی نے بھی اس بندے کو اپنا محبوب بنالیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ارشاد ہوتا ہے کہ اے جبرئیل ابھی میری محبت کا تقاضا پورا نہیں ہوا ابھی تو آسمانی مخلوق نے اس سے محبت کی ہے لیکن میری فرشتی مخلوق بھی اس سعادت کی حقدار ہے کہ اسے بھی میں اپنے ساتھ محبت میں شامل کروں۔ لہذا اب تم زمین میں اتر جاؤ اور شرق سے غرب تک پوری کائنات ارضی میں اسی طرح ڈھنڈورا پیو اور اس بندے سے میری محبت کا اعلان کرو۔ جو بھی اس سعادت کے قابل ہوگا اس کے دل میں اس بندے کی محبت بیٹھ جائے گی۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں:

ثم يوضع له القبول في الارض

پھر اس بندے کی مقبولیت اور محبت کو زمین پر اتار دیا جاتا ہے اور وہ کائنات ارضی کے دلوں میں اس کی محبت القاء کی جاتی ہے۔ اس کی محبت کانور عرش الہی سے چل کر زمین تک پہنچ جاتا ہے، ہر چیز اس سے روشن اور منور ہوتی ہے۔ ہر کوئی اس شخص کی محبت میں گرفتار ہو جاتا ہے۔ صرف اس بندے کی ظاہری حیات ہی میں نہیں بلکہ اس کے وصال کے ہزاروں سال گزر جانے کے باوجود بھی اس کی شہرت اور مقبولیت میں ذرہ برابر کمی نہیں آتی اسلئے کہ۔

فانوس بن کے جس کی حفاظت ہوا کرے

وہ شمع کیا بجھے جسے روشن خدا کرے

جس کی محبت کا چراغ خود خدا نے روشن کیا ہو اسے کون بجھا سکتا ہے

لہذا اللہ تعالیٰ قیامت تک ان کی محبت چرچے جاری رکھتا ہے۔

حضرت داؤد علیہ السلام کی دعا

عن ابی درداء رضی اللہ عنہ عن النبی ﷺ انه قال : کان من دعاء داود علیہ السلام : اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ حُبَّكَ وَ حُبَّ مَنْ

يُحِبُّكَ وَالْعَمَلِ الَّذِي يُبَلِّغُنِي حُبِّكَ ، اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ حُبَّكَ احَبَّ اِلَيَّ مِنْ نَفْسِيْ وَ اَهْلِيْ وَ مِنْ الْمَاءِ الْبَارِدِ۔ (جامع الترمذی)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: حضرت دلوں علیہ السلام یہ دعا کیا کرتے تھے۔ اے اللہ میں تیری محبت کا سوال کرتا ہوں اور اس کی محبت کا جو تجھ سے محبت کرتا ہے اور اس عمل کا سوال کرتا ہوں جو مجھے تیری محبت تک پہنچا دے۔ اللہ تو اپنی محبت کو میری نزدیک میری جان، میرے اہل و عیال اور ٹھنڈے پانی کی محبت سے بھی زیادہ محبوب بنا دے۔

۲۴) محبوب بندے سے بغض پر اللہ کا اعلان جنگ

جس طرح اللہ تعالیٰ اپنے محبوب بندوں سے محبت کرنے والوں سے محبت فرماتا ہے اور ان سے دوستی رکھنے والوں کو دوست رکھتا ہے بالکل اسی طرح وہ ذات پاک اپنے محبوب بندوں سے حسد، بغض یا دشمنی رکھنے والوں سے نہ صرف نفرت کرتی ہے بلکہ ان سے اعلان جنگ کرتی ہے۔

درج ذیل حدیث قدسی کے الفاظ نہایت واضح طور پر اس کی شہادت فراہم کر رہے ہیں۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

مَنْ عَادَ بِلِيٍّ وَلِيًّا فَقَدْ اِذْنَتْهُ بِالْحَرْبِ

جس نے میرے کسی دوست کے ساتھ عدالت کی تحقیق میں اس سے اعلان جنگ کرتا ہوں۔

۲۵) سو آدمیوں کے قاتل کے ساتھ محبت بھرا معاملہ

حضرت ابوسعید بن مالک بن سنان الخدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

تم سے پہلے زمانے میں ایک آدمی تھا جس نے ننانوے (۹۹) قتل کئے تھے۔ اُس نے عالم کے بارے میں دریافت کیا تو اسے ایک راہب کا پتہ بتلایا گیا۔

وہ راہب کے پاس حاضر ہوا اور کہا میں نے ننانوے قتل کئے ہیں کیا میری توبہ قبول ہو سکتی ہے؟ راہب نے کہا نہیں! اس پر اس راہب کو بھی قتل کر کے سو کا عدد پورا کر دیا۔ اس نے پھر زمین کے سب سے بڑے عالم کے بارے میں دریافت کیا تو اسے ایک عالم دین کا پتہ بتایا گیا۔ اس نے عالم سے کہا: میں نے سو قتل کئے ہیں کیا میری توبہ قبول ہونے کی کوئی صورت ہے؟ عالم دین نے کہا ہاں! توبہ کے اور اس کے درمیان کون حائل ہو سکتا ہے؟ فلاں علاقہ میں چلے جاؤ، وہاں کچھ لوگ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں تم بھی ان کے ساتھ مل کر اللہ کی عبادت کرو اور اپنی اس زمین کی طرف واپس مت آنا، یہ بُرائی کی زمین ہے۔ وہ آدمی وہاں سے چل پڑا۔ جب ٹھیک درمیان راستے میں پہنچا تو اس کی موت کا وقت آگیا۔ اس کے بارے میں رحمت کے فرشتے اور عذاب کے فرشتے آپس میں جھگڑ پڑے۔ رحمت کے فرشتوں نے کہا یہ توبہ کر کے چلا تھا اور اپنے دل کو اللہ کی طرف موڑ چکا تھا عذاب کے فرشتوں نے کہا اس نے قطعاً کوئی نیک کام نہیں کیا۔ اب ایک فرشتہ آدمی کی صورت میں ان کے پاس آیا۔ فرشتوں نے اس (آدمی نما فرشتے) کو اپنا فیصلہ بنالیا۔ اس (فیصلہ دینے والے) فرشتے نے کہا:

قَبِسُوا مَا بَيْنَ الْأَرْضَيْنِ فَإِلَىٰ آيَتِهِمَا كَانَ أَذْنَىٰ فَهُوَ لَهُ، فَقَاسُوا
فَوَجَدُوهُ أَذْنَىٰ إِلَى الْأَرْضِ الَّتِي أَرَادَ فَقَبَضَتْهُ مَلَائِكَةُ الرَّحْمَةِ۔

دونوں مقامات کے درمیان کا فاصلہ ناپ لو، جس مقام سے وہ قریب ہے اسی میں اس کا شہد کر لو۔ فرشتوں نے پورے فاصلے کو ناپا تو جس علاقے کی طرف اس کا رخ تھا وہ قریب تر نکلا، لہذا رحمت کے فرشتوں نے اس کی روح قبض کی۔ (بخاری و صحیح مسلم کتاب التوبہ)

ایک دوسری روایت کے الفاظ یہ ہیں:

فَكَانَ إِلَى الْقَرْيَةِ الصَّالِحَةِ أَقْرَبَ مِنْهَا بِشِيرٍ فَجُعِلَ مِنْ أَهْلِهَا۔
(صحیح مسلم)

وہ آدمی نیک لوگوں کی بستی کے ایک باشت قریب تھا چنانچہ اس نیک لوگوں میں شہد کیا گیا۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ :

فَأَوْحَى اللَّهُ تَعَالَى إِلَى هَذِهِ أَنْ تَبَاعِدِي وَ إِلَى هَذِهِ أَنْ تَقْرَبِي وَ قَالَ : فَمَسُوا مَا بَيْنَهُمَا ، فَوَجَدَ إِلَى هَذِهِ أَقْرَبَ بِشِيرٍ ، فَغُفِرَ لَهُ۔

اللہ تعالیٰ نے بڑے علاقے کی زمین کو حکم دیا کہ تو دور ہو جا (لمبی ہو جا) اور نیک علاقے کی زمین کو حکم دیا کہ تو قریب ہو جا۔ نیز اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ ان دونوں علاقوں کا رقبہ ناپ لو۔ چنانچہ اسے نیک علاقے کی طرف ایک باشت قریب پایا گیا۔ نتیجہ اس کی بخشش ہو گئی۔ (صحیح البخاری)

لہذا کون ہے جو بندے اور توبہ کے درمیان حائل ہو سکے۔ توبہ کے سچے طلب گار بھائیو! کیا تمہارا بھی یہی خیال ہے کہ تمہارے گناہ اُس آدمی کے گناہوں سے بھی زیادہ ہیں جس نے سو آدمیوں کو قتل کیا تھا۔ جب اللہ تعالیٰ نے اس کی توبہ قبول فرمائی تو پھر تمہارے مایوس ہونے کی کوئی ضرورت نہیں۔

مذکورہ حدیث کی شرح میں علماء کے چند اقوال

بعض مرفوع احادیث میں دونوں بستیوں کا نام مذکور ہے چنانچہ جس بستی میں قاتل رہتا تھا اس کا نام ”کفرہ“ اور جس دوسری نیک لوگوں والی بستی میں اس نے جانے کا ارادہ کیا تھا اس کا نام ”نصرہ“ تھا۔ (کتاب التوابع)

اور شارح بخاری حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے فتح الباری جلد ۶ صفحہ ۳۷۴ میں لکھا ہے کہ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ کفرہ و شرک کے علاوہ تمام گناہوں سے معافی ہو سکتی ہے کیونکہ قرآن مجید کی رو سے کفر کے بعد سب سے بڑا گناہ ناحق قتل ہے اور جب اس قصہ سے اس کی معافی ثابت ہے تو باقی گناہوں کی معافی بطریقہ اولیٰ ثابت ہوگی۔ اس پر ایک سوال یہ

پیدا ہو سکتا ہے کہ قاتل ناحق ظلم ہونے کے ساتھ ساتھ حقوق العباد سے بھی تعلق رکھتا ہے تو مظلوم کا حق ادا کئے بغیر معافی کس طرح ہو گئی تو اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب قاتل کو سچی توبہ کی وجہ سے معاف فرمایا تو امید ہے کہ مقتول کو اپنی طرف سے بیش بہا عنایات عطا فرما کر راضی کر دیں۔

(مسند احمد ۲۰/۳، بخاری ۶/۳۷۴-۳۷۵، مسلم ۴/۱۸۵۱۸)

مذکورہ واقعہ میں توبہ کے قبول نہ ہونے کے بارے میں جس راہب کا قول ہے اس سے متعلق بندہ کے پیر مرشد نے ملا علی قادری رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول نقل فرمایا کہ:

(۱) وہ راہب عابد و زاہد اور خلق سے کنارہ کش تھا، خالق کی یاد میں مشغول تھا اور اس پر خوف الہی کا غلبہ تھا۔

(۲) راہب نے جو توبہ نہ قبول ہوئے کا کہا تو اسکی تین وجوہ ہو سکتی ہیں:

(۱) اِمَّا جَهْلًا مِنْهُ بِعِلْمِ التَّوْبَةِ

یا تو توبہ کے بارے میں صحیح علم سے بے خبر تھا

(ب) وَ اِمَّا لِغَلْبَةِ الْخَشْيَةِ عَلَيْهِ

یا خشیت کے غلبہ کی وجہ سے

(ج) وَ اِمَّا لِتَصَوُّرِ عِلْمِ اِمْكَانِ اِرْضَاءِ خُصُومِهِ عَنْهُ

یعنی اس تصور کے سبب کہ مظلوم فریق کے راضی کرنے کا امکان نہ رہا

تھا۔ اور اس نے راہب کو اس بناء پر قتل کیا کہ جب میری توبہ قبول ہی

نہیں ہے تو ننانوے بجائے سو (۱۰۰) پورا کر دو۔ (مرقاۃ صفحہ ۱۲۷، ۱۲۸)

نیز اس واقعہ میں حقوق العباد سے متعلق شارح مشکوٰۃ علامہ طیبی کے حوالہ سے تحریر فرمایا ہے کہ:

اس شخص کی مغفرت پر ایک اشکال اصول شرع کے مطابق وارد ہوتا ہے

اور وہ یہ ہے کہ فَإِنَّ حُقُوقَ بَنِي آدَمَ لَا تَسْقُطُ بِالتَّوْبَةِ بَلْ تَوْبَتُهَا إِدَاءُ هَا إِلَى

مُسْتَخَفَّهَا کیونکہ حقوق العباد صرف توبہ سے معاف نہیں ہوتے جب تک کہ اہل حقوق کو راضی نہ کیا جائے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى إِذَا رَضِيَ عَنْ عَبْدِهِ وَ قَبِلَ تَوْبَتَهُ أَرْضَى عَنْهُ خُصُومَهُ وَ رَدَّ مَظَالِمَهُ یعنی جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے خوش ہو جاتے ہیں اور اس کی توبہ قبول فرماتے ہیں تو اس کی جانب سے اہل حقوق کو راضی کر دیں گے اور اہل حقوق کے حقوق کو اس بندہ کی طرف سے خود لوا فرمادیں گے۔ (مشکوٰۃ ص ۲۰۴)

﴿۲۶﴾ اگر تیرے گناہ زمین و آسمان کو بھی بھر دیں

حدیث قدسی میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

يَا ابْنَ آدَمَ لَوْ بَلَغْتَ ذُنُوبَكَ عَنَانَ السَّمَاءِ ثُمَّ اسْتَغْفَرْتَنِي غُفِرْتُ لَكَ وَلَا أَبَالِي.... الخ۔

(ترمذی باب الدعوات ج ۲ ص ۱۹۴، مشکوٰۃ ص ۲۰۴)

اے میرے بندے (تو مایوس نہ ہو) اگر تیرے گناہ زمین کو بھر دیں اور زمین کی وسعتوں کو بھر دیں اور اگر پھر اوپر اٹھتے چلے جائیں اور پھر خلا کو بھر دیں اور خلا سے نکل کر آسمان کے کناروں تک چلے جائیں، ساری کائنات تیرے گناہوں سے بھر کر آسمان کے کنارے تیرے گناہ چھونے لگیں، پھر تجھے ندامت آجائے اور تیرے آنسو نکل جائیں اور تو توبہ کے لئے ہاتھ اٹھائے (میں ایسا کریم، ایسا بخشنے والا اور ایسا رحیم ہوں کہ) غفرت لك ولا ابالي میں تیرے سارے گناہوں پر قلم پھیر دوں گا اور مجھے کوئی نہیں پوچھ سکتا (کہ یہ کیا کیا اور کیوں کیا؟)۔

(خطبات حکیم الاسلام ج ۲ ص ۲۲۳ جزیہ بیر)

فائدہ: میرے عزیزو! اللہ سے زیادہ رحیم، اللہ سے زیادہ کریم اور اللہ سے زیادہ ہم سے محبت کرنے والا کوئی نہیں۔ اللہ چاہتے ہیں کہ ہر بندہ اس حال

میں آکر ملے کہ وہ گناہوں سے پاک ہو، یہی وجہ ہے کہ سکرات طاری ہونے سے پہلے تک اللہ نے توبہ کا دروازہ ہر بندہ کے لئے کھلا رکھا ہے۔

﴿۲۷﴾ فرشتو! مجھے حیا آتی ہے کہ اپنے بندے کی خطا بخش نہ دوں شیخ سعدی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ جب کوئی بندہ گنہگار اپنی خطا کا مقرر (اقراری) ہو کر خداوند کریم سے معافی کا خواستگار ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ ملائکہ سے فرماتا ہے۔ يَا مَلَائِكَتِي قَدْ اسْتَحْيَيْتُ مِنْ عَبْدِي وَلَيْسَ لَهُ غَيْرِي اے میرے فرشتو! مجھے حیا آتی ہے اپنے بندے سے کہ میں اس کی خطا بخش نہ دوں کیونکہ اس کے لئے سوائے میرے در کے اور کوئی در ایسا نہیں ہے کہ اس میں جا کر سواہل کرے اور اپنی حاجت پوری کر لے۔

﴿۲۸﴾ میں اپنے بندوں کو بخشنا ہی رہوں گا

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الشَّيْطَانَ قَالَ وَعِزَّتِكَ يَا رَبُّ لَا أَبْرَحُ أُغْوِي عِبَادَكَ مَا دَامَتْ أَرْوَاحُهُمْ فِي أَجْسَانِهِمْ فَقَالَ الرَّبُّ عَزَّ وَجَلَّ وَعِزَّتِي وَجَلَالِي وَارْتِفَاعُ مَكَانِي لَا أَزَالُ أَعْفِرُ لَهُمْ مَا اسْتَغْفَرُونِي۔

(رواہ احمد کما فی مشکوٰۃ ص ۲۰۴ و قال المنذری فی الترغیب ص ۴۶۷ ج ۳ رواہ احمد و الحاکم من طریق دراج و قال الحاکم صحیح الاسناد)

حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بلاشبہ شیطان نے کہا کہ اے رب! قسم ہے تیری عزت کی میں تیرے بندوں کو بہکاتا ہی رہوں گا جب تک کہ اُن کی روہیں ان کے جسموں میں رہیں گی، اس پر اللہ جل شانہ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے اپنی عزت و جلال اور رتبہ بلند کی قسم ہے میں ان کو

بخشدار ہوں گا جب تک وہ مجھ سے مغفرت طلب کرتے رہیں گے۔

گناہ چھوٹتے نہیں، پکی توبہ کرتے نہیں

اس حالت میں لے ہمارے رب ہم کیا کریں

میرے دوستو! اللہ تعالیٰ ہم سے بہت زیادہ محبت کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے کہ انسان بڑا ہی کمزور ہے اس کے ساتھ نفس و شیطان بھی لگے ہوئے ہیں۔ یہ بات بھی اللہ تعالیٰ کے سامنے تھی کہ میرے کچھ بندے ایسے بھی ہیں جنہوں نے یہ عزم کر رکھا ہے کہ ایک سانس بھی اللہ کو بدراض نہیں کریں گے لیکن بعض اوقات شیطان ان پر کچھ لمحہ کے لئے حاوی ہو کر خالق کائنات کی نافرمانی کر دیتا ہے۔ اس بات کو مد نظر رکھتے ہوئے خالق کائنات کی رحمت و محبت جوش میں آئی اور اللہ تعالیٰ نے کلام اللہ میں جگہ جگہ رحمت الہی کی خوشخبریاں سنائی ہیں انہی خوشخبریوں میں سے ایک یہ ہے

قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ

(سورۃ الزمر)

اے میرے بندو جنہوں نے (انفس و شرک کر کے) اپنے اوپر زیادتیاں کی ہیں

تم خدا کی رحمت سے ناامید مت ہو، بالیقین خدا تعالیٰ تمام (گنہگار)

گناہوں کو معاف فرملاے گا، واقعی وہ بڑا بخشنے والا بڑی رحمت والا ہے

اس آیت میں فرمایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ سارے ہی گناہوں کو معاف

فرمادیتے ہیں، احادیث میں ہے کہ گناہ چاہے سمندر کی جھاگوں کے برابر ہوں

چاہے ریت کے ذرات کے برابر ہوں سب ایک دم معاف ہو جاتے ہیں۔ اللہ

تعالیٰ و ہود ہے یعنی محبت کرنے والا ہے، رحیم ہے یعنی بے حد رحم کرنے والا

، تواب ہے یعنی بار بار توبہ قبول کرنے والا، غفور ہے یعنی بہت بخشنے والا ہے

اللہ پاک کی ساری صفات لامتناہی ہیں، بندوں کے اعمال کی اس کے سامنے کوئی

حیثیت نہیں محض لاشے ہیں۔ اب کوئی کہے کہ گناہ کرنا تو انسان کی طبیعت میں ہے وہ سارے ایک دم کیسے چھوٹ سکتے ہیں، تو عرض ہے کہ گناہ چھٹنے کا عرض نہیں کیا جا رہا ہے بلکہ بس ندامت کے ساتھ گزشتہ سے معافی اور آئندہ کے لئے چھوڑنے کا ارادہ کرنے کا حکم ہے، اور یہ بہت آسان ہے اور بندہ کا اختیاری کام ہے۔ اب اگر اپنی کمزوری اور نفس کی شرارت سے دوبارہ گناہ ہو جائے یا جس بات کے چھوڑنے کا ارادہ کیا اس پر عمل نہ ہو سکے تو پہلی توبہ کے اثر یعنی گناہ کے ختم ہو جانے اور اس کے اجر میں کوئی کمی نہیں آتی، چاہے ایک ہی روز سو دفعہ بھی معاملہ پیش آئے، کیونکہ سچ بولنا تو اپنے اختیار کی چیز ہے، جب بھی توبہ کرے سچی کرے اور پھر جب گناہ ہو جائے گا یا گناہ چھوڑنے کا جو ارادہ کیا تھا اس پر عمل نہیں ہوگا تو یہ شمار میں دوسرا فعل ہوگا، اس سے پہلی توبہ کے عمل کا اجر ضائع نہیں ہوگا، اب توبہ کرے گا تو یہ ایک نیا عمل ہوگا۔

میرے شیخ عارف باللہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم تو یہاں تک فرماتے ہیں کہ توبہ کرتے وقت شیطان اگر کان میں یہ کہنے کہ تمہاری توبہ ٹوٹی رہتی ہے اور اس وقت بھی تم جو کہہ رہے ہو کہ آئندہ سے نہیں کروں گا، تو یہ بھی غلط کہہ رہے ہو کیونکہ تم نے بارہا یہ جملہ لوا کیا، لیکن عمل ہمیشہ اس کے برعکس رہا ہے۔ تو تم اسے یہ جواب دو کہ اس وقت تو میرا پختہ ارادہ یہی ہے کہ آئندہ نہیں کروں گا اور اگر بالفرض آئندہ ہو جاتا ہے تو پھر سے معاف کراؤں گا۔

الحمد للہ: اس کے متعلق بخاری شریف اور مسلم شریف میں ایک حدیث ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: اللہ کے کسی بندے نے کوئی گناہ کیا پھر اللہ سے عرض کیا کہ اے میرے مالک! مجھ سے گناہ ہو گیا مجھے معاف فرما۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ (کیا) میرا بندہ جانتا ہے کہ اس کا کوئی مالک ہے جو گناہوں پر پکڑ بھی سکتا

ہے اور معاف بھی کر سکتا ہے، میں نے اپنے بندے کا گناہ بخش دیا اور اس کو معاف کر دیا۔ اس کے بعد جب تک اللہ نے چاہا وہ بندہ گناہ سے رُکا رہا، اور پھر کسی وقت گناہ کر بیٹھا اور پھر اللہ سے عرض کیا میرے مالک! مجھ سے گناہ ہو گیا تو اس کو بخش دے اور معاف فرما دے تو اللہ تعالیٰ پھر فرماتا ہے کیا میرا بندہ جانتا ہے کہ اس کا کوئی مالک ہے جو گناہ و قصور معاف بھی کر سکتا ہے اور پکڑ بھی سکتا ہے، میں نے اپنے بندے کا گناہ معاف کر دیا۔ اس کے بعد جب تک اللہ نے چاہا وہ بندہ گناہوں سے رُکا رہا اور کسی وقت پھر کوئی گناہ کر بیٹھا اور پھر اللہ تعالیٰ سے عرض کیا اے میرے مالک و مولیٰ! مجھ سے اور گناہ ہو گیا تو مجھے معاف فرما دے اور میرا گناہ بخش دے تو اللہ تعالیٰ نے پھر ارشاد فرمایا کیا میرے بندے کو یقین ہے کہ اس کا کوئی مالک و مولیٰ ہے جو گناہ معاف بھی کرتا ہے اور سزا بھی دے سکتا ہے میں نے اپنے بندے کو بخش دیا اب جو اس کا جی چاہے کرے۔ (بخدی و مسلم)

۲۹ زانیہ سے اللہ تعالیٰ کی محبت

حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک عورت میرے پاس آئی اور کہنے لگی اے ابو ہریرہ! مجھ سے ایک بڑا گناہ ہو گیا ہے کیا میری توبہ قبول ہو سکتی ہے؟ میں نے اس سے پوچھا کہ تجھ سے کونسا گناہ ہو گیا ہے؟ اس عورت نے جواب دیا کہ مجھ سے زنا ہو گیا ہے اور زنا سے پیدا ہونے والے بچے کو بھی میں نے قتل کر دیا ہے۔ میں نے اس عورت سے کہا کہ تو نے بچہ کو بھی ہلاک کیا اور ساتھ خود ہلاک ہو گئی۔ اللہ کی قسم تیری کوئی توبہ قبول نہیں۔ اس عورت نے یہ سن کر زور سے چیخ ماری اور بے ہوش ہو کر زمین پر گر پڑی۔ جب اس کو ہوش آیا تو اٹھ کر چل دی۔ بعد میں مجھے خیال آیا کہ میں خود ہی فتویٰ دینے لگ گیا حالانکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات اقدس ہم میں موجود ہے۔ چنانچہ جب صبح ہوئی تو میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور گزشتہ

رات کا قصہ بیان کیا کہ ایک عورت مجھ سے یہ مسئلہ پوچھا اور میں نے اس کو یہ جواب دیا آپ ﷺ نے یہ سن کر فرمایا لا اللہ و لا الیہ راجعون ، اے ابوہریرہ! اللہ کی قسم تو خود بھی ہلاک ہوا اور تو نے اس عورت کو بھی ہلاک کر دیا تجھے اس آیت کا علم نہیں؟

وَالَّذِينَ لَا يَدْعُونَ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ وَ لَا يَقْتُلُونَ النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَ لَا يَزْنُونَ وَ مَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ يَلْقَ الْاَلَامَ ۝ يَضْعَفُ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَ يَخْلُدُ فِيهِ مُهَانًا ۝ اِلَّا مَنْ تَابَ وَ اٰمَنَ وَ عَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَلَا تُكَذِّبُكَ اَللَّهُ سَيَتْلُوهُمْ حَسَنَاتٍ ۙ وَ كَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيْمًا ۝

(سورة الفرقان ۶۸ تا ۷۷)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور علیہ السلام کی خدمت اقدس سے اُٹھ کر واپس ہوا اور پریشانی کے عالم میں مدینہ طیبہ کی گلیوں ، بازاروں میں یہ آواز لگاتا ہوا دوڑ رہا تھا کہ کوئی شخص ہے جو مجھے اس عورت کا پتہ بتائے جس نے گزشتہ رات مجھ سے مسئلہ پوچھا تھا۔ اور بچے میری یہ حالت دیکھ کر کہ رہے تھے کہ ابوہریرہ دیوانہ ہو گیا۔ میری اسی طرح پریشانی کی حالت رہی تھی کہ جب رات ہوئی تو مجھے وہ عورت اسی جگہ پر مل گئی جس جگہ گزشتہ رات نظر آئی تھی میں نے اس سے اپنی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو بیان کر دی اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ ارشاد سنا دیا کہ اس کی توبہ قبول ہے۔ اس عورت کی بے ساختہ مارے خوشی کے چیخ بکھل گئی اور فوراً بولی میں اپنے گناہ کی بخشش کی خوشی میں اپنا باغ مساکین کے لئے صدقہ کرتی ہوں۔

(تنبیہ الغافلین)

(اس حدیث کو ابن ابی حاتم اور ابن جریر نے بھی اسی طرح نقل کیا ہے)

قیامت کے دن رحمت الہی کا ایک منظر

قیامت کے دن اللہ تعالیٰ دو جہنمیوں کو جہنم سے نکالنے کا حکم دیں گے

پھر اللہ تعالیٰ ان سے جو سوال کرنا ہو گا وہ کریں گے۔ اس کے بعد حکم دیا جائے گا ان دونوں کو جہنم میں لے جاؤ تو فرشتے حکم الہی کی تعمیل کریں گے اور ان کو جہنم کی طرف لے جایا جائے گا تو ان میں سے ایک تو جہنم کی طرف جاتے ہوئے پیچھے مڑ مڑ کر دیکھے گا جب کہ دوسرا اللہ کا حکم سن کر فوراً جہنم کی طرف دوڑے گا۔ ان دونوں کو دوبارہ بلایا جائے گا جو جہنمی پیچھے مڑ مڑ کر دیکھ رہا تھا اس سے پھر پوچھا جائے گا بھی پیچھے مڑ مڑ کر کیوں دیکھتا تھا وہ کہے گا اے اللہ میں نے دنیا میں آپ کی رحمت کے بارے میں بہت کچھ سنا تھا اس لئے میں نے خیال کیا کہ ایک مرتبہ آپ نے نکال دیا ہی تو آپ دوبارہ جہنم میں نہیں ڈالیں گے اس وجہ سے میں پیچھے مڑ مڑ کر دیکھ رہا تھا پھر دوسرے سے پوچھا جائے گا کہ تو دوڑتا ہوا جہنم کی طرف کیوں گیا وہ کہے گا اے میرے مالک میں نے دنیا میں ساری زندگی آپ کی نافرمانی کی آج آپ نے ایک حکم دیا میں نے سوچا چلو اسی کو پورا کر دوں۔

یہ سن کر اللہ تعالیٰ کی رحمت الہی کو جوش آئے گا اللہ تعالیٰ فرشتوں سے کہیں گے چلو بھی انہیں جنت میں لے جاؤ۔

(جہنم کے خوفناک مناظر (حافظ ابن رجب علی حنبلی) قوت القلوب صفحہ ۸۱۵)

زندگی بھر اللہ کی نافرمانی کرنیوالے کے ساتھ محبت بھرا معاملہ

ایک حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور اقدس ﷺ نے پچھلی امتوں کے ایک شخص کا واقعہ بیان فرمایا کہ ایک شخص تھا جس نے اپنی جان پر بڑا ظلم کیا تھا۔ بڑے بڑے گناہ کئے تھے، بڑی خراب زندگی گزاری تھی اور جب اس کی موت کا وقت آیا تو اس نے اپنے گھروالوں سے وصیت کرتے ہوئے کہا کہ میں نے اپنی زندگی کو گناہوں اور غفلتوں میں گزار دی ہے، کوئی نیک کام تو کیا نہیں ہے، اس لئے جب میں مرجاؤں تو میری نعش کو جلا دینا اور جو راکھ بن جائے تو اس کو بالکل باریک پیس

لینا، پھر اس راہ کو مختلف جگہوں پر تیز ہوا میں اڑا دینا تاکہ وہ ذرات دور دور تک چلے جائیں۔ یہ وصیت میں اس لئے کر رہا ہوں کہ اللہ کی قسم اگر میں اللہ تعالیٰ کے ہاتھ آگیا تو مجھے اللہ تعالیٰ ایسا عذاب دے گا کہ ایسا عذاب دنیا میں کسی اور شخص کو نہیں دیا ہوگا، اس لئے کہ میں نے گناہ ہی ایسے کئے ہیں کہ اس عذاب کا مستحق ہوں۔

جب اس شخص کا انتقال ہو گیا تو اس کے گھر والوں نے اس کی وصیت پر عمل کرتے ہوئے اس کی نعش کو جلایا، پھر اس کو پیسا اور پھر اس کو ہولوں میں اڑا دیا، جس کے نتیجے میں اس کے ذرات دور دور تک بکھر گئے۔ یہ تو اس کی حماقت کی بات تھی کہ شاید اللہ تعالیٰ میرے ذرات کو جمع کرنے پر قادر نہیں ہوں گے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ہوا کو حکم دیا کہ اس کے ذرات جمع کر دو، جب ذرات جمع ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ اس کو دوبارہ مکمل انسان جیسا تھا ویسا بٹویا جائے، چنانچہ وہ دوبارہ زندہ ہو کر اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس سے سوال کیا کہ تم نے اپنے گھر والوں کو یہ سب عمل کرنے کی وصیت کیوں کی تھی؟ جواب میں اس نے کہا:

خشيتك يارب

اے اللہ آپ کے ڈر کی وجہ سے، اس لئے کہ میں گناہ بہت کئے تھے اور بہن گناہوں کے نتیجے میں مجھے یقین ہو گیا تھا کہ میں آپ کے عذاب کا مستحق ہو گیا ہوں اور آپ کا عذاب بڑا سخت ہے تو میں نے اس عذاب کے ڈر سے یہ وصیت کر دی تھی۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ میرے ڈر کی وجہ سے تم نے یہ عمل کیا تھا تو جلاؤ میں نے تمہیں معاف کر دیا۔

یہ واقعہ خود حضور اقدس ﷺ نے بیان فرمایا جو صحیح مسلم میں صحیح سند

(صحیح مسلم کتاب التوبۃ و تنبیہ الغافلین)

کے ساتھ موجود ہے۔

اب ذرا سوچئے کہ اس شخص کی یہ وصیت کتنی احمقانہ تھی بلکہ غور سے

دیکھا جائے تو وہ کافرانہ تھی، اس لئے کہ وہ شخص یہ کہہ رہا تھا کہ اگر میں اللہ تعالیٰ کے ہاتھ آگیا تو اللہ تعالیٰ مجھے بہت عذاب دے گا، لیکن اگر تم لوگوں نے مجھے جلا کر اور راکھ بنا کر اڑا دیا تو پھر اللہ تعالیٰ کے ہاتھ نہیں آؤں گا۔ معاذ اللہ! یہ عقیدہ رکھنا تو کفر اور شرک ہے گویا کہ اللہ تعالیٰ راکھ کے ذرات جمع کرنے پر قادر نہیں ہے۔

لیکن جب اللہ تعالیٰ نے اس سے پوچھا کہ تو نے یہ کام کیوں کیا؟ تو اس نے جواب دیا یا اللہ! آپ کے ڈر کی وجہ سے۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے اچھا تو جانتا تھا کہ ہم تیرے رب ہیں اور مانتا تھا کہ ہم تیرے رب ہیں اور یہ بھی مانتا تھا کہ تو نے ہماری نافرمانی کی ہے اور اس نافرمانی پر تو شرمسار بھی تھا اور نادم بھی تھا اور تو نے اپنے مرنے سے پہلے اپنے ان گناہوں پر ندامت کا اظہار کر دیا تھا اس لئے ہم تیری مغفرت کرتے ہیں اور تجھے معاف فرماتے ہیں۔

اس واقعہ کو بیان کرنے سے حضور اقدس ﷺ کا مقصد یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت در حقیقت بندے سے صرف ایک چیز کا مطالبہ کرتی ہے وہ یہ کہ بندہ ایک مرتبہ اپنے کئے پر سچے دل سے شرمسار، نادم ہو جائے اور نادم ہو کر اس وقت جو کچھ کر سکتا ہے وہ کر گزرے تو پھر اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کر کے اس کو معاف فرما دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو صحیح معنی میں اپنے گناہوں پر نادم ہونے اور توبہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور اپنی رحمت سے ہم سب کی مغفرت فرمائے آمین۔

ایک مثل

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایک ہاتھی پر مجھڑ بیٹھ گیا اور کچھ دیر آرام کرنے کے بعد ہاتھی کے کان میں جا کر کہنے لگا میاں ہاتھی تمہیں میرے بیٹھنے سے تکلیف تو نہیں ہوئی تو ہاتھی کہنے لگا مجھے نہ تمہارے آنے کا پتہ چلا نہ جانے کا۔

اسی طرح ہمدے گناہوں کے سمندر بھی اللہ تعالیٰ کے سامنے ایک ذرہ کی حیثیت نہیں رکھتے۔

شیطان مایوسی پیدا کرتا ہے

پھر جب تک اللہ تعالیٰ نے توبہ کا دروازہ کھولا ہوا ہے تو پھر مایوسی کیسی؟ یہ جو بعض اوقات ہمدے دل میں خیال آتا ہے کہ تو بڑے مردود ہو گئے ہیں ہم سے عمل وغیرہ ہوتے نہیں ہیں۔ گناہوں میں مبتلا ہیں اس خیال کے بعد مایوسی دل میں پیدا ہو جاتی ہے۔ یاد رکھو یہ مایوسی پیدا کرنا بھی شیطان کا حربہ ہے، اس لئے کہ شیطان دل میں مایوسی پیدا کر کے انسان کو بے عمل بنانا چاہتا ہے..... آپ حضرات خود سوچیں کہ جس بندہ کا مالک اتنا رحمن اور رحیم ہے کہ اس نے مرتے دم تک توبہ کا دروازہ کھول دیا ہے اور یہ اعلان کر دیا ہے کہ جو بندہ توبہ کر لے گا اس کے گناہ نامہ اعمال سے بھی مٹا دیں گے۔ کیا وہ بندہ پھر بھی مایوس ہو جائے؟ اس کو مایوس ہونے کی کوئی ضرورت نہیں۔ بس اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہو کر استغفار کرے اور توبہ کرے تو سب گناہ معاف ہو جائیں گے۔

❦ ۳۲ ❦ دنیا جہل کے گناہ کرنے والے سے محبت بھرا معاملہ

حضرت ابو طویل شطب الحمدود الکندی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ :
جَاءَ شَيْخٌ كَبِيرٌ هَرِمٌ قَدْ حَاجَبَهُ عَلَى عَيْنَيْهِ وَهُوَ يُدْعِمُ عَلَى عَصَا ،
حَتَّى قَامَ بَيْنَ يَدَيِ النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ : أَرَأَيْتَ رَجُلًا عَمِلَ
الْذُّنُوبَ كُلَّهَا فَلَمْ يَتْرُكْ مِنْهَا شَيْئًا وَهُوَ فِي ذَلِكَ لَمْ يَتْرُكْ حَاجَةً
وَلَا دَاجَةً إِلَّا أَنَا ، لَوْ قُضِمَتْ خَطِيئَتُهُ بَيْنَ أَهْلِ الْأَرْضِ
لَا وَبَقَتْهُمْ ، فَهَلْ لِدَاكَ مِنْ تَوْبَةٍ ؟ قَالَ : (فَهَلْ أَسْلَمْتُ ؟) قَالَ :
أَمَّا أَنَا فَأُضْهِدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَ أَنَّكَ رَسُولُ اللَّهِ قَالَ : (تَفْعَلُ
الْخَيْرَاتِ وَ تَتْرُكُ السَّيِّئَاتِ فَيَجْعَلُكَ اللَّهُ لَكَ خَيْرَاتٍ كُلَّهِنَّ)
قَالَ : وَ غَدَرَاتِي وَ فَجَرَاتِي ؟ قَالَ : (نَعَمْ) قَالَ : اللَّهُ أَكْبَرُ ! فَمَا

وَالَّذِينَ يُكْفَرُونَ حَتَّىٰ تَمُوتَ أَوْ تُشْرِكُوا بِمَا جَاءَ بِنُوحٍ

(المعصوم الكبير للعلامة والشيخ محمد باقر المجلسي)

ایک بہت بڑھا آدمی جس کے اردو بھی آنکھوں تک ڈھلک چکے تھے اور
 وہ لاٹھی کا سہارا لے کر چل رہا تھا نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر
 کہنے لگا ایسے شخص کے بدلے میں آپ کی کیا رائے ہے جس نے ہر طرح
 کے گناہ کئے ہوں، ہر شکل میں ہر چھوٹا بڑا پاپ کیا ہو، اگر اس کے گناہ
 زمین پر بنے والے تمام انسانوں پر تقسیم کر دیئے جائیں تو سب کے سب
 جہنم و برہنہ ہو جائیں، کیا ایسے بد بخت کی توبہ بھی قبول ہو سکتی ہے؟ آپ
 ﷺ نے دریافت فرمایا کیا تم مسلمان ہو چکے ہو؟ اس نے کہا ہاں میں لا
 لا اللہ کی گواہی دیتا ہوں اور آپ کو اللہ کا رسول تسلیم کرتا ہوں۔
 آپ ﷺ نے فرمایا بس تم نیک کام کرتے رہو اور برائیوں کو چھوڑ دو، اللہ
 تعالیٰ سابقہ ساری غلطیوں کو تمہارے لئے نیکیوں میں تبدیل کر دیں گے۔
 اس بوجھ نے دریافت کیا کیا میرے ہر طرح کے گناہ اور ہر قسم کی
 دھوکے باتیں بھی معاف ہو کر نیکیوں میں بدل جائیں گی؟ آپ ﷺ نے
 فرمایا ہاں ہاں! اس نے کہا اللہ اکبر اور مسلسل یہی جملہ دہراتا ہوا نگاہوں
 سے و جمل ہو گیا۔

نوٹ: ابن حجر عسقلانی نے الاصابہ فی تمیز الصحابہ میں اس حدیث کو صحیح

قررو دیا ہے

توبہ کرنے والا یہاں ایک سؤل کر سکتا ہے کہ جب میں گمراہ تھا، نماز تک نہ پڑھتا تھا، ملت اسلامیہ سے دور تھا، اہلۂ میں نے اُس دور میں کچھ نیک کام کئے تھے تو اب توبہ کر لینے کے بعد کیا یہ نیک کام میرے اعمالِ صالحہ میں شہد ہوں گے یا یوں ہی ہوا میں اڑ جائیں گے؟ اس سؤل کا جواب حضرت حکیم بن حزم رضی اللہ عنہ سے مروی اس حدیث میں موجود ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا:

يَا رَسُولَ اللَّهِ أَرَأَيْتَ أَشْيَاءَ كُنْتُ اتَّخَذْتُ بِهَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ مِنْ صَلَافَةٍ أَوْ عِتَافَةٍ أَوْ صَلَافَةٍ رَجِمَ لَهَا فِيهَا مِنْ أَجْرِ؟ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ (أَسَلَمْتُ عَلَى مَا سَلَفَ مِنْ خَيْرٍ)۔

یا رسول اللہ (ﷺ) مجھے اُن کاموں کے بارے میں بتلائیں جنہیں میں زمانہ جاہلیت میں نیکی سمجھ کر کیا کرتا تھا۔ مثلاً صدقہ کرنا، غلام آزاد کرنا اور صلہ رحمی وغیرہ۔ کیا ان کا مجھے اجر ملے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تم اپنی سابقہ نیکیوں سمیت اسلام میں داخل ہوئے ہو۔

(یعنی اسلام قبول کر لینے سے تمہارے سابقہ سارے گناہ تو دھل گئے البتہ نیکیاں اسی طرح برقرار رہیں۔ (صحیح البخاری و صحیح مسلم)

چنانچہ معلوم ہوا کہ توبہ کرنے کے بعد نہ صرف گناہ بخش دیئے جائیں گے بلکہ گناہوں کو نیکیوں میں تبدیل کر دیا جائے گا اور زمانہ جاہلیت کی نیکیوں کو برقرار رکھا جائے گا..... اب اور کیا چاہئے؟

ابو فردہ کی حدیث میں ہے کہ انہوں نے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا کہ اے اللہ کے رسول ایک آدمی نے سارے ہی گناہ کئے اور کوئی حاجت اور ضرورت باقی نہیں چھوڑی جس کو پورا نہ کیا ہو آیا اس کے لئے بھی توبہ ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کیا تو اسلام لے آیا ہے؟ اس نے کہا ہاں، آپ ﷺ نے فرمایا نیک کام کرتا رہ اور بُرائیوں کو چھوڑ دے تو اللہ پاک ان سب بُرائیوں کو بھی تیرے لئے بھلائیوں سے بدل دے گا۔ اس آدمی نے عرض کیا میری غداریاں اور میرا فسق و فجور بھی؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں یہ سن کر وہ آدمی تکبیر پڑھتا ہوا چل دیا یہاں تک کہ غائب ہو گیا۔

(اخرج الطبرانی و تفسیر ابن کثیر بحوالہ حیاة الصحابة جلد سوم)

ایک گناہگار نوجوان سے اللہ کا محبت بھرا معاملہ



امام زہریؒ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ ایک مرتبہ

آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے آپ نے وجہ پوچھی تو عرض کیا کہ یا رسول اللہ دروازہ پر ایک نوجوان رو رہا ہے جس نے میرا دل جلایا ہے۔ فرمایا عمر! اسے اندر لے آؤ۔ وہ نوجوان روتا ہوا حاضر ہوا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے رونے کی وجہ پوچھی کہنے لگا یا رسول اللہ میرے گناہوں کا ڈھیر مجھے رلا رہا ہے اور مجھے جبار سے ڈر آتا ہے کہ وہ مجھ پر غضب ناک ہوگا۔ آپ نے فرمایا نوجوان! کیا تو نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا ہے؟ عرض کیا نہیں کیا، تو نے کسی جان کو ناحق قتل کیا ہے؟ عرض کیا نہیں۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ پھر اللہ تعالیٰ تیرے گناہوں کو معاف فرمادیں گے اگرچہ وہ سات آسمانوں سات زمینوں اور پہاڑوں کے برابر ہوں تو نوجوان بولا حضور! میرا گناہ سات آسمانوں زمینوں اور پہاڑوں سے بھی بڑھا ہوا ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا تیرا گناہ بڑا ہے یا کرسی؟ کہنے لگا میرا گناہ بڑا ہے۔ فرمایا تیرا گناہ بڑا ہے یا عرش؟ اس نے کہا میرا گناہ بڑا ہے۔ ارشاد فرمایا تیرا گناہ بڑا ہے یا تیرا اللہ یعنی اس کی عفو تو کہنے لگا ہاں البتہ میرا اللہ اور اس کی عفو بہت بڑی ہے پس ارشاد فرمایا کہ گناہ عظیم کو خدائے عظیم ہی معاف فرمائے گا جو بہت ہی عفو و درگزر کرنے والا ہے۔

پھر فرمایا ذرا اپنا گناہ تو بتا اس نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے آپ سے حیا آتی ہے۔ آپ نے پھر پوچھا تو کہنے لگا میں کفن چور تھا اور سات سال تک یہی پیشہ کیا ایک دفعہ انصار کی ایک لڑکی فوت ہوئی میں نے اس کی قبر کھودی اور کفن اتار کر چل دیا تھوڑی دور گیا تھا کہ شیطان نے مجھ پر غلبہ پایا اور میں نے لوٹ کر اس سے مجامعت کر لی نکل کر تھوڑی دور گیا تھا کیا دیکھتا ہوں وہ لڑکی کھڑی پکار کر کہہ رہی ہے اے جوان تجھے قیامت کے دن جزا و سزا دینے والے سے حیا نہیں آتی جس وقت وہ کرسی فیصلہ کے لئے رکھیں گے اور ظالم سے مظلوم کا بدلہ دلوائیں گے تو مرنے والوں کے مجمع میں مجھے ننگی کر کے چل دیا

ہے اور میرے اللہ کے روبرو مجھے بحالت جنابت حاضر ہونے پر مجبور کیا یہ سنتے ہی حضور ﷺ اُچھل کر کھڑے ہو گئے اور اس کی گدی میں ایک دھول رسید کی اور فرمایا اوفاسق تو تو بس آگ ہی کے لائق ہے دفع ہو یہاں سے۔ نوجوان وہاں سے نکلا، چالیس راتوں تک اللہ کے حضور توبہ کرتا مارا مارا پھرتا رہا چالیس راتوں کے بعد آسمان کی طرف سر اٹھا کر کہنے لگا اے محمد (ﷺ) کے خدا، آدم و حوا کے معبود اگر تجھے میری توبہ منظور ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کو اس کی خبر دے دے ورنہ پھر آگ بھیج کر مجھے جلا دے اور آخرت کے عذاب سے نجات دے دے۔

اتنے میں جبریل علیہ السلام تشریف لائے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو سلام پہنچایا۔ آپ نے فرمایا وہ خود سلام ہیں سلام کا مبدا (شروع) بھی وہی اور آخر بھی وہی ہیں۔ جبریل علیہ السلام نے کہا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کیا مخلوق کو آپ نے پیدا کیا ہے؟ فرمایا مجھ کو بھی اور تمام مخلوق کو بھی اسی نے پیدا فرمایا ہے۔ عرض کیا وہ فرماتے ہیں کہ کیا آپ مخلوق کو رزق دیتے ہیں؟ فرمایا بلکہ مجھے بھی اور تمام مخلوق کو اللہ تعالیٰ ہی رزق دیتے ہیں۔ عرض کیا وہ پوچھتے ہیں کیا بندوں کی توبہ آپ قبول کرتے ہیں؟ فرمایا بلکہ میری بھی اور تمام بندوں کی توبہ وہی قبول فرماتے ہیں۔ پھر کہا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں اپنے بندے کی توبہ قبول کر لی ہے آپ بھی اس پر نگاہ شفقت فرمائیے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نوجوان کو بلا کر اس کی توبہ قبول ہونے کی بشارت سنائی۔
(تنبیہ الغافلین)

میرے دوستو! اللہ کی بندے سے محبت کے کیا کہنے، قربان جائیے اس اللہ پر جس نے ایسے شخص کے گناہ کو معاف کیا جس نے ایک مرد لڑکی سے زنا کیا اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے غلبہ محبت و رحمت کی وجہ سے ایسے شخص کے گناہوں کو معاف کر دیا۔

توبۃ النصوح یعنی سچی توبہ

میرے دوستو! جب دل میں خشیت الہی آجاتی ہے تو پھر توبہ کرنا آسان ہو جاتا ہے۔ ہمارا کام یہ ہے کہ توبہ کرتے ہوئے کسی نافرمانی کا ارادہ نہ ہو۔ ادخلوا فی السلم كافة کے مصداق پورے کے پورے اسلام میں داخل ہو جائیں۔ دل میں یہ نیت ہو کہ یا اللہ! اس لمحہ کے بعد سر کے بالوں سے لے کر پاؤں کے ناخنوں تک تیرے حکموں پر عمل کروں گا۔ نیت لوهوری ہوگی تو مر لو بھی ویسی ہی ملے گی، نیت کامل ہوگی تو مر لو بھی کامل ملے گی۔ اس نیت کے ساتھ جو توبہ کی جائے گی وہ توبۃ النصوح ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا تُوبُوا إِلَى اللَّهِ تَوْبَةً نُّصُوْحًا

اے ایمان والو! تم اللہ کے حضور ایسی توبہ کرو کہ جس کے بعد گناہ کرنے کا ارادہ نہ ہو۔ ارادہ کرنا ہمارا کام ہے اور منزل پر پہنچنا اللہ کا کام ہے۔ ہم گناہوں سے نہیں بچ سکتے مگر ہمارا مالک تو ہمیں گناہوں سے بچا سکتا ہے۔ وہ ڈاکوؤں کو ولی بنا دیتا ہے، وہ چوروں کو ولی بنادیتا ہے وہ اگر چاہے تو ہمارے لئے بھی معرفت کا دروازہ کھول سکتا ہے۔ کاش کہ اپنی شراب محبت کا ایک قطرہ اللہ رب العزت ہمارے حلق میں بھی ٹپکا دے اور ہمیں بھی دنیا سے بیگانہ کر دے۔

لوہوری توبہ

ہاں اگر توبہ کرتے وقت یہ نیت ہو کہ میں ان گناہوں سے توبہ کرتا ہوں مگر فلاں گناہ سے توبہ نہیں کرتا تو یہ لوہوری توبہ ہوگی جس کی وجہ سے وہ برکتیں حاصل نہیں ہوں گی جو ہونی چاہئیں۔ مثلاً آدمی توبہ کرے کہ:

اللہی تبت من کل معاصی

ولکن حب لیلی لا اتوب

کہ اے اللہ! میں نے تمام گناہوں سے توبہ کی مگر لیلیٰ کی محبت سے میں توبہ نہیں کرتا۔ اب ہر ایک کی لیلیٰ مختلف ہوتی ہے۔ کوئی شخص دوکاندار ہے وہ حرام و حلال سے، ملاوٹ اور کم تولنے کے ذریعہ سے پیسہ کماتا ہے، گویا اس کی لیلیٰ پیسہ ہے۔ ایسا شخص دھوکہ دینے سے بھی نہیں گھبراتا۔ کسی کی لیلیٰ کرسی بنتی ہوتی ہے وہ کرسی کی خاطر ہر قسم کے پاڑ بیلتا ہے۔ کسی کی لیلیٰ کوئی عورت ہوتی ہے اور کسی کی لیلیٰ نمبرداری کا حصول ہوتا ہے۔ غرض اگر تمام گناہوں سے توبہ کر لے اور ایک گناہ سے توبہ نہ کرے تو اسکی توبہ کامل توبہ نہیں ہوگی۔ اس کی ایک عمدہ مثال دیتے ہوئے میرے شیخ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ ایک شخص کے کانٹے چبھے ہوئے ہیں اس نے ایک ایک کر کے ننانوے نکال دیئے لیکن ایک کانٹا پھر بھی رہ گیا تو اس کو سکون نہیں ملے گا ایک کانٹے کی چیخیں اور اس کی کٹک باقی رہے گی۔ لہذا کامل سکون کے لئے تمام کانٹوں کا نکالنا ضروری ہے۔ اسی طرح کامل توبہ کیلئے تمام گناہوں کا چھوڑنا ضروری ہے۔

ایک بچے کی معصومانہ توبہ

ہر انسان کو سچی اور سچی توبہ کرنا چاہئے، کانپور کے بچے کی طرح نہیں۔ کانپور میں ایک بچہ تھا۔ وہ اپنے باپ سے بہت پیسے مانگتا تھا۔ ہر وقت پیسوں کے لئے تنگ کرتا تھا۔ ایک دن ان کے گھر کوئی عالم آئے تو اس کے والد نے ان سے کہا کہ مولوی صاحب اس بچے کو سمجھائیں یہ ہمیشہ مجھ سے پیسے مانگتا رہتا ہے۔ انہوں نے اس کو کافی سمجھایا کہ اس طرح تنگ کرنا بہت بُری بات ہے لہذا معافی مانگ لو۔ اس نے ساری بات سن کر اپنے کان دونوں ہاتھوں سے پکڑ لئے اور کہنے لگا کہ میں اس گناہ سے معافی مانگتا ہوں یا اللہ مجھے معاف کر دے۔ سب گھر والے خوش ہو گئے کہ بہت اچھا ہوا۔

اس کے بعد اس نے ہاتھ نیچے کئے اور اپنے باپ کو کہنی مار کر کہنے لگا کہ

اب تو میں نے توبہ کر لی ہے اب تو مجھے پیسے دے دو۔
میرے دوستو! ہماری توبہ ایسی نہیں ہونی چاہئے کہ بوسہ تو ہم توبہ
کر کے نکلیں اور اُدھر پھر وہی کام کرنا شروع کر دیں۔

ایک مجرب بات

میرے دوستو! زندگی میں بارہا ہم نے اس بات کا تجربہ کیا کہ کتنے ہی
کمزور دوست ایسے ہوتے ہیں مگر دل میں نیت پکی کر لیتے ہیں اس لئے ان کو
نیک نیتی کا صدقہ ملتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو شیطان کے مقابلہ میں ہمیشہ کامیابی
عطا فرماتے ہیں۔ اس لئے ہم میں سے ہر ایک کو چاہئے کہ توبہ کرتے وقت
سوچے کہ اس پروردگار کی میں کیوں نافرمانی کروں۔ میں کیوں گناہوں کے
دلدل میں پھنسا رہوں۔ آج وقت ہے میں ہوش و حواس میں اپنے گناہوں سے
توبہ کروں گا تو اللہ تعالیٰ میری زندگی میں خوشیاں اور برکتیں عطا فرمائیں گے۔

نفس کی چالوں کا بہترین حل

میرے دوستو! توبہ کرنے کے بعد اگر کوئی یہ سمجھے کہ میں تو گناہوں
سے نہیں بچ سکتا تو اسے یہ بات سمجھ لینی چاہئے کہ واقعی انسان کمزور ہے، اس
پر شیطان مسلط ہو جاتا ہے اور نفس بھی قوی ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے گناہوں
سے بچنا مشکل ہو جاتا ہے مگر میرا رب تو شیطان کو بھی پیچھے دھکیل سکتا ہے
اور میرے نفس کو بھی مطمئن بنا سکتا ہے۔ بہر حال توبہ کرنے کے بعد انسان
حتی المقدور اپنی طرف سے گناہوں سے بچنے کی کوشش کرتا رہے۔ کبھی نفس
اگر گناہوں کی طرف مائل کرے بھی تو یہ نفس کو توبہ کی طرف مائل کرے۔
مگر کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جو اپنے نفس کو پچھاڑ نہیں سکتے، پچاروں کی اپنی
پشت لگ جاتی ہے اور ان کو نفس گمراہیتا ہے۔ ایسے لوگوں کی جوصل افزائی
حضرت خواجہ عزیز الحسن صاحب مجذوبؒ اس طرح فرماتے ہیں۔

نہ چت کر سکے نفس کے پہلوں کو
تو یوں ہاتھ پاؤں بھی ڈھیلے نہ ڈالے
ارے اس کشتی تو ہے عمر بھر کی
کبھی وہ دبا لے کبھی تو دبا لے

اگر اب تک نفس نے ہمیں دبائے رکھا اور گناہ کروانا رہا تو آج وقت ہے
کہ ہم نفس کو دبائیں، نفس سے توبہ کروائیں کہ آج کے بعد ہم نے گناہ نہیں
کرتا ہے، کیا مشکل ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اللہ رب العزت کو ہمارا یہ خلوص اتنا
پسند آجائے کہ ہمارے دلوں سے گناہوں کا کھوٹ نکل جائے، ہمارے نفس کی
اصلاح ہو جائے اور شریعت پر استقامت نصیب ہو جائے۔ اسی لئے ہم اس کی
رحمت پر نظر کرتے ہوئے سچی اور سچی توبہ کر لیں۔ اس سے ایک فائدہ یہ تو
ہو ہی جائیگا کہ پچھلے گناہ معاف ہو جائیں گے۔ (کتے بڑے ہیں حوصلے پروردگار کے)

﴿۳۱﴾ گناہ کبیرہ کرنے والے کی توبہ کا واقعہ

حضرت بریدۃ الاسلمیؓ بیان کرتے ہیں:

ماہز بن مالک الاسلمیؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں
حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! میں نے اپنی جان پر قلم کیا ہے اور زنا
کر بیٹھا ہوں، میری خواہش ہے کہ آپ مجھے پاک کر دیں۔ آپ ﷺ نے انہیں
واپس بھیج دید۔ اگلے دن پھر وہ آگئے اور کہا یا رسول اللہ! میں نے زنا کیا ہے۔
آپ ﷺ نے انہیں دوبارہ واپس لوٹا دیا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے ان کی قوم کو
پیغام بھیج کر دریافت کیا کہ تمہارے علم کے مطابق ماہز کی عقل میں کوئی فتور
تو نہیں؟ یا تم اسے بدلا بدلا سا تو نہیں پاتے ہو؟ قوم واپس نے جواب دیا ہلہی
مطلوبت کے مطابق وہ کامل عقل کا مالک ہے اور ہمارے خیال کے مطابق وہ
نیک آدمی ہے۔ ماہزؓ تیسرے دن پھر آگئے، آپ ﷺ نے ان کے بارے

میں دوبارہ دریافت فرمایا۔ قوم والوں نے کہا نہ تو اس کا کردار بدلا ہے اور نہ اس کی عقل میں کوئی کوتاہی واقع ہوئی ہے۔ چنانچہ چوتھے روز ان کی خاطر ایک گڑھا کھودا گیا پھر آپ ﷺ کے حکم سے انہیں سنگسار کر دیا گیا۔

۳۱۵: ایک گناہگار عورت کا واقعہ

غامیہ خاتون بھی آگئی، اس نے درخواست کی یا رسول اللہ ﷺ میں زنا کر بیٹھی ہوں مجھے پاک کر دیں۔ آپ ﷺ نے اسے بھی واپس لوٹا دیا۔ اگلے دن پھر آکر کہا یا رسول اللہ آپ مجھے کیوں واپس لوٹاتے ہیں؟ شاید آپ مجھے اس طرح واپس لوٹانا چاہتے ہیں جس طرح ماعز کو واپس لوٹایا تھا۔ اللہ کی قسم میں تو حاملہ ہو چکی ہوں۔ آپ ﷺ نے یہ بیان سننے کے بعد فرمایا تب تو سزا نافذ نہیں ہو سکتی۔ جلا اور ولادت کے بعد آئندہ جب غامیہ نے بچے کو جنم دے لیا تو اسے ایک کپڑے میں لپیٹ کر لے آئی اور کہا میں بچے کو جنم دے چکی ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اسے لے جلا اور دودھ پلاؤ یہاں تک کہ تم اس کا دودھ چھڑا دو۔ جب اس نے دودھ چھڑوایا تو بچے کو لے کر آئی اور اس کے ہاتھ میں روٹی کا ٹکڑا تھا، کہنے لگی یا رسول اللہ اس کا دودھ میں نے چھڑوا دیا ہے اور اب یہ کھانا کھاتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے بچہ ایک مسلمان کے حوالے کر دیا، پھر آپ ﷺ کے حکم سے اس کے لئے سینے تک گڑھا کھودا گیا اور آپ ﷺ کے حکم سے اسے سنگسار کر دیا گیا۔

حضرت خالد بن ولیدؓ نے ایک پتھر غامیہ کے سر پر مارا تو خون کے چھینٹے حضرت خالدؓ کے چہرے پر آپڑے۔ اس پر حضرت خالدؓ نے اس خاتون کو سخت الفاظ کہے، نبی اکرم ﷺ نے جب یہ سنے تو فرمایا:

مَهْلًا يَا خَالِدُ ! فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَقَدْ تَابَتْ تَوْبَةً لَوْ تَابَهَا
مَاجِبُ مَكْحَسٍ لَغُفِرَ لَهُ۔

خالد ذرا ٹک کر! اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے اس

عورت نے ایسی عظیم توبہ کی ہیکہ اگر لوگوں سے غنڈہ ٹیکس لینے والا بھی ایسی توبہ کرتا تو اس کی بخشش ہو جاتی۔
پھر آپ ﷺ کے حکم سے اس کی نماز جنازہ ادا کی گئی اور اسے دفن کر دیا گیا۔
(مسلم و سنن ابوداؤد)

ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ نے اس رجم کیا ہے اور اس کی نماز جنازہ بھی ادا کرتے ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

لَقَدْ تَابَتْ تَوْبَةً لَوْ قُسِمَتْ بَيْنَ سَبْعِينَ مِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ وَمَبْعَتِهِمْ وَهَلْ وَجَدْتَ شَيْئًا أَفْضَلَ مِنْ أَنْ جَادَتْ بِنَفْسِهَا لِلَّهِ عَزَّ وَجَلَّ۔
(صحیح مسلم و مصنف عبدالرزاق ج ۷ ص ۳۲۵)

یقیناً اس نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر اہل مدینہ کے ستر آدمیوں پر تقسیم کر دی جائے تو سب کی بخشش ہو جائے۔ کیا تم نے اس سے بھی افضل کوئی کام دیکھا ہے کہ اسے اپنی جان اللہ کو راضی کرنے کی خاطر قربان کر دی۔

ﷺ اللہ کی بندے سے محبت پر ایک عجیب حدیث

میرے دوستو! اللہ تعالیٰ بندوں سے بڑی محبت کرتے ہیں بندے کو معمولی تکلیف بھی پہنچتی ہے تو اللہ بندے کے گناہوں کو معاف کرتے ہیں اور درجات بلند کرتے ہیں چنانچہ اس مضمون سے متعلق حضرت بابا فریدؒ نے ایک حدیث مبارکہ کو بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ:

حدیث میں آیا ہے کہ اگر کسی فرد کے کیسے (جیب) میں ایک درم ہو اور وہ بوقت ضرورت اسے نکالنا چاہے لیکن وہ کیسے کے کونے میں گھسا رہے، اور اسے یہ خیال ہو جائے کہ کہیں گر پڑا ہے تو وہ ضرور مغموم ہوگا اور حق تعالیٰ اسے بخش دے گا۔ بعد ازاں فرمایا کہ یہ حدیث اس شخص کے بارے میں ہے جس کے پاس صرف ایک ہی درم ہو لیکن اگر کسی کے پاس بہت سے درم ہوں

اور (اُن میں سے) ایک گم ہو جائے تو وہ غم نہیں کرے گا۔ لیکن جس کے پاس ایک ہی درم ہو اور وہی گم ہو جائے تو وہ ضرور غم کرے گا اور اللہ تعالیٰ اسے بخش دے گا۔ ان معنوں کا کشف اسی روز ہوا اور اسی روز خلعت اور خاص پاپوش مرحمت ہوئی۔ الحمد للہ رب العالمین۔
(فوائد القوائد)

۳۱۷: اللہ کی بندے سے محبت کی غرض

ایک حدیث قدسی میں ہے کہ
اے میرے بندے ہر کوئی تجھ سے اپنی خاطر (یعنی اپنے نفع کے لئے
اپنے فائدہ کے لئے اپنی شہرت کے لئے) محبت کرتا ہے میں تجھ سے صرف
تیری خاطر بے غرض محبت کرتا ہوں۔
(الجواب الکافی صفحہ ۲۵۸)

۳۱۸: غیر اللہ سے محبت کا نتیجہ

ایک حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ:
اے میرے بندے جس نے میرے غیر سے محبت کی اس کی محبت فانی
اور اس کا محبوب بھی فانی ہے۔ اور جس نے مجھ سے محبت کی اس کی محبت بھی
باقی اور مجھ سے محبت کرنے والا بھی باقی۔
(سمعت شیخ طلاق جمیل صاحب)
میرے عزیزو! اس حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اللہ اس انسان سے
بے حد محبت کرتے ہیں اور اللہ کی یہ چاہت ہے کہ میرے بندے کے دل میں
میرا ہی خیال، میری ہی محبت جمی رہے نہ کہ غیر کی محبت کیونکہ اس دل کو اللہ
نے اپنے لئے بنایا ہے یہ دل اللہ کا عرش ہے۔ ایک حدیث میں آتا ہے جب
میں کسی بندے کے دل کو اپنی محبت سے لبریز کرنا چاہتا ہوں اس وقت اگر اس
کے دل میں میرے غیر کی محبت ہوتی ہے تو میں اس دل میں نہیں آتا (یعنی
اس دل کو اپنی محبت سے محروم کر دیتا ہوں)

❦ ایک حدیث قدسی

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

يَا دَاوُدَ إِذَا رَأَيْتَ طَالِبًا لِي فُكِّنْ لَهُ خَادِمًا

اے داؤد جب تجھے کوئی میرا طلب گار نظر آئے تو تم اس کے خدام بن جاؤ۔
(مکتوبات قدوسیہ)

کیا شان ہے، ظاہر ہے کہ جہاں حضرت داؤد علیہ السلام جیسے پیغمبر کو خدام بننے کا حکم دیا جا رہا ہے وہاں جبرئیل اور میکائیل کیا ہوں گے۔

❦ اسی طرح روایت ہے کہ:

ان الله يحب معالي الهمم و يبغض سفاسفها

اللہ تعالیٰ بلند ہمت لوگوں سے محبت کرتے ہیں اور پست ہمت سے نفرت کرتے ہیں۔
(مکتوبات قدوسیہ صفحہ ۱۳۶)

❦ ایک اور جگہ ارشاد فرمیلے:

من احب لقاء الله احب الله لقاءه و من كره كره الله لقاءه

جس نے اللہ کا لقاء (ملاقات) چاہا اللہ اس کا لقاء چاہتا ہے جس نے نفرت کی اللہ اس کے لقاء سے نفرت کرتا ہے۔ (کشف المحجوب صفحہ ۷۵۳)

❦ میرے سوا میرے بندے کا کون ہے؟

حضرت امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ جب بندہ اپنی جان پر گناہ کر کے ظلم کرتا ہے اور پھر نادام ہو کر اپنے دونوں ہاتھ اونچے کرتا اور یارب یا رب کہتا ہے تب فرشتے اس کی آواز کو روک دیتے ہیں اور اوپر کی جانب کو چڑھنے نہیں دیتے۔ پھر وہ یارب یارب کہتا ہے اور فرشتے روک دیتے ہیں۔ غرض کہ تین دفعہ ایسا ہی ہوتا ہے مگر چوتھی دفعہ حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے فرشتو تم میرے بندہ کی اس پیاری آواز کو مجھ سے کب تک روکو گے چونکہ میرے بندہ کو اس بات کا

یقین ہو چکا ہے کہ میرے سوا اُس کا پروردگار اور میرے سوا اس کے گناہ بخشنے والا دوسرا کوئی نہیں ہے لہذا میں تمہیں گواہ کرتا ہوں کہ میں نے اسے بخش دیا۔
(نور الہدایین ص ۳۴۳)

۳۳۳ مومن بندے سے اظہار محبت

مومن اللہ تعالیٰ کے خاص الخاص بندے ہوتے ہیں اور ان سے اللہ تعالیٰ بے انتہا محبت کرتے ہیں چنانچہ ارشاد فرماتے ہیں:
اَللّٰهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِیْنَ اٰمَنُوْا
اللہ ایمان والوں کا دوست ہے۔

یعنی قرآن پاک کے ذریعے اللہ نے مومنین سے دوستی کا اعلان کر دیا اور یہ اعلان اللہ کو اتنا پسند ہے کہ اسے سارے عالم میں نشر کر دیا اور اس اعلان کا نکرار کرنے والوں کیلئے انعمات و ثواب کی بشارتیں سنائیں اب آئیے دیکھتے ہیں کہ احادیث مبارکہ میں مومنین سے محبت کا اللہ نے کس انداز سے اظہار فرمایا۔
حضور نبی اکرم ﷺ سے منقول ایک خبر میں آتا ہے کہ :

☆ مومن کعبہ سے بھی افضل ہے اور مومن طیب و پاک ہے اور مومن اللہ تعالیٰ کے نزدیک فرشتوں سے بھی زیادہ مکرم ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما اور کعب احبارؓ سے ایک خبر مشہورہ میں ہے کہ انہوں نے کعبہ کو دیکھا اور کہا :

تجھے کس قدر شرف و عظمت عطا ہوئی اور اللہ کے نزدیک ایک مومن کی عظمت تجھ سے بڑھ کر ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے اولیاء کو عزت بخشے ہوئے اپنے انبیاء علیہم السلام کو حکم دیا کہ وہ بیت اللہ کو پاک کریں چنانچہ ان کے باعث بیت اللہ کو شرف حاصل ہوا۔
(قوت القلوب)

﴿۳۴﴾ مومن کا دل میرا حرم ہے

قَلْبُ الْمُؤْمِنِ حَرَمَ اللَّهِ وَحَرَامٌ أَنْ يُلْغَ فِيهِ غَيْرُ اللَّهِ

مومن کا دل حرم خدا ہے اور یہ حرام ہے کہ خدا کے سوا کوئی اور اس میں
آئے (الدر المنظوم)

احقر مولف عرض کرتا ہے کہ غیر اللہ سے مراد وہ شے ہے جو اللہ سے
عافل کر دے۔ اسی لئے ایک اللہ والے نے فرمایا کہ جو نظر اللہ سے غافل
کر دے وہ دنیا ہے، جو بول اللہ سے غافل کر دے وہ دنیا ہے، جو سننا اللہ سے
غافل کر دے وہ دنیا ہے اور اللہ کا غیر ہے۔ صوفیاء کرام عموماً غیر اللہ سے مراد دو
چیزیں لیتے ہیں (۱) خزنہ (۲) قنامہ کیونکہ انہی دو چیزوں کی وجہ سے آدمی اکثر
اللہ سے غافل ہو کر گناہوں میں دھنسا چلا جاتا ہے۔

﴿۳۵﴾ وَ قَلْبُ الْمُؤْمِنِ عَرْشُ اللَّهِ

مومن کا دل خدا کا عرش ہے

یعنی مومن کا دل حرم خدا ہے اور یہ بات حرام ہے کہ خدا کے سوا کوئی
اور اس میں آئے اور مومن کا دل عرش خدا ہے اور مومن کا دل عرش و کرسی
سے بھی بزرگ ہے اور خداوند تعالیٰ کی تمام مخلوقات سے افضل ہے۔ (الدر المنظوم)
نیز حدیث نبوی بھی وارد ہے کہ :

﴿۳۶﴾ قَلْبُ الْمُؤْمِنِ أَكْبَرُ مِنَ الْعَرْشِ وَ أَوْسَعُ مِنَ الْكُرْسِيِّ وَ
أَفْضَلُ مِمَّا خَلَقَ اللَّهُ تَعَالَى

مومن کا دل عرش سے بڑا ہے اور کرسی سے وسیع ہے اور جو کچھ اللہ تعالیٰ
نے پیدا کیا ہے سب سے افضل ہے۔ (الدر المنظوم)

﴿۳۷﴾ تَوَمَّرَ لِي دُنْيَا تَمِيرَ لِي

ایک حدیث قدسی میں ارشاد فرمایا :

يَا ابْنِ آدَمَ خَلَقْتُ الْأَنْبِيَاءَ لَكَ وَ خَلَقْتُكَ لِي

یعنی اے آدم کے فرزند میں نے جہان کی چیزوں کو تو تیرے لئے پیدا کیا اور تجھ کو اپنے لئے۔ پس تجھے چاہئے کہ دونوں جہان کے عجائب و غرائب کی طرف مائل نہ ہو۔
(مدر المنظوم)

۴۸ میں صرف مومن کے دل میں سما سکتا ہوں

حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

لَا يَسَعُنِي أَرْضِي وَلَا سَمَائِي وَلَكِنْ يَسَعُنِي فِي قَلْبِ عَبْدِ
الْمُؤْمِنِ التَّقِيُّ النَّقِيُّ

یعنی مجھے زمین و آسمان میں نہ ڈھونڈو بلکہ مجھے پرہیزگار اور شریف مومن کے دل میں ڈھونڈو۔ (بشت بہشت و قوت القلوب ج ۱ صفحہ ۱۳۵۳، مراقبہ موت صفحہ ۱۴)

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ کسی نے آپ ﷺ سے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول زمین میں اللہ کہاں ہے؟ اس سوال کو سن کر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا (زمین میں اللہ) مومن بندوں کے دلوں میں ہے۔

۴۹ ایک حدیث قدسی

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا

اے میرے بندے تو میرا بن جا میں تیرا بن جاؤں گا۔
(احیاء العلوم)

امام غزالی نے احیاء العلوم اور کیمیائے سعادت میں کچھ روایات ایسی لکھی ہیں جو یا تو آسمانی کتاب سے نقل کی گئی ہیں یا پھر وہ وحی ہے جسے اللہ تعالیٰ نے حضرت دہود علیہ السلام پر نازل کی یا پھر کعب احبار سے منتقل کی گئی ہیں۔ ان میں سے کچھ روایات یہاں نقل کی جاتی ہیں۔

۵۰ میں تجھے یاد کرتا ہوں تو مجھے بھول جاتا ہے

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

☆ اے میرے بندے تو مجھے یاد کرتا ہے میں تجھ کو یاد کرتا ہوں تو مجھے بھول جاتا ہے میں پھر بھی تجھے یاد کرتا ہوں۔

☆ اے میرے بندے تو مجھ سے دوستی لگا میں بھی تجھ سے دوستی لکھوں گا۔

☆ اے میرے بندے تو مجھ سے کھرا معاملہ کر میں بھی تجھ سے کھرا معاملہ کروں گا۔

☆ اے میرے بندے تو مجھ سے روٹھ جاتا ہے میں پھر بھی تجھ سے نہیں روٹھتا۔

☆ اے میرے بندے تو میرا فرمان بنتا ہے پھر بھی میں تجھ سے نہیں روٹھتا۔

☆ میں تو تیرا انتظار کرتا ہوں کہ شاید تو کبھی تو لوٹے گا۔

(احیاء العلوم و کیسائے سعادت)

۵۱ میں نے سب کچھ تیرے لئے بنایا ہے

روایت: ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے میرے بندے میں نے ساری کائنات کو تیرے لئے بنایا ہے، جو چیز میں نے تیرے لئے بنائی تو اسکی محبت میں لگ کر مجھ سے غافل مت ہو میں تجھ سے محبت کرتا ہوں۔

(احیاء العلوم ج ۴ ص ۴۴۰۴)

۵۲ اللہ کا بندے سے اظہار محبت

روایت: اور بعض کتب آسانی میں ہے کہ اے میرے بندے قسم ہے تجھ کو تیرے حق کی میں تجھ سے محبت رکھتا ہوں تجھ کو بھی میرے حق کی قسم ہے کہ میرا محبت ہو جا اور یحییٰ بن معاذ فرماتے ہیں کہ ایک رائی کے برابر محبت میرے نزدیک ۷۰ برس کی عبادت سے اچھی ہے۔ (احیاء العلوم جلد ۴ صفحہ ۴۰۴)

﴿۵۳﴾ جو مجھ سے محبت کرتے ہیں میں ان سے محبت کرتا ہوں

اللہ تعالیٰ نے ایک اور موقع پر فرمایا کہ میرے بندوں میں سے کچھ خاص بندے ایسے ہیں جو مجھ سے محبت رکھتے ہیں اور میں ان سے محبت رکھتا ہوں اور وہ میرے مشتاق ہیں اور میں ان کا مشتاق ہوں اور وہ مجھ کو یاد کرتے ہیں میں ان کو یاد کرتا ہوں، وہ میری طرف دیکھتے ہیں میں ان کی طرف دیکھتا ہوں اگر تو بھی ان کی راہ چلے گا تو میں تجھ سے محبت کروں گا اور ان کی راہ سے پھرے گا تو تجھ پر غصہ ہوں گا۔ (احیاء العلوم)

﴿۵۴﴾ میرے بندے جو میں چاہتا ہوں تو وہ کر

اللہ تعالیٰ نے دھو علیہ السلام نے فرمایا آپ میرے بندوں سے کہہ دیجئے ایک تم چاہتے ہو ایک میں چاہتا ہوں اگر تم میری چاہت پر اپنی چاہت کو قربان کر دو گے تو جو تم چاہو گے میں وہ کروں گا۔ اگر تم نے میری چاہت پر اپنی چاہت کو قربان نہ کیا تو ہو گا وہی جو میں چاہتا ہوں اور میں تم کو تمہاری حاجتوں میں پھنسا دوں گا۔ (احیاء العلوم جلد ۲ صفحہ ۲۸۵)

﴿۵۵﴾ حضرت دھو علیہ السلام اور وحی الہی

حضرت شبلیؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے دھو علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ اے دھو میرا ذکر ذاکروں کے واسطے ہے، اور جنت اطاعت کرنے والوں کیلئے ہے، اور میرا دیدار مشتاقوں کیلئے ہے اور میں خود اپنے محبوبوں کے لئے ہوں۔

﴿۵۶﴾ حضرت آدم علیہ السلام اور وحی الہی

روایت: حضرت شبلیؒ یہ بھی فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو وحی بھیجی کہ جو شخص حبیب سے محبت کرتا ہے وہ اس کے قول کو سچا جانتا ہے اور جو شخص اپنے حبیب سے مانوس ہوتا اس کے فعل سے راضی ہوتا ہے اور جو اس کی طرف مشتاق ہوتا ہے تو وہ (عاشق) اپنا راستہ (اپنی منزل

یعنی ولایت کی راہیں (جلد چلتا) یعنی طے کرتا ہے۔

﴿۵۷﴾ انبیاء اور وحی الہی

أَوْحَى اللَّهُ تَعَالَى إِلَى بَعْضِ الْأَنْبِيَاءِ :

مَنْ لَقِينِي وَهُوَ يُحِبُّنِي أَذْخَلْتُهُ جَنَّتِي وَمَنْ لَقِينِي وَهُوَ يَخَافُنِي
جَنَّبْتُهُ نَارِي وَمَنْ لَقِينِي وَهُوَ يَسْتَحْيِي مِنِّي أَنْسَيْتُ الْحَفِظَةَ
ذُنُوبَهُ۔

اللہ تعالیٰ نے بعض انبیاء علیہم السلام کی طرف وحی کی کہ:

جو شخص مجھ سے اس حال میں ملا کہ وہ مجھ سے محبت کرتا تھا میں اس کو
جنت میں داخل کروں گا اور جو اس حال میں ملا کہ مجھ سے ڈرتا تھا اس کو
(جہنم) کی آگ سے بچاؤں گا اور جو اس حال میں ملے گا کہ مجھ سے حیا
کرتا ہو گا تو اس کے گناہ (کرنا کاتبین) کو بھلا دوں گا۔ (منہجات ابن حجر)

﴿۵۸﴾ اللہ سے محبت رکھنے والوں کے لئے چند بشارتیں

طہارت القلوب میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی نبی کی طرف وحی بھیجی
کہ اے میرے نبی جس کا دل میری محبت سے پُر ہو میری محبت میں اس کی عمر
گزرے اے میرے نبی میری طرف آنے والوں کو مژدہ ہو میرے ساتھ تعلق
و محبت رکھنے والے کیلئے بشارت ہو ان کے دن محبت کی وجہ سے روزے اور
راتیں شب بیداری ہیں۔ گفتگو میں ان کا خیال رکھتا ہوں میرے فرشتے ان کا
مشاہدہ کرتے ہیں اور میری جنت ان کی مشاق ہے ان کے دل میری محبت و
معرفت کے خزانے ہیں وہ مجھ سے راز و نیاز کی باتیں کرنے کے مشاق ہیں اور
میرے لئے قیموں کی طرح روتے ہیں ان کی درد ناک آواز میرے نزدیک
فرشتوں کی تسبیح سے افضل ہے۔ قسم ہے مجھے اپنی عزت و جلال کی میں انہیں
ایسی لذت عطا فرماؤں گا جو کسی آنکھ نے نہ دیکھی ہوں گی نہ کسی کان نے سنی
ہوگی۔ (طہارت القلوب)

درسِ قرب الہی احادیث کی روشنی میں

احادیث نبوی ﷺ

(۱) قَلْبُ الْمُؤْمِنِ عَرْشُ اللَّهِ تَعَالَى

مومن کا دل اللہ تعالیٰ کا عرش ہوتا ہے۔

(۲) لَا يَسْعَى لَوْحِي وَلَا سَمْعِي وَلَكِنْ يَسْعَى قَلْبُ

عَبْدِي الْمُؤْمِنِ

میں زمین اور آسمان میں نہیں ساسکتا لیکن اپنے بندہ مومن کے

دل میں ساسکتا ہوں۔

مندرجہ بالا احادیث شاہد ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا قرب برحق اور ثابت ہے لیکن افسوس ہم اس کے لوراک اور معرفت سے محروم ہیں ان ارشادات عالیہ میں اس ذات باری کے قرب کے حصول اور معرفت کی ترغیب بھی دلائی گئی ہے۔ نیز قرآن پاک میں ارشاد ہے وَفِي أَنْفُسِكُمْ أَفَلَا تُبْصِرُونَ (وہ تمہارے اندر موجود ہے تو کیوں نہیں دیکھتے)۔ اللہ تعالیٰ کی ذات کا قرب و اتصال بلا کیف موجود ہے۔ اور اس کی معیت ثابت ہے ہجرت کے وقت رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا (بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے)۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے فرمایا مَعِيَ رَبِّي (میرا رب میرے ساتھ ہے)۔ گویا قرب و معیت موجود تو ہے لیکن اسے محض فراست ایمانی سے ہی سمجھا جاسکتا ہے۔

نماز کا اصل مقصود قرب الہی ہے

سورہ علق کی آخری آیت میں ارشاد فرمایا گیا کہ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ سجدہ کرو

اور اللہ کے قریب ہو جاؤ پس نماز کا اصلی مقصود قرب ہے مولانا فرماتے ہیں ۔

قرب زبستی نہ بالا رفتن است

بلکہ قرب از قید ہستی رستن است

یعنی قرب اس کا نام نہیں ہے کہ نیچے سے اوپر کو چلے جاؤ بلکہ قرب یہ ہے کہ قید ہستی سے چھوٹ جاؤ اس لئے کہ اوپر جانا قرب جب ہوتا کہ خدا تعالیٰ کا مکان اوپر ہوتا خدا تعالیٰ مکان سے پاک ہے پس اس کا قرب یہی ہے کہ اپنی ہستی کو خاک میں ملا دے اسی کو وصل کہتے ہیں۔ بعض لوگ وصل کے خدا جانے کیا کیا معنی سمجھتے ہیں وصل کے معنی اہل فن سے پوچھئے شیخ شیرازی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

تعلق حجاب سے و بے حاصلی
چو پیوند ہا بکسلی واصلی

تعلقات غیر اللہ حجاب اور لا حاصل ہیں جب ان تعلقات کو قطع کر لو گے تو تم واصل ہو گے۔ یعنی غیر کے ساتھ جب تعلق قطع کر دو گے تو واصل ہو جاؤ گے یہی تعلق حجاب ہے۔ (اشرف الاشعار)

حضرت مجدد الف ثانیؑ نے واسجد وقرب کی تفسیر کرتے ہوئے ارشاد

فرمایا کہ:

حدیث میں آیا ہے کہ سب سے زیادہ قریب بندہ اپنے رب سے سجدہ میں ہوتا ہے اس واسطے کہ سجدہ کرنے والا جب کہ اُسے سجدہ کا مزہ چکھ لیا جائے قرب حاصل کرتا ہے کیونکہ وہ سجدہ کرتا ہے اور اپنے سجدہ سے بسلا کون و مکان کو طے اور نور ویدہ کرتا ہے خواہ وہ پیدا ہو گیا ہو یا آئندہ پیدا ہووے اور روئے عظمت کے کنارے پر سجدہ کرتا ہے اور وہ قریب ہوتا ہے۔

(ارشادات مجدد الف ثانی)

(۳) کثرت سجدہ کے ساتھ حصول مقصد

حضرت امام مسلم اپنی صحیح میں ربیعہ ابن کعب الاسلمی سے جو کہ خدام

رسول اللہ ﷺ اور اصحاب صفہ میں سے تھے روایت کرتے ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کے کاشانہ انور کے دروازے پر سوتا تھا۔ جب آپ بیدار ہوتے تو میں وضو کا پانی اور دیگر اشیاء ضرورت حاضر کرتا ایک دن رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اے ربیعہ مانگو جو چاہتے ہو۔ میں نے عرض کی جنت میں آپ کی رفاقت کا طالب ہوں فرمایا اسکے علاوہ بھی کچھ مانگ لو، میں نے عرض کی میری بس یہی طلب ہے ارشاد فرمایا، کثرتِ حجود کے ساتھ حصول مقصد کیلئے تعاون کرو۔ (مسلم)

(۴) اللہ تعالیٰ کو فرائض کی لواٹنگی محبوب ہے

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ :

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى قَالَ : مَنْ عَادَى لِي وَلِيًّا فَقَدْ آذَنْتَهُ بِالْحَرْبِ ، وَمَا تَقَرَّبَ إِلَيَّ عَبْدِي بِشَيْءٍ أَحَبَّ إِلَيَّ مِمَّا افْتَرَضْتُهُ عَلَيْهِ

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جس نے میرے کسی ولی (دوست) کے ساتھ دشمنی کی میں نے اس کے خلاف جنگ کا اعلان کر دیا۔ اور بندے پر میں نے جو کچھ فرض کیا ہے اس کی لواٹنگی سے زیادہ مجھے کوئی اور چیز محبوب نہیں ہے جس کے ذریعے وہ مجھ سے قربت حاصل کر سکے۔ (کنز الدقائق)

(۵) مزید فرمایا:

وَمَا يَزَالُ عَبْدِي يَتَقَرَّبُ إِلَيَّ بِالنَّوَافِلِ حَتَّىٰ أَحِبُّهُ فَإِذَا أَحِبُّهُ فَكُنْتُ مَعَهُ الَّذِي يَسْمَعُ بِهِ وَبَصَرُهُ الَّذِي يَبْصُرُ بِهِ وَيَدُهُ الَّتِي يَبْطِشُ بِهَا وَرِجْلُهُ الَّتِي يَمْشِي بِهَا وَ إِنْ مَالَتِي لَا عَظِيمَةَ وَلَنْ أَسْتَعَاذَنِي لِأَعْيُنُهُ

میرا بندہ نوافل کے ذریعے میرے قریب ہوتا چلا جاتا ہے یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں پس جب میں اس سے محبت کرنے لگتا

ہوں تو میں اس کے کان ہو جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے میں اس کی آنکھیں ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور میں اس کے ہاتھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور میں اس کے رجل (پاؤں) ہو جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔ اگر وہ کسی وقت میری بارگاہ میں دست سول دراز کرے تو میں اسے ضرور عطا فرماتا ہوں اور اگر وہ میری پنلہ و حفاظت میں آتا چاہے تو میں ضرور اسے اپنی پنلہ و حفاظت میں لیتا ہوں۔

(المسکاة المصابیح و قال اخرج البخاری)

قال الطوفی هذا الحديث اصل فی السلوك الى الله والوصول الى معرفة المحبة و طريقة اذا المفترضات الباطنية و هي الايمان و الظاهرة و هي الاسلام و المركب فيهما فهو الاحسان كما تظهر حديث جبريل والاحسان يتضمن مقامات السالكين من الزهد والاخلاص والمراقبة و غيرها۔

علامہ طوفی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ یہ حدیث سلوک الی اللہ اور اس کی محبت و معرفت کے وصول اور اس کی رلا پر چلنے میں اصل کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس کا طریقہ فرائض باطنیہ یعنی ایمان اور ظاہرہ یعنی اسلام اور ان دونوں سے مرکب یعنی احسان کی بجا آوری ہے جیسا کہ حدیث جبریل علیہ السلام سے ظاہر ہے اور احسان عبارت ہے مقامات سالکین سے جیسے زہد، اخلاص اور مراقبہ وغیرہ۔

علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کی شرح میں فرمایا:

و قد ورد فی السنة ذکر الاسباب التي يتسبب بها العباد الى محبة الله سبحانه و لماله حب من يحبه فانه لا يحب الله عز و جل الا المخلص من عباده فيهم طاعة من الطاعات و قربه من القرب۔

اور حدیث میں ان اسباب کا ذکر ہے جن کو خدا کے بندے محبت الہی کا ذریعہ بناتے ہیں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کی محبت

کا سوا کیا جو اللہ سے محبت رکھتے ہیں اور یہ ایک حقیقت ہے کہ صرف مخلص بندے ہی خدا سے محبت رکھتے ہیں، پس ان کی محبت اطاعتوں میں سے ایک اطاعت ہی اور قرب الہی کی ایک صورت ہے۔

(تحفۃ الذاکرین بحوالہ دلائل سلوک)

فائدہ: حدیث بخاری ۳۳۱ سے یہ امور ثابت ہوئے:

- ۱۔ فرائض اس المال ہیں اور نوافل بمنزلہ منافع ہیں۔
 - ۲۔ جب تک قرب فرائض حاصل نہ ہو اس وقت قرب نوافل حاصل نہیں ہوتا، کیونکہ فرائض بمنزلہ بنیاد کے ہیں۔
 - ۳۔ قرب الہی لوائے فرض و نوافل پر موقوف ہے۔
 - ۴۔ اولیاء اللہ کو جو درجات ملتے ہیں وہ قرب الہی پر موقوف ہیں۔
 - ۵۔ قرب الہی کسی منصب پر موقوف نہیں۔
 - ۶۔ جو ولی اللہ منصب محبوبیت پر فائز ہوتا ہے وہ مستجاب الدعوات بن جاتا ہے اور اپنا ہر قدم اللہ تعالیٰ کی چاہت کے مطابق اٹھاتا ہے۔
 - ۷۔ ولی اللہ سے دشمنی اور بغض رکھنے میں سوء خاتمہ کا خطرہ ہے۔
- لام بخاری کی مذکورہ بالا حدیث سے قرب الہی کے تین مدارج ثابت ہوئے:

(۱) قرب فرائض (۲) قرب نوافل (۳) درجہ محبوبیت

نیز اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ کی محبت کا مدار دو باتوں پر ہے۔ ۱۔ فرائض کی لوائیگی ۲۔ نوافل کے ذریعہ حصول تقرب۔ اس میں فرائض کی لوائیگی تقرب حاصل کرنے کا سب سے اہم ذریعہ ہے اس کے بعد نوافل و مستجابات کا درجہ ہے۔

قرب فرائض

علامہ ابن قیمؒ نے اپنی کتاب کنجیۃ الحکمت میں لکھا ہی کہ قرب الہی پیدا

کرنے کا اولین ذریعہ اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ فرائض کی لوائی اور حرام کردہ چیزوں سے پرہیز ہے، ان دونوں کو فرائض ہی میں شمار کیا جاتا ہے۔

فرائض کے بعد قربت پیدا کرنے کا ذریعہ نوافل ہیں۔ اب جو اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کے بتائے ہوئے طریقوں سے اطاعت و فرماں برداری کے بغیر اللہ تعالیٰ کی قربت و محبت حاصل کرنا چاہتا ہے وہ زعم باطل میں مبتلا ہے جیسے مشرکین شرک کر کے تقرب حاصل کرنا چاہتے تھے۔

اب اللہ تعالیٰ سے قربت حاصل کرنے والوں کے بھی دو درجے ہوئے ایک درجہ تو ان لوگوں کا ہے جو فرائض ادا کرتے ہیں، یہ اصحاب الیمین (دائیں ہاتھ میں تلمہ، اعمال پانے والے) ہیں۔ فرائض کی لوائی ہی سب سے افضل عمل ہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے اپنے ایک خطبہ میں فرمایا: سب سے برتر عبادت فرائض کی لوائی اور حرام چیزوں سے پرہیز ہے۔ یہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ فرائض اپنے بندوں کے لئے مقرر کئے ہیں تو ان سے اللہ تعالیٰ کی قربت اور اس کی خوشنودی حاصل ہوگی۔ جسمانی فرائض میں سب سے اہم نماز ہے۔ (جیسا کہ سورہ علق میں فرمایا گیا) اور سجدہ کرو اور قرب حاصل کرو۔

(منجدۃ الکلت جعفریہ)

علامہ ابن قیمؒ قرب فرائض اور قرب نوافل کا تذکرہ کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ:

لو نجا درجہ سابقین مقربین کا ہو گا۔ یہ وہ لوگ ہوں گے جنہوں نے فرائض کی بجا آوری کے بعد نوافل اور دیگر اطاعتوں میں محنت کی ہوگی اور پرہیزگاری کی وجہ سے باریک سے باریک مکروہ چیزوں سے اجتناب کیا ہوگا جیسا کہ حدیث میں گزر چکا ہے کہ بندہ نوافل کے ذریعہ اللہ تعالیٰ سے قریب ہوتا جاتا ہے اور جس سے اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے اسے اپنی محبت و اطاعت اور ذکر و خدمت سے نوازتا ہے جس کی بدولت اسے اللہ تعالیٰ کے یہاں تقرب اور

مرتبہ حاصل ہوتا ہے اور جو نوافل اللہ تعالیٰ سے قربت پیدا کرتی ہیں ان میں اہم ترین ہیں قرآن کریم کی تلاوت، اس کی سماعت، اس پر غور و فکر اور اسے سمجھنے کی کوشش۔

☆ حضرت خبابؓ نے ایک شخص سے کہا:

اللہ تعالیٰ سے جتنا قریب ہو سکتے ہو ہونے کی کوشش کرو اور جان لو کہ اس کے کلام (قرآن کریم) سے زیادہ اس سے قریب کرنے والی کوئی چیز نہیں۔
☆ ترمذی میں حضرت ابولہامہؓ کی روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ سے قریب کرنے والی سب سے بڑی چیز خود اس کا کلام ہے۔

اسی لئے اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے والوں کے نزدیک ان کے محبوب کے کلام سے زیادہ شیریں چیز کوئی نہیں، وہی ان کے دلوں کی لذت اور معہلئے مقصود ہے۔

☆ حضرت عثمانؓ فرماتے ہیں کہ اگر تمہارے دل پاک ہوتے تو اپنے رب کے کلام سے کبھی تمہیں سیری حاصل نہ ہوتی۔

☆ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں جتنے قرآن کریم سے محبت کی اس نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کی۔ (بخاری، المغت)

قرب نوافل

قرب نوافل سے وہ ترقی ہوتی ہے جس کی انتہا نہیں جیسا کہ امام ربانی نے فرمایا:

فلما كان لا نهاية لتزايد انوار المراتب لا جرم لا نهاية لسفر العارفين في المقامات العالية القلمية و ذلك بحر لا ساحل له لمطلوب لا نهاية له سبحانه من اعطى تلك القربات لا.....

جب تزايد انوار مراتب کی انتہا نہیں تو عارفین کے سفر کی بھی مراتب عالیہ میں انتہا نہیں، یہ ایسا سمندر ہے جس کا کنارہ نہیں اور یہ ایسا مطلوب

ہے جس کی اہمیا نہیں، پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے لولیاہ کو یہ قرب عطا فرمائے۔
(دلائل سلوک)

قرب فرائض اور قرب نوافل میں فرق

ههنا بحث للصوفية في فضل القرب

بالتوافل والقرب بالفرائض فقالوا ان العبد في القرب الاول
يصير جارحة الله جل مجده والله سبحانه نفسه يكون جارحه
لعبد في القرب الثاني۔

یہاں قرب فرائض اور قرب نوافل کے سلسلے میں صوفیوں کے لئے
بحث ہے صوفیہ نے فرمایا کہ قرب فرائض میں بندہ اعضائے خدا تعالیٰ
بناتا ہے اور قرب نوافل میں خدا تعالیٰ اعضائے بندہ بن جاتا ہے۔
(فیض الہدی جلد ۴ صفحہ ۴۲۷ بحوالہ دلائل سلوک)

درجہ محبویت

عارف کو محبویت کا درجہ اس وقت حاصل ہوتا ہے جب اس کی آنکھوں
میں، اس کے کانوں میں، اس کے ہاتھ پاؤں میں، بلکہ تمام اعضاء جوارح میں
غیر اللہ کا کچھ حصہ نہ رہے۔ اسی حدیث سے ابن قیمؒ نے کتاب الروح میں یہ
ثابت کیا ہے کہ لولیاہ اللہ کا قلب صاف آئینہ بن جاتا ہے اور اس سے تمام
چیزوں کو اپنی حقیقت پر دیکھتے ہیں۔

فصار قلبه كالمرآة الصافية تبدوا فيها صور الحقائق على ما
هي عليه فلا تكرار تخطي له فراسته فان العبد اذا ابصرنا لله
ابصر على ما هو عليه فاذا سمع بالله سمعه على ما هو عليه۔

پس اس کا دل صاف آئینہ ہو جاتا ہے اور اس آئینہ صافی میں اشیاء کی حقیقی
صورتیں ظاہر ہوتی ہیں۔ اس کی فراست خطا نہیں کرتی کیونکہ جب بندہ
اللہ تعالیٰ کے ساتھ دیکھتا ہے تو اس چیز کو اپنی اصل صورت پر دیکھتا ہے

اور جب سنتا ہے اسے اپنی اصل پر سنتا ہے۔ (دلائل سلوک)

محبوب بندے پر خاص انعام

جو شخص قرب فرائض و نوافل کی منزلوں کو طے کر کے قرب خاص کو حاصل کر لیتا ہے تو ایسے شخص کو کیا انعام بارگاہِ الہی سے ملتا ہے اس انعام سے متعلق آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب میرا بندہ (خاص) مجھے نوافل سے خوش کر دیتا ہے تو :

فَإِذَا أَحْبَبْتُ لَهُ سَمْعًا وَبَصَرًا وَبَدَنًا وَلِسَانًا۔

جب میں اس کو دوست بنالیتا ہوں (اس سے محبت کرنے لگتا ہوں) تو میں اس کے کان، آنکھ، ہاتھ اور زبان بن جاتا ہوں۔

یعنی اس کا سننا گویا میرا سننا ہے، اس کا دیکھنا میرا دیکھنا ہے، اس کا چھونا میرا چھونا ہے اور اس کا بولنا میرا بولنا ہے۔ یہ عبدیت کی معراج ہے جو صرف محبوبانِ الہی ہی کو حاصل ہوتی ہے۔ مولانا روم کہ خود اس درجے کے بزرگ تھے فرماتے ہیں ۔

گفتہء او گفتہء اللہ بود

گرچہ از حلقوم عبد اللہ بود

اس کا کہنا اللہ کا کہنا ہوگا اگرچہ بندے (خاص) کے منہ سے ہوگا۔

امام فخر الدین رازیؒ اپنی شہرہ آفاق تفسیر تفسیر کبیر میں اس حدیث پاک کے آخری حصہ فِکُنْتَ سَمِعَهُ الَّذِي يَسْمَعُ بِهِ وَبَصَرَهُ..... الخ سے متعلق فرماتے ہیں :

و هَذَا الْخَبَرُ يَدُلُّ عَلَى أَنَّهُ لَمْ يَبْقَ فِي سَمْعِهِمْ نَصِيبٌ لِّغَيْرِ اللَّهِ

فِي بَصَرِهِمْ وَلَا فِي سَائِرِ أَعْضَائِهِمْ إِذْ لَوْ بَقِيَ هُنَاكَ نَصِيبٌ لِّغَيْرِ

اللَّهِ لَمَا قَالَ أَنَا سَمِعُهُ وَبَصَرُهُ۔

(التفسير الكبير للامام لرازی جز ۲۱ ص ۹۰)

یہ حدیث پاک اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ مقربین بارگاہ الہی کی سمیع میں غیر اللہ کا کوئی حصہ نہیں رہتا اور نہ ہی ان آنکھوں میں غیر خدا کا کوئی حصہ رہتا ہے اور نہ ہی ان کے تمام اعضاء میں، اگر ان کے اعضاء میں غیر خدا کا کچھ بھی دخل رہتا تو اللہ تعالیٰ یہ نہ فرماتا کہ میں اس کا کان اور آنکھیں ہوں۔

یہی لام موصوف رقمطراز ہیں:

و كذلك العبد اذا واطب على الطاعات بلغ الى المقام الذي يقول الله كنت له سمعاً وبصراً فاذا صار نور جلال الله سمعاً له سمع القريب والبعيد واذا صار ذلك النور بصراً له رأى القريب والبعيد واذا صار ذلك النور بدأ له قدر على التصرف في الصعب والسهل والبعيد والقريب

(التفسير الكبير للفتاوى الرازی جز ۲۱ ص ۹۱)

اور ایسے ہی بندہ خدا جب اطاعت الہیہ پر مواظبت اختیار کرتا ہے تو وہ اس مقام تک پہنچ جاتا ہے کہ جس کے بارے میں اللہ فرماتا ہے میں اس کے کان اور آنکھیں بن جاتا ہوں پس جب اللہ کے جلال کا نور اس کے کانوں میں سرایت کرتا ہے تو وہ قریب و بعید کو دیکھتا ہے اور جب یہی نور اس کے ہاتھ بن جاتا ہے تو وہ صعب و سہل اور قریب و بعید ہر چیز میں تصرف پر قادر ہو جاتا ہے۔

عارف رومی رحمۃ اللہ علیہ شاید اسی مقام کی طرف اشارہ کرتے ہوئے

فرماتے ہیں ۔

گفتہء او گفتہء او اللہ بود

گرچہ از حلقوم عبد اللہ بود

ذکر الہی سے قرب الہی کی منزلیں طے ہوتی ہیں اور قرب الہی کے ثمرات سے ہے کہ جلال و جمال کا نور اس کے اعضاء وجود میں سرایت کر جاتا

ہے پھر اس کا حکم خدائی کا حکم بن جاتا ہے۔

ایک اشکل کا جواب

مذکورہ حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد کہ میں اس کے کان، آنکھ، ہاتھ اور پاؤں بن جاتا ہوں جب کہ حق تعالیٰ شلہ ان اعضاء سے پاک ہیں پھر اس سے کیا مراد ہے۔ اس اشکل کا جواب حضرت مولانا انور شلہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے فیض الباری میں دیا ہے۔ فرماتے ہیں:

علماء ظواہر نے اس حدیث کا معنی یہ بیان کیا کہ بندہ کے اعضاء جوارح اللہ کی رضا کے تابع ہو جاتے ہیں، ان سے وہی حرکت ہوتی ہے جو اللہ کو پسند ہو اور اس کے تمام اعضاء کی انتہا اور غایت ذات باری تعالیٰ ہو، تو یہ کہنا درست ہوگا کہ وہ بندہ سنتا ہے تو خدا کے لئے، دیکھتا ہے تو خدا کے لئے، گویا اللہ تعالیٰ اس بندے کے کان اور آنکھیں بن گیا ہے۔

میں یہ کہتا ہوں یہ معنی لینا حدیث کے الفاظ سے پھر جاتا ہے۔ حدیث میں صیغہ متکلم استعمال ہوا ہے جو اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ جو بندہ نوافل سے قرب الہی حاصل کر چکا ہو، جسم اور صورت کے بغیر اس کی کوئی چیز باقی نہیں رہتی اور اس میں تصرف کرنے والا رب العالمین ہی ہے، یہ وہ مقام ہے جس کو صوفیہ فنا فی اللہ کہتے ہیں۔

یعنی خواہشات کے دواغی سے وہ شخص نکل جاتا ہے اور اس میں صرف اللہ کا تصرف رہ جاتا ہے جیسے قرآن مجید میں موسیٰ علیہ السلام کے قصہ میں موجود ہے کہ جب آپ آگ کے پاس پہنچے تو اس کے اندر سے آواز آئی، برکت والی ہے وہ ذات جو آگ کے اندر ہے مگر سامنے آگ ہی تھی۔ جب اللہ تعالیٰ کی تجلی اس آگ سے ظاہر ہوئی تو آواز آئی ”میں اللہ ہوں“ تو اس میں غور کرو کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کس طرح آگ میں سے کلام باری تعالیٰ سنا۔ کلام کرنے والا بظاہر وہ درخت ہے۔ پھر کلام کی نسبت اللہ تعالیٰ کی

طرف کردی گئی کیونکہ رب العالمین کے نور کی تجلی اس آگ سے ظاہر ہوئی تو وہ درخت معرفت الہی کا واسطہ بن گیا۔ تو متجلی فیہ (درخت) متجلی بنفسہ (رب العالمین) کے حکم میں آگیا۔ بات یہ تھی نور کا ظہور آگ میں ہوا، کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو آگ کی ضرورت تھی۔ پھر فرمایا کہ اگر تم نے تجلی کے حقیقی معنی سمجھ لئے تو مثالوں اور صورتوں سے آگے بڑھ لو اور ترقی کر کے قرب الہی حاصل کر کیونکہ جب ایک درخت کے متعلق درست ہے کہ اس میں سے یہ آواز آئے کہ ”میں اللہ ہوں“ تو اللہ کے مقرب بندے کے لئے کیوں درست نہ ہو کہ رب العالمین اس کے کان، آنکھ وغیرہ بن جائے۔

جب بندہ صورتِ رحمن پر پیدا ہوا ہے تو اسے شجرِ موسیٰ علیہ السلام سے کم تو خیال نہ کرنا چاہئے۔ ان بحثوں پر پوری تحقیق سے غور کرنا چاہئے۔ یہ عقدے صرف علوم ظاہری سے نہیں کھل سکیں گے جب تک علوم صوفیہ کی طرف رجوع نہ کیا جائے گا کیونکہ ہر مردے و ہر کارے نہیں کر سکتے، یہ کام صوفیہ ہی کا ہے۔ (فیض الباری)

(۶) جو میری قربت کو ڈھونڈتا ہے میں اس کا ہو جاتا ہوں

حضرت ابو ہریرہؓ رسول اللہ ﷺ سے روایت ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرا بندہ اپنی طاعتوں سے میری قربت کو اس قدر ڈھونڈتا ہے کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں یہاں تک کہ میں اس کی وہ آنکھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے، وہ کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے، وہ ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے۔ یہ دولت، یہ نعمت، یہ سعادت، اسلام کے دروازہ کے سوا کہیں اور سے بھی بچی ہے؟ (ترمذی)

مسند احمد اور ابن ابی الدنیا نے اسی مفہوم کی ایک روایت حضرت عائشہؓ سے نقل کی ہے جس کے الفاظ اس طرح ہیں:

(۷) جس نے میرے ولی کو تکلیف دی اس نے مجھ سے جنگ طلب

کی۔ میرا بندہ میرے فرائض کی لوائی سے بہتر کسی اور چیز سے میرے قریب نہیں ہوتا اور نوافل کے ذریعے وہ مجھ سے قریب ہوتا جاتا ہے یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں اور جب اس سے محبت کرنے لگتا ہوں تو اس کی آنکھ، ہاتھ، پیر، دل اور زبان بن جاتا ہوں جن سے وہ دیکھتا، پکڑتا، چلتا، سمجھتا اور بولتا ہے۔ اگر وہ مجھ سے دعا کرتا ہے تو میں اسے قبول کرتا ہوں اور کچھ مانگتا ہے تو دیتا ہوں۔ میں جو چیز بھی کرنے والا ہوتا ہوں اس کے تعلق سے مجھے اتنا تردد نہیں ہوتا جتنا اس کی موت کے بارے میں ہوتا ہے، وہ موت کو ناپسند کرتا ہے اور میں اس کے ساتھ بُرائی ناپسند کرتا ہوں۔

طبرانی میں حضرت ابوالولہ کی روایت میں یہ الفاظ ہیں:

(۸) جس نے میرے کسی ولی کی بے عزتی کی اس نے مجھے جنگ کے لئے لکھرا۔ اے ابن آدم! میرے پاس جو کچھ ہے تم اسے نہیں پاسکتے سوائے ان فرائض کی لوائی کے ذریعے جو میں نے تمہارے لئے مقرر کئے ہیں۔ میرا بندہ نوافل کے ذریعے مجھ سے قریب ہوتا جاتا ہے یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں اور جب میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں تو اس کا دل، زبان، اور آنکھ بن جاتا ہوں۔ (طبرانی بحوالہ معجم الکمل)

لہذا اولیاء اللہ سے دوستی رکھنا واجب اور ان کی دشمنی حرام ہے، جیسے اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کے ساتھ دشمنی رکھنا واجب اور دوستی رکھنا حرام ہے:

لَا تَجْعَلُوا عَدُوِّيْ وَعَدُوْكُمْ اَوْلِيَاءَ

میرے اور دشمنوں کو دوست نہ بناؤ۔ (الممتحنہ: ۱)

اللہ تعالیٰ نے اپنے پسندیدہ لوگوں کی صفت یہ بیان کی ہے کہ وہ مومنین کو معمولی نظر آتے ہیں لیکن اہل کفر انہیں بھاری سمجھتے ہیں۔

(۹) امام احمدؒ نے کتاب الزہد میں حضرت وہبؒ بن منبہ سے روایت نقل کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے جب بات کی تو یہ

بھی فرمایا: جان لو کہ جس نے میرے کسی ولی کی بے عزتی کی یا اسے ڈر لیا اس نے مجھ سے جنگ کے لئے للکارا اور اپنے آپ کو پیش کر کے مجھے اس کی طرف دعوت دی۔ میرے لئے سب سے زیادہ تیزی سے حرکت میں لانے والی چیز میرے اولیاء کی مدد ہے، جو مجھ سے جنگ کرتا ہے، کیا وہ یہ سمجھتا ہے کہ وہ میرا مقابلہ کر پائے گا؟ یا جو مجھ سے دشمنی کرتا ہے کیا وہ یہ سمجھتا ہے کہ مجھے بے بس کر دے گا؟ یا جو مجھے للکارتا ہے کیا وہ یہ سمجھتا ہے کہ میرے ہاتھ سے نکل جائیگا؟ یہ کیسے ہو سکتا ہے جب کہ میں (اپنے اولیاء کے لئے) دنیا اور آخرت میں انتقام لینے والا ہوں اور ان کی مدد اپنے علاوہ کسی اور کے ذمے نہیں سونپتا۔ (کتاب الزہد والذقائن)

یہ بھی جانتا چاہئے کہ تمام گناہ اللہ تعالیٰ سے جنگ کر نیکی موقوف ہیں۔ حضرت حسن بن آدم کہتے ہیں کیا تم میں اللہ تعالیٰ سے جنگ کرنے کی طاقت ہے؟ کیونکہ جس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی اس نے اس سے جنگ کی البتہ گناہ جتنا سنگین ہوگا جنگ بھی اتنی ہی شدید ہوگی اسی لئے اللہ تعالیٰ نے سود خوروں اور رہزنوں کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے جنگ کرنے والے قرار دیا ہے

کہا جاتا ہے کہ اولیاء کے ذکر میں یہ سب سے اہم حدیث ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے صاف فرمایا ہے کہ جو اس کے کسی ولی کے ساتھ دشمنی کرتا ہے یا اسے تکلیف پہنچاتا ہے وہ گویا خود اللہ تعالیٰ سے دشمنی کرتا ہے اور اس طرح اللہ تعالیٰ کو دشمنی و جنگ کی دعوت دیتا ہے۔ (منہجۃ الحکمت)

(۱۰) مومن کی ہر حالت میں خیر ہے

طبرانی میں حضرت انسؓ کی ایک روایت میں یہ اضافہ ہے:

میرے بندوں میں بعض ایسے ہوتے ہیں جن کا ایمان حالت فقر ہی میں درست رہ سکتا ہے، اگر میں انہیں رزق کی کشادگی دے دوں تو ان کا معاملہ

خراب ہو جائے اور بعض ایسے ہوتے ہیں جن کا ایمان بیماری ہی سے درست رہ سکتا ہے اگر انہیں صحت دے دوں تو ان کا معاملہ خراب ہو جائے۔ اور بعض ایسے ہوتے ہیں جن کا ایمان صحت کی حالت ہی میں درست رہ سکتا ہے اگر انہیں بیماری دے دوں تو ان کا معاملہ خراب ہو جائے۔ جو کچھ میرے بندوں کے دلوں میں ہے ان کے علم کی بنیاد پر ہی میں ان کے بارے میں تدبیر کرتا ہوں اور میں علیم و خبیر ہوں۔ (طبرانی)

قرب الہی کے دو راستے

حضرت مولانا منظور نعمانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ایک مضمون جو کہ قرب الہی سے متعلق ہے ایک رسالہ میں دیکھا جو نہایت ہی مفید پلا اس کا خلاصہ افادہ عام کی غرض سے یہاں پیش کیا جاتا ہے۔
حضرت مولانا منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قرب الہی کے دو طریقے ہیں۔

(۱) قرب بالنوافل اور (۲) قرب بالفرائض

قرب بالنوافل

ایک طریقہ تو یہ ہے کہ آدمی اپنی ہی اصلاح و ترقی اور اپنے ہی نفس کے تزکیہ و تخلیہ میں زیادہ سے زیادہ ساعی رہے۔ جس کی صورت یہ ہے کہ فرائض و واجبات کی ادائیگی اور معصیات و مکروہات سے اپنی نفس کی حفاظت کا بیش از بیش اہتمام کرتے ہوئے جس قدر بھی ممکن ہو نفعی عبادات و قربات روزہ و نماز اور ذکر و فکر وغیرہ میں زیادہ سے زیادہ مشغول رہے۔ بعض ائمہ محققین کی اصطلاح کے مطابق اس طریقہ کو ”قرب بالنوافل“ کہا جاسکتا ہے۔

قرب بالفرائض

دوسرا طریقہ یہ ہے کہ فرائض و واجبات کی ادائیگی اور معصیات و مکروہات

سے پرہیزگاری کا اہتمام کرتے ہوئے اور اوقات میں گنجائش کے مطابق نقلی عبادات و قربات اور ذکر و فکر میں بھی خاص اشتغال رکھتے ہوئے اپنا زیادہ وقت اخلاص نیت کے ساتھ (یعنی محض رضائے الہی اور اجر آخری کو ملح نظر بنا کر) دوسرے بندگان خدا کی اصلاح و ہدایت، تعلیم و تربیت اور تبلیغ و نصیحت جیسے کاموں میں اور اعلاء کلمۃ الحق و احیاء شریعت کی کوششوں میں صرف کیا جائے۔ اس طریقہ کو "قرب بالفرائض" سے تعبیر کیا جاسکتا ہے۔

قرب بالفرائض کی ترجیح و فضیلت کی وجوہات

قرب بالنوافل کے طریق میں صرف اپنی زندگی تک ترقی کا سلسلہ جاری رہتا ہے جہاں موت نے روح کو جسم سے الگ کیا اور سلسلہ عمل ختم ہو۔ ترقی بھی ختم ہو جاتی ہے مگر قرب بالفرائض کی راہ میں جب تک اس کے دینی و علمی فیض کا سلسلہ جاری ہے (خولہ وہ واسطہ در واسطہ کی شکل میں قیامت تک ہی جاری رہے) برابر اعمال نامہ میں اندراج ہوتا رہتا ہے اور اس کی وجہ سے درجات میں بھی ترقی ہوتی رہتی ہے جیسا کہ احادیث صحیحہ میں اس کی تصریح وارد ہوئی ہے۔ مثال کے طور پر ایک شخص چاہے کہ میں فجر کے بعد دو فرض اور پڑھوں تو لوگ اسے جہل کہیں گے، لیکن ایک شخص فجر کی نماز پڑھتے ہوئے ایک ہزار نماز فجر کا ثواب حاصل کر سکتا ہے۔ مثلاً یہ کہ اس نے ۱۰۰۰ آدمیوں کو نماز فجر پڑھنے پر لگا دیا تو اس تبلیغ کی برکت سے اس کو روزانہ ۱۰۰۰ فجر کی نماز کا ثواب علیحدہ ملے گا۔ یہ عمل قرب فرائض کہلاتا ہے۔

نیز یہاں یہ بھی نکتہ خاص طور سے ملحوظ رکھنے کے قابل ہے کہ قرب بالنوافل کے طریق میں زیادہ سے زیادہ محنت و مجاہدہ کرنے والے اپنے گنہ گنہ فرائض کے علاوہ صرف اپنی نقلی عبادات و قربات ہی کا سرمایہ جمع کر سکتے ہیں۔ لیکن قرب بالفرائض کی راہ پر چلنے والے چونکہ سینکڑوں انسانوں کو ان کے بنیادی فرائض کی تبلیغ و تلقین کرتے اور تعلیم دیتے ہیں اس لئے ان کے حساب

میں اپنے ذاتی فرائض و نوافل کے علاوہ ان سینکڑوں آدمیوں کے فرائض اور نوافل کا بھی اجر لکھا جاتا ہے۔ معلوم و مسلم حقیقت ہے کہ فرائض کا اجر نوافل سے بدرجہا زیادہ ہے اور نفس ایمان و اسلام کا درجہ تو یقیناً فرائض و نوافل میں سب سے زیادہ ہے۔ پس اللہ کا جو بندہ قرب بالفرائض کی راہ اختیار کر کے خدا اور رسول ﷺ سے بیگنہ اور حقیقت ایمان و اسلام سے نا آشنا قسم کے جاہلوں اور غافلوں میں تبلیغ کر کے اور ان کو تعلیم و تربیت دے کر دین سے آشنا کرتا ہے تو اس میں کیا شبہ ہے کہ اس کے اعمال میں ان لوگوں کے نفس ایمان و اسلام کا اجر بھی لکھا جاتا ہے۔ بے شک اللہ کے سوا کوئی نہیں جو اس اجر کے حساب کا حساب کر سکے۔

قرب بالفرائض کی مزید تشریح

اس راہ کا چلنے والا اپنی اصلاح و تکمیل کے ساتھ ساتھ اور سینکڑوں ہزاروں بندگان خدا کی اصلاح و ہدایت کا بھی ذریعہ بنتا ہے اور اس واسطے صحیح حدیث من دل علیٰ خیر فله مثل اجر فاعلہ (مسلم) جو شخص کسی آدمی کو کسی نیکی کی طرف رہنمائی کرے تو اس شخص کو اس نیکی کے کرنے والے ہی کے برابر الگ ثواب ملے گا۔

کے مطابق سینکڑوں ہزاروں انسانوں کے بے حساب و بے شمار اعمال خیر کے بھی اجر کا مستحق ہوتا ہے۔

اور قطع نظر ان تفصیلات کے سب سے اہم بات یہ ہے کہ قرب بالفرائض کا یہ راستہ انبیاء علیہم السلام اور ان کے خواص اصحاب و حواریین کا راستہ ہے اور اس کے مشاغل (تعلیم و تعلم، دعوت و تبلیغ، اصلاح و ارشاد اور اقامت دین اور احیاء شریعت کی کوشش وغیرہ) ان حضرات کے خاص مشاغل ہیں پس اس طریق کو اختیار کرنے والے اور ان کاموں کو سنبھالنے والے بلا شبہ تمام حضرات انبیاء علیہم السلام کے اور خصوصاً حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم

کے دینی خلفائیں۔

قرب بالفرائض کی شان بہت اعلیٰ و ارفع ہے اور اس کے مشاغل، تبلیغ و دعوت تعلیم و تربیت اصلاح و ارشاد اور اقامت دین و احیاء شریعت کے لئے جد و جہد وغیرہ کا درجہ اور اجر نقلی عبادات و قربات اور ذکر و فکر ہی میں مشغول و منہمک رہنے سے یقیناً بہت زیادہ ہے۔ خصوصاً اس دور میں تو اس طریقہ اور مشاغل کی اہمیت اس لئے اور بھی زیادہ ہو گئی ہے کہ یہ زمانہ ہی عوامی تحریکات اور عوامی و جمہوری دعوتوں کا ہے اور مختلف مادی اور لادینی تحریکیں بے حد تیزی کے ساتھ بڑھتی ہوئی عوام کو اپنی طرف جذب کرتی جا رہی ہیں۔ ایسے وقت میں بھی اگر دین کی دعوت دینی تعلیم و تربیت اور اصلاح و ارشاد کی جد و جہد وسیع پیمانے پر اور عوامی تحریک کے رنگ میں نہیں کی گئی اور اللہ کے وفادار اور اس کی رضا کے طلب گار بندے خدمت دین کے اس عمومی میدان میں نہ اترے تو دین کی لمات کا بس اللہ ہی حافظ ہے۔

لام ابواسحاق اسفرائینی کا پُر جوش پیغام

لام ابواسحاق اسفرائینی کا پُر جوش اور ولولہ انگیز پیغام رہ رہ کر یاد آتا ہے۔ ان کے زمانے میں جب عام مسلمانوں کا دین و ایمان بعض خاص گمراہانہ فتنوں کی وجہ سے خطرہ میں پڑ گیا تو آپ اپنے عہد کے بعض ان اکابر و مشائخ کے پاس پہنچے جو دنیا و مافیہا سے یکسو ہو کر پہاڑوں کے غاروں میں عبادت و مجاہدہ میں مصروف تھے۔ آپ نے ان سے کہا: (اور اللہ اکبر کس درد سے کہا)

اکلة الحشیش انتم ههنا و امة محمد صلی اللہ علیہ وسلم فی الفتن

جنگل کی سوکھی گھاس پر گزارہ کرنے والو! تم یہاں ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت گمراہیوں میں مبتلا ہو رہی ہے۔

بقول حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ برتبہ دعوت و تبلیغ نہ رسد۔

فاحب عباد الله الى الله من حب الله الى عبادہ و حب عباد
الله الى الله و هو الداعی والمبلغ۔

کوئی کمال دعوت و تبلیغ کے مرتبہ کو نہیں پہنچتا کیونکہ اللہ کو اپنے بندوں
میں سب سے زیادہ محبوب وہ ہے جو اللہ کو اس کے بندوں کا محبوب بنائے
اور بندوں کو اللہ کا محبوب بنادے اور وہ داعی ہے۔

لیکن بالخصوص ایسے زمانے میں کہ چاروں طرف سے ملوثیت اور لا دینیّت
کے بادل اُمتڈ رہے ہوں اور دین سے غفلت و جہالت اور خدا فراموشی کی
گھنائیں نہایت تیزی سے دنیا پر چھائے چلی جا رہی ہوں سو ایسے وقت میں تو ان
کاموں کی قدر و قیمت اللہ کے یہاں بے حساب بڑھ جاتی ہے۔

مضمون جلد ۱ پر مجدد الف ثانیؒ کی تمثیل

حضرت مجددؒ ہی نے کیسی اچھی تمثیل میں فرمایا ہے:

سپاہیں در وقت امن اضعاف آں در خیز اعتبار نمی آید (مکتوب نمبر ۴۴)
جو سپاہی دشمن کے غلبہ اور مخالفین کے چڑھ آنے کے نزدیک وقت میں
تھوڑی سی بھی وفادار نہ جد و جہد کرتے ہیں وہ ایسا اعتماد اور امتیاز حاصل کر لیتے
ہیں کہ عام امن و سکون کے وقت کئی گناہ جانشینی بھی کریں تو وہ اعتماد و اعتبار
پیدا نہیں ہوتا۔

الحاصل ہر زمانہ میں خاص کر ہمارے اس دور میں دینی و روحانی ترقی اور
قرب الہی و رضا خداوندی کا سب سے بڑا ذریعہ اور شاہرہ قرب بالفرائض ہی کا
طریقہ ہے اور اس کے مشاغل مثلاً دعوت و تبلیغ اصلاح و تعلیم اور اقامت دین
و احیاء شریعت کے لئے جد و جہد کا درجہ اور اجر یکسوئی کے ساتھ نقلی عبادات
اور ذکر و مراقبہ ہی میں منہمک و مشغول رہنے سے بہت زیادہ ہے لیکن قرب
بالفرائض کی ان مشاغل کی یہ امتیازی حیثیت اور قرب بالنوافل کے مقابلہ میں
ان کی یہ عظمت اور فوقیت اس شرط کے ساتھ مشروط ہو ہے کہ ان کاموں میں

اشغال اخلاص و احتساب اور خشیت و اتابیت کی صفت کے ساتھ ہو اگر یہ نہیں ہے تو پھر ساری دوڑ دھوپ اور جد و جہد ایک بے روح عامیانہ تحریک یا ایک پیشہ اور حرفہ کے سوا کچھ نہیں ہے (اعاذنا اللہ من ذلک) اور ان اوصاف (اخلاص و احتساب) کے حاصل ہونے کا عام آزمودہ اور عادی ذریعہ ان اوصاف والوں کی صحبت رفاقت اور تنہائیوں کے اوقات میں ذکر و فکر کی کثرت ہے۔ ان دونوں چیزوں کے اہتمام کے بغیر اخلاص و احسان جیسی کیفیات کا پیدا ہونا اگرچہ عقلاً ناممکن نہیں لیکن عادتاً دشوار اور اہل تجربہ کے مطابق شاذ ضرور ہے۔

مضمون ہذا پر ایک عجیب حدیث

اب ہم اس مضمون کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث پر ختم کرتے ہیں۔

عن الحسن مرسلًا سئل رسول الله صلى الله عليه وسلم عن رجلين كانا في بني اسرائيل احدهما كان عالماً يصلي المكتوبة يجلس فيعلم الناس الخير والآخر يقوم النهار ويقوم الليل ايهما افضل؟ قال رسول الله صلى الله عليه وسلم فضل هذا العالم الذي يصلي المكتوبة ثم يجلس فيعلم الناس الخير على العابد الذي يصوم النهار ويقوم الليل كفضلي على ادناكم (رواه الدارمي و مشكوة)

حضرت حسن بصریؒ سے مرسل مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے بنی اسرائیل کے دو شخصوں کی بابت سوال کیا جن میں سے ایک دین کا جاننے والا تھا اس کا طریقہ یہ تھا کہ فرض نماز پڑھتا اور بیٹھ کر لوگوں کو اچھی باتیں بتاتا اور سکھاتا اور دوسرا ہمیشہ دن کو روزے رکھتا اور رات بھر نوافل پڑھتا۔ (حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ ان دونوں میں سے کون افضل ہے؟) آپ ﷺ ارشاد فرمایا کہ یہ شخص جو فرائض پورا کرتا ہے اور پھر بیٹھ کر لوگوں کو اچھی باتیں بتاتا اور سکھاتا ہے۔

اس قائم ایل صائم النہد عابد کے مقابلہ میں ایسی فضیلت رکھتا ہے جیسی کہ تم میں سے کسی کوئی پر مجھے فضیلت حاصل ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور مقام قرب

حضرت عبدالقدوس کنگوہیؒ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام قرب بیان کرتے ہوئے یہ حدیث پیش کی ہے جس میں آپ ﷺ فرماتے ہیں:

نی مع اللہ وقت لا یسعی ملک المقرب ونی المرسل۔

یعنی مجھے حق تعالیٰ کے ہاں ایسا وقت حاصل ہوتا ہے کہ جہاں کسی مقرب فرشتے یا نبی یا مرسل کی رسائی نہیں ہو سکتی۔

اس سے مراد وہی مقام فنائے ذاتی ہے۔ اگرچہ فنائے ذاتی غالباً تمام انبیاء علیہم السلام کو حاصل تھی لیکن فنا کے بھی بے شمار مراتب ہیں۔ اس حدیث پاک میں فنا کا آخری درجہ یعنی فنائے تامہ مراد ہے۔ اور یہی وہ مقام ہے کہ جس کے حصول کے لئے کائنات وجود میں آئی۔

محو باید بود در ہر دوسرائے

پائے از سر نا پدید و سر زپا

یعنی دونوں جہانوں میں بس محو ہو جوق یعنی ذات حق کے اندر خشی کہ سر، پاؤں کا پتہ نہ چلے۔ جس قدر محویت زیادہ ہوگی مشاہدہ میں کمال زیادہ ہوگا۔ دوستان حق مشاہدہ حق میں غیر حق سے بے خبر اور عالم کون و مکان کے اثرات سے بالاتر ہوتے ہیں۔ (مکتوبات قدوسیہ)

لعل اللہ اور قرب الہی

لام زاہد (تفسیر زاہدی میں) فرماتے ہیں کہ جو کوشش کرنی چاہئے نظارہ (مشاہدہ) حق میں کرنی چاہئے۔

إِعْبُدُ اللَّهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ

اللہ تعالیٰ کی اس طرح عبادت کرو کہ گویا تم اُسے دیکھ رہے ہو۔ (حدیث)

دوست کے رُخ انوار پر نظر، اغید سے بے خبر کرتی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ طواف کعبہ میں کھڑے تھے حضرت عثمانؓ نے سلام کیا تو انہوں نے جواب نہ دیا۔ حضرت عثمانؓ نے اس بات کی شکایت حضرت عمرؓ سے کر دی۔ انہوں نے اپنے بیٹے کو بلا کر فرمایا کہ تمہیں حضرت عثمانؓ کی فضیلت معلوم نہیں، اُن کے سلام کا جواب کیوں نہیں دیا۔ انہوں نے عرض کیا کہ مجھے ان کے سلام کا کچھ پتہ نہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ انہوں نے تم پر طواف کے وقت سلام کیا تھا۔ انہوں نے عرض کیا کہ ہاں، اس وقت میں مشاہدہ حق میں مشغول تھا اس لئے مجھے کسی اور چیز کی خبر نہ تھی۔

حضرت بایزیدؒ کے قرب پر ایک واقعہ

حضرت بایزید بسطامیؒ کے کلام کے معنی بھی یہی ہیں۔ روایت ہے کہ کسی آدمی نے آپ کے دروازے پر آواز دی آپ نے جواب دیا کہ ابویزید چالیس سال سے ابویزید کو ڈھونڈ رہا ہے لیکن نہیں ملتا۔ اب ابویزید تو اپنی جگہ پر تھے لیکن مشاہدہ حق میں اس قدر منہمک تھے کہ اپنے آپ کی خبر نہ تھی۔ اس طرح ہر ولی کے دل میں جب حق تعالیٰ کی محبت جاگزیں ہو جاتی ہے تو سب چیزوں کی محبت ان کے دل سے نکل جاتی ہے۔ ان کی ساری ہمت ایک پر مرکوز ہو جاتی ہے، سارا فکر ایک ذات کے لئے رہ جاتا ہے، سب نظر ایک کے لئے مخصوص ہو جاتی ہے اور سب ذکر صرف ایک کیلئے رہ جاتا ہے۔

(مکتوبات قدوسیہ صفحہ ۶۳۰)



درسِ معرفتِ الہی احادیث مبدلہ کی روشنی میں

کنت کئراً مخفیاً بالغ کی عاشقہ شرح

صوفی محمد اقبال صاحب دامت برکاتہم معرفت کے متعلق ایک روایت پیش فرماتے ہیں:

كُنْتُ كُنْزًا مَخْفِيًّا فَأَحْبَبْتُ أَنْ أُعْرَفَ فَعَلَقْتُ الْخَلْقَ

یعنی میں ایک مخفی خزانہ تھا تو میں نے چاہا کہ میں پہچانا جاؤں یعنی میری صفات کا ظہور ہو اس کے لئے میں نے مخلوق پیدا کی۔

محققین نے اس معنی کو صحیح حدیث اَنْ اللّٰهُ جَمِيعٌ يُحِبُّ الْوَحْمَالُ اور آیت شریفہ مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ سے ثابت کیا ہے کہ مخلوق کی پیدائش سے اللہ تعالیٰ کی بے شمار صفات کمال کا ظہور ہوتا ہے اور ساری کائنات میں انسان کو اللہ تعالیٰ اپنی صفات کمالہ و جمالیہ کا مظہر بنالیا اس لئے اس کی خلقت کو اپنے پاک کلام میں محسنِ تعویذ کا خطاب دیا اور وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ كَآلَمِ اس کے سر پر رکھا اس میں اپنی معرفت کی استعداد کا طور رکھا جس کا تقاضا اللہ تعالیٰ کی بندگی کرنا ہے چنانچہ مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ یعنی ہم نے جن و انسان کو صرف اپنی بندگی کی معرفت کے لئے پیدا کیا اور اپنے تقاضائے حکمت کی بنا پر معرفت اور بندگی کی استعداد کے ساتھ ساتھ نافرمانی کی صلاحیت بصورت ”نفس“ انسان کے دل میں رکھی۔

شیطان جو کہ حضرت انسان کا دشمن اور بدخوہ ہے اس کو اختیار دے دیا کہ نفس کو گناہوں پر ابھارے اور ترغیب دے۔ الحاصل انسان کو بندگی اور نافرمانی دونوں کا گویا ایک گونہ اختیار دے دیا تاکہ بندگی کہتے ہوئے وہ اپنی صفاتِ جمال کا ظہور ہو اور نیکار کرنے والے نافرمانوں کی صفات ظہور پائیں اور باوجود قصور یعنی عیب کرنے والوں میں عیب نہ ہو اور ان میں

جود و کرم کا ظہور فرمائیں تاکہ ساری صفات کا ظہور ہو کر منشاء تخلیق پورا ہو۔
(محبت کے اشد سے)

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا جواب

اس شبہ کے جواب میں حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:
حق تعالیٰ اپنی ذات و صفات میں بھی غنی مطلق (ہر ایک سے بے نیاز ہے) اور کسی امر میں بھی کسی کا محتاج نہیں ہے اور جس طرح اپنے وجود میں کسی کا محتاج نہیں اسی طرح اپنے ظہور میں بھی کسی کا محتاج نہیں۔ اس عبارت سے جو پہ مفہوم ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ اپنے اسماء و صفات کے ظہور میں ہمارا محتاج ہے یہ بات فقیر پر بہت گراں گذرتی ہے ہمارے پیدائش سے مقصود ہمارے اپنے کمالات کا حاصل ہونا ہے نہ کہ وہ کمال جو حق تعالیٰ کی بارگاہ سے عائد ہو سکے:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ

میں اسی مطلب کی طرف اشارہ ہے۔ پس جن و انسان کی پیدائش سے مقصود یہ ہے کہ ان کو اپنی معرفت حاصل ہو جائے (مَنْ عَرَفَ نَفْسَهُ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهُ) جو ان کا کمال ہے۔ نہ یہ کہ کوئی ایسا امر جو حق تعالیٰ کی طرف عائد ہو سکے اور اس حدیث قدسی میں جو واقع ہے فَاخْلَقْتُ الْخَلْقَ لَاعْرِفَ تَوْأَسَ سے بھی خلق کی معرفت مراد ہے نہ یہ کہ میں معرفت بنوں اور ان کی معرفت کے ذریعہ کمال حاصل کروں تَعَالَى اللَّهُ عَنْ ذَلِكَ غُلُوبًا کَبِيرًا اللہ تعالیٰ اس سے بہت بلند و برتر ہے۔
(مکتوب ۲۶۶ بحوالہ آئینہ سلوک)

حضرت حکیم الامت مولانا تھانویؒ کی شرح

حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی قدس سرہ العزیز کنت مکنزاً مخفياً
کی شرح میں ارشاد فرماتے ہیں:
قول مشہور:

كنت كنزاً مخفياً فاحببت ابن اعرف فخلقت الخلق
میں ایک پوشیدہ خزانہ تھا سو مجھ کو یہ بات محبوب ہوئی کہ میں پہچانا جاؤں۔
لہذا میں نے مخلوق کو پیدا کیا۔

اس قول کی کوئی سند صحیح تو نظر سے نہیں گذری مگر مضمون قواعد
شرعیہ کے موافق ہے کیونکہ "مخلی" مراد "مخلوق" ہے "باطن" کا اور مثال دینا
واجب کو ممکن سے خود منصوص قرآنی ہے اور عبادت کے لئے مخلوق کا پیدا ہونا
ثابت ہے۔

اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کرنے کے راستے

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ معرفت الہی کے حصول کا راستہ کیا ہے؟
اس موضوع پر بہت سے صوفیاء کرام نے قلم اٹھایا ہے لام غزالی نے بھی احیاء
العلوم میں بڑی جامع بحث کی ہے لیکن بندہ کے نزدیک سب سے مناسب و
دلنشین بحث لام ابن قیمؒ نے اپنی تصنیف مدارج السالکین میں کی ہے اس بحث
کی تفصیل پیش کی جاتی ہے۔

لام ابن قیمؒ نے حصول قرب کے لئے جو دس باتیں تحریر فرمائی ہیں وہ
یہ ہیں:

(۱) قرآن مجید کا مطالعہ پورے غور و تدبیر کے ساتھ اس طرح کہ اس
کے معانی و حقائق تک رسائی حاصل ہو۔

(۲) فرائض کے ساتھ ساتھ نوافل کا اہتمام تاکہ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل
ہو۔ یہ چیز آدمی کو درجہ بدرجہ خدا کی محبت سے اس کی محبوبیت کے
درجہ تک پہنچاتی ہے۔

(۳) ہر حال میں اللہ تعالیٰ کے ذکر کا اہتمام۔ یہ ذکر زبان، دل، عمل اور
حال ہر چیز سے ہو۔ اس میں جتنی ہی سرگرمی ہوگی اسی کے بقدر
محبت الہی میں آدمی کا حصہ ہوگا۔

(۴) اس امر کی کوشش کہ جب نفس کی خواہشیں زور لگائیں تو آدمی اپنی پسند کو چھوڑ کر خدا کی پسند کو اختیار کرے۔ یہ چڑھائی اس کو کتنی ہی ہمت آزما نظر آئے لیکن وہ ہمت نہ ہارے۔

(۵) دل اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات کے مطالعہ، ان کے اسرار و حقائق کے مشاہدہ اور ان کی معرفت کے چمنستانوں کی سیر میں برابر لگا رہے۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کو اس کے اسماء و صفات اور اس کے افعال کی رلہ سے پہچانے گا وہ لازماً اس سے محبت بھی کرے گا۔ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی صفات کے منکر ہیں ان کیلئے اسکی محبت میں کوئی حصہ نہیں۔

(۶) برابر اللہ تعالیٰ کے افضال و احسانات، اس کی شانوں اور کرشموں اور اس کی ظاہری و باطنی نعمتوں پر نگاہ رکھے یہ چیز خاص طور پر اس کی محبت پیدا کرنے والی ہے۔

(۷) اور ان سب سے بالاتر رکھے ولی چیز رب کے سامنے بندے کے دل کا کامل انکسار ہے جس کی حقیقت کی تعبیر الفاظ کی گرفت سے باہر ہے۔

(۸) جو اوقات اللہ تعالیٰ کے سمائے دنیا پر نزول کے ہیں ان میں اس سے مناجات، اس کے کلام کی تلاوت، آدابِ عبودیت کے ساتھ اس کے حضور میں حاضری کا اہتمام اور آخر میں استغفار اور توبہ پر اسکا اختتام۔

(۹) اللہ تعالیٰ کے صادق محبوب کی ہم نشینی، ان کے پاکیزہ ارشادات کی خوشہ چینی اور اس امر کا اہتمام کہ اس وقت تک زبان سے کوئی کلمہ نہ نکالے جب تک یہ واضح نہ ہو جائے کہ اب بات کہنے میں ہی اپنے حال کی اصلاح اور دوسروں کی مصلحت ہے۔

(۱۰) ان تمام چیزوں سے مٹتی احتیاج جو آدمی کے دل اور اس کے رب کے درمیان حائل ہونے والی ہیں۔

دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ ان دس صفات پر جو کہ ہزاروں صفات کا مجموعہ
ہیں عمل کرنے کی بندہ ناچیز کو بھی توفیق عطا فرمائے آمین۔ اللہم غفر لکتابہ
ولمن سَعَا فیہ

باب پنجم

اللہ تعالیٰ کی بندوں سے محبت کے پس واقعات

اللہ تعالیٰ کی بندوں سے محبت کے چند واقعات

۱ چالیس سال تک اللہ کی نافرمانی کرنیوالے سے اللہ کی محبت

مروی ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں بنی اسرائیل کے اندر قحط واقع ہوا، لوگوں نے جمع ہو کر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے عرض کیا کہ یا نبی اللہ اپنے پروردگار سے دعا کیجئے کہ ہم پر بارش برسا دے۔ آپ ان کے ہمراہ جنگل کو چلے وہ ستر ہزار آدمی تھے بلکہ زیادہ، آپ نے دعا فرمائی کہ الہی ہم پر بارش نازل فرما اور ہم پر اپنی رحمت پھیلا دے، اور دودھ پینے والے بچوں اور چرے والے جانوروں اور نمازی بوڑھوں کے طفیل ہم پر رحم فرما مگر آسمان پہلے سے بھی زیادہ صاف اور آفتاب پہلے سے بھی زیادہ گرم ہو گیا۔ آپ نے اس وقت عرض کیا کہ الہی اگر میری وجاہت آپ کے سامنے گھٹ گئی ہے تو حضرت نبی امی محمد مصطفیٰ ﷺ کے وسیلہ سے التجا کرتا ہوں جنہیں آخر زمانہ میں آپ مبعوث فرمائیں گے ہم پر بارش برسائی جائے۔

وحی آئی کہ اے موسیٰ تمہارا رتبہ میرے نزدیک گھٹا نہیں ہے اور نہ تمہاری وجاہت کم ہوئی ہے لیکن تم میں ایک بندہ ہے جو چالیس برس سے گناہوں کے ساتھ میرا مقابلہ کر رہا ہے، تم لوگوں میں منادی کرو تاکہ وہ شخص تم میں سے نکل جائے، میں نے اسی کے سبب بارش روک رکھی ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا الہی! میں کمزور بندہ اپنی کمزور آواز سے ان سب کو کیونکر مطلع کروں گا حالانکہ لوگ کم و بیش ستر ہزار ہیں۔ حکم ہوا تو آواز دو ہم پہنچا دیں گے۔

چنانچہ آپ نے کھڑے ہو کر ندا کی کہ اے وہ گناہ گار بندے جو چالیس سال سے گناہوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا مقابلہ کر رہا ہے ہمارے درمیان سے نکل جا کیونکہ تیری ہی وجہ سے ہم سے بارش روکی گئی ہے یہ سن کر وہ بندہ گناہ

دیکھئے، جیسے ایک نئی اپنا پیسہ خرچ کرنے کا ارادہ کرے اور اپنے کسی خادم یا نمائندے سے کہے کہ لوگوں کو بلاؤ تو اس وقت لوگوں کو بلانے کا کیا مقصد ہوتا ہے کہ میں اپنے مال کو لٹاتا چاہتا ہوں لہذا لوگوں کو بتا دو۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے بالکل وہی انداز اپنایا اور یہ نہیں فرمایا کہ لوگوں کو بتا دو یا انسانوں کو بتا دو یا بندوں کو بتا دو بلکہ فرمایا نبی عبادی میرے بندوں کو بتا دو۔ لفظ ”میرے“ سے خطاب فرما کر اس میں اور زیادہ حسن پیدا فرمایا ہے۔ سبحان اللہ! کلام میں کیا ہی مزہ پیدا فرمایا ہے۔

اب بتائیے کہ جو اتنا کریم آقا ہو، جو اپنے بندوں کو اطاعات بھجوا رہا ہو، اپنے نبیوں کی زبان سے کہلائے میرے بندوں کو بتا دو کہ میں مغفرتیں کرنے والا ہوں، میں رحمتیں برسانے والا ہوں تاکہ وہ مغفرت و رحمت سے حصہ پاسکیں تو اسکی رحمت کتنی وسیع ہوگی؟ ایسی رحمت سے بھی اگر انسان فائدہ نہ اٹھائے تو یہ انسان کا اپنا قصور ہے بلکہ فرمایا کہ اگر میری رحمت سے فائدہ نہ اٹھائے تو یاد رکھنا وَاَنَّ عَذَابِيْ هُوَ الْعَذَابُ الْاَلِيمُ تو میرا عذاب بھی دردناک ہوگا۔

کیا کوئی آدمی اپنے نافرمانوں کو بھی محبت سے بلاتا ہے؟ کوئی نہیں بلاتا، بلکہ غصہ سے ہی بلاتے ہیں۔ مگر رب کریم کا معاملہ ہی عجیب ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں ہم گنہگاروں کا تذکرہ اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے بڑے عجیب الفاظ میں یوں فرمایا قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ اسْرِفُوا عَلٰى اَنْفُسِهِمْ آپ فرمادیجئے میرے ان بندوں کو جو اپنی جانوں پر ظلم کرتے رہے۔ سبحان اللہ! تذکرہ بھی ان لوگوں کا جو جانوں پر ظلم کرتے رہے، اے پروردگار عالم! آپ کی رحمت پہ قربان جائیں کہ خطاب کرتے ہوئے آپ نے اجنبیت کا احساس نہیں ہونے دیا، آپ نے بے تعلقی کا احساس نہیں ہونے دیا، آپ نے ان سے رُخ نہیں پھیرا اور صرف یہی نہیں کہا کہ بندوں یا لوگوں سے کہہ دو بلکہ فرمایا عِبَادِيَ میرے بندوں سے، کیا فرمادیجئے؟ لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اللہ کی

رحمت سے مایوس نہ ہو جانا۔ إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا اللہ تعالیٰ سب گناہوں کو معاف کرنے والے ہیں إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ وہ تو بڑی مغفرت کرنے والا اور رحمت کرنے والا ہے۔

ہم نے کئے گناہ اس نے نہ کی پکڑ
کتنے بڑے ہیں حوصلے پروردگار کے

اے رب کریم! آپ گنہگاروں کو بھی میرے بندوں کے نام سے خطاب فرما رہے ہیں۔ آپ کی اتنی رحمتیں، آپ کا اتنا کرم، ہم قربان جائیں آپ کی رحمتوں پر، آپ کی بخششوں پر، اور آپ کی عطا پر کہ ادھر سے پیہم گناہ اور ادھر آپ کی رحمت کی طرف سے اصرار کہ اے میرے بندو! اب بھی میرے در پر آ جاؤ اور توبہ کر لو میں تمہاری توبہ کو قبول کر لوں گا۔

زمین کے بوجھ

اس کے برعکس جنوں اور انسانوں میں سے جو نافرمان اپنی نافرمانی پر ڈٹے رہتے ہیں توبہ نہیں کرتے انہیں اللہ رب العزت نے زمین کا بوجھ فرمایا ہے سَنَفْرُغُ لَكُمْ أَيُّهَا الثَّقَلَانُ اور میری زمین کے بوجھو! ہم اپنے آپ کو تمہارے لئے فارغ کر رہے ہیں گویا انسان اگر گناہوں بھری زندگی گزارے گا تو بکرے کی ماں کب تک خیر منائے گی، بالآخر اُسے اللہ رب العزت کے حضور پیش ہونا ہے۔

اگر قارون ایک مرتبہ بھی مجھے پکارتا

۲

حضرت مولانا ابراہیم دہلوی نے مواظظ ابراہیمی میں بحوالہ تفسیر مدارک و تفسیر کشاف لکھا: قارون کے خزانہ کی کنجیاں ساٹھ (۶۰) اونٹ اٹھاتے تھے اور اللہ تعالیٰ نے اسے اتنا عالیشان محل دیا تھا جس کی بلندی ۸۰ گز کی تھی اور اُس محل میں بہت سے سونے کے دروازے تھے۔ ان سب نعمتوں کے باوجود قارون

کو مال کا بہت حرص تھا۔ جب اللہ نے موسیٰ علیہ السلام کو قارون کی طرف بھیجا کہ وہ جملہ مال کا دسواں حصہ زکوٰۃ لیا کرے تو وہ مدے بخل کے غیض و غضب میں آگیا پھر اس نے اتنا بڑا جرم کیا جس کی کوئی مثال نہیں۔

غرض کہ قارون اپنے خوشامدی فریق سے کہتا ہے کہ موسیٰ کو اس طمع کا مزہ چکھو اور کوئی تدبیر ایسی نکالو جس سے وہ ملک میں بدنام ہو اور کوئی اس کی بات تک نہ سنے جس پر تمام حاسدین نے نعرہ ہائے تحسین بلند کئے اور کہاں ہاں بے شک ضرور کوئی ایسی تدبیر ہونی چاہئے۔ چنانچہ اسی وقت ایک فاحشہ عورت کو طلب کیا گیا جسے ایک ہزار اشرفیاں دے کر اس بات پر آمادہ کیا کہ تو (نعوذ باللہ) حضرت موسیٰ علیہ السلام پر زنا کی تہمت لگا اور یہ کہہ کے میرے ساتھ انہوں نے ایسا کیا ہے۔ چنانچہ اشرفیوں کے لالچ میں وہ خبیثہ بھی تیار ہو گئی، جس کے لئے ایک دن مقرر ہوا۔ جملہ قوم بنی اسرائیل کو قارون نے اپنے ہاں کسی تقریب کے بہانے جمع کیا پھر جب ایک بڑا میدان مخلوق سے لبریز ہو گیا تو اس فاحشہ عورت کو بلایا اور پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں اپنے دو ایلچی یہ کہہ کر بھیجے کہ اس وقت ہمارے گھر پر بہت سی مخلوق ایک تقریب کی وجہ سے موجود ہے اور آپ کے ہند و نصائح سننے کے سب مشتاق ہیں آپ مہربانی فرما کر تشریف لائیں اور احکام توریت شریف ہم کو سنائیں۔ اللہ اللہ جب یہ ایلچی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں پہنچے اور قارون کا یہ پیغام پہنچا تو موسیٰ علیہ السلام لبیک کہہ کر ان کیساتھ ہو لئے اور یہاں پہنچ کر مخلوق کے وسط میں ایک ممبر بچھا ہوا تھا اس پر آکر آپ تشریف فرما ہوئے اور احکام توریت جوش و خروش کے ساتھ بیان کرنے شروع کر دیئے۔

اثنائے بیان میں اچانک قارون اٹھا اور اس نے فاحشہ کے ذریعہ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر زنا کی تہمت لگوائی۔ جب آپ نے اس فاحشہ سے پوچھا تو وہ آپ کے حلال کو دیکھ کر صحیح واقعہ بتا دیا تو پھر موسیٰ علیہ السلام نے

اپنا سر سجدہ میں رکھ دیا جس پر اللہ تعالیٰ نے زمین کو آپ کے تابع کر دیا۔ آپ نے زمین کو مخاطب کر کے کہا یا ارض خلیفہ (اے زمین اس کو نگل لے)۔ چنانچہ قارون اپنے ساتھیوں کے ساتھ ٹخنوں تک زمین میں دھنس گیا تو کہنے لگا اے موسیٰ مجھے معاف کر دو تو موسیٰ نے دوبارہ زمین کو حکم دیا اس نے قارون کو رانوں تک پھر سینے تک دبایا یہاں تک کہ قارون پورا کا پورا زمین میں دھنس گیا۔

غرضیکہ وہ سارا کا سارا زمین میں دھنس گیا بایں ہمہ اللہ کی کریمی دیکھنے کہ جب قارون روتا روتا زمین میں دھنس گیا تو موسیٰ علیہ السلام کے نام وحی آئی کہ اے موسیٰ! قارون نے تمہیں ستر بار پکارا مگر تمہیں رحم نہ آیا۔ موسیٰ! ہمیں قسم ہے اپنی عزت اور جلال کی اگر ایک مرتبہ بھی وہ ہمیں پکارتا تو ہم اُسے زمین سے نکال دیتے۔ (عشق الہی)

نوٹ: علامہ سیوطیؒ نے درمنثور میں اس واقعہ کو بڑی تفصیل سے لکھا ہے۔

قارون سے متعلق حضرت بابا فریدؒ کا ایک ملفوظ

اے درویش! جب قارون نلیہ الملعۃ اپنے مال و اسباب کے ساتھ چوتھے طبق زمین میں دھنستے ہوئے پہنچا تو اس جگہ کی مخلوق نے اس سے پوچھا کہ تم کون ہو اور کس گنہ کی سزا میں تم کو زمین کے اندر دھنسیا جا رہا ہے؟ قارون نے جواب دیا کہ میں موسیٰ کی قوم سے ہوں۔ میں نے اپنے مال کی زکوٰۃ نہیں دیا کی، اور خدا کے پیغمبر کے ساتھ ہمسری کا دعویٰ کیا۔ اسی کی وجہ یہ برادری مجھے دیکھنا پڑا۔ جیسے نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام کا نام قارون کی زبان پر آیا، فرشتوں کو حکم ہوا کہ قارون کو اسی جگہ (یعنی چوتھے طبق زمین) رہنے دو، جس نے کہ میرے دوست کا نام زبان سے لے لیا، اب ضروری ہے کہ اس پر میں عذاب نہ کروں۔

جب شیخ الاسلام اس حرف پر پہنچے آنکھیں نم ہو گئیں اور فرمایا کہ اب

درویش! جو شخص کہ ہمیشہ دوست کا نام لیتا رہتا ہے اور اس کی یاد میں مستغرق رہتا ہے، ضروری ہے کہ قیامت کے دن اس کا دامن اس کی مرلہوں سے بھر دیا جائے اور انوار تجلی سے اس کو مشرف کر دیا جائے۔ (ملفوظات بابا فرید صفحہ ۳۸)

۳ فرعون کی سرکشی کے باوجود

حضرت بابا فریدؒ نے ایک اور ملفوظ میں فرمایا:

اے درویش! جب حضرت موسیٰؑ اور ہارون علیہما السلام کو حکم ہوا کہ سرکش فرعون کے پاس جائیں اور اس کو صحیح راستہ پر چلنے کی دعوت دیں تو یہ بھی ہدایت کی گئی کہ اس کو نرمی اور آہستگی سے سمجھائیں کہ اس کو رنج نہ پہنچے اس جگہ حضرت شیخ الاسلامؒ پہنچ کر رونے لگے اور فرمایا کہ جو ذات خدائی کا دعویٰ کرتی ہے اور اپنے کو اقا ربکم الاعلیٰ کہتی ہے، جب کوئی شخص پانچ وقت اس کے سامنے سر بہ سجود ہو کر سبحان ربی الاعلیٰ کہے گا اور اس کی محبت کا دم بھرے گا کیسے نہیں اس کی رحمت کا امیدوار رہے گا۔ بیشک اس کی رحمت کا امیدوار رہنا چاہئے۔ ہرگز ہرگز اس سے ناامید مت ہو اور تم نے جب اپنا فرض ادا کر دیا ہے تو پھر دیکھو مالک تمہارے لئے کیا کرتا ہے۔ (ملفوظات بابا فرید)

خلاصہ: فرعون نے ایک تو خدائی کا خود دعویٰ کیا اور کہا کہ میں سب سے بڑا رب ہوں اللہ تعالیٰ نے پھر بھی اس کو کھلایا پلایا کہ شاید فرعون میرا محبوب بن جائے اور میری رحمت کی چادر میں آجائے اس کے لئے اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام جیسے محبوب نبی کو بار بار بھیجا۔ یہی بات اللہ کی رحمت اور محبت کی دلیل کے لئے کافی ہے۔

نوٹ: علامہ سیوطی نے درمنثور میں اس واقعہ کو بڑی تفصیل سے لکھا ہے۔

۴ دنیا بھر کے گنہگار نیوالے سے اللہ کا محبت بھرا معاملہ

بنی اسرائیل میں ایک آوارہ آدمی تھا جو بُرائی کرنے سے باز نہ آتا تھا۔

بل شہر اس سے تنگ آ گئے، اس کو بُرائی سے ہٹانے میں ناکام ہو گئے۔ چنانچہ سب نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں زلدی کی تو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وحی بھیجی کہ بنی اسرائیل میں ایک آدمہ شخص ہے اسے شہر سے باہر نکل دو تاکہ اس کی وجہ سے شہر پر عذاب نہ آئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام تشریف لائے اور انہوں نے اسے باہر نکل دیا۔ یہ جوان ساتھ دلی ایک بستی میں چلا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو پھر وحی کی کہ اسے اس بستی سے بھی نکل دے۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسے یہاں سے بھی نکل دیا۔ وہ ایک ویرانے میں چلا گیا جہاں نہ کوئی جاندار تھا، نہ سبز پودا، نہ جنگلی جانور اور نہ پرندے تھے۔ اس ویرانے میں وہ پھل ہو گیا، اس کے پاس کوئی مددگار نہیں تھا، وہ مٹی پر گر پڑا اور اپنا سر مٹی پر رکھ لیا اور کہا:

کاش! میری ماں میرے پاس ہوتی، وہ مجھ پر رحم کھاتی؟ میری اس ذلت پر روتی۔

کاش! میرا باپ یہاں ہوتا، میری مدد کرتا، تعاون کرتا۔

کاش! میری بیوی یہاں ہوتی، تو میرے فرق پر روتی۔

کاش! میری لولہ میرے پاس یہاں ہوتی تو میرے جتنے پر روتی اور کہتی اے اللہ! ہمارے مسافر باپ کو معاف فرماؤ جو کمزور، نافرمان اور آدمہ ہے اور شہر سے بستی میں نکل دیا گیا ہے، پھر بستی میں سے ویرانے کو اور آج ویرانے سے یعنی دنیا سے نکل کر آخرت کی طرف ہر چیز سے مایوس ہو کر جا رہا ہے۔ اے اللہ! تو نے مجھے اپنے باپ، لولہ اور بیوی سے دور کر دیا، اب مجھے اپنی رحمت سے دور نہ کر۔ ان کے فرق میں تو نے میرا دل جلیا اب مجھے میری نافرمانی کے باعث دوزخ میں نہ جلا۔

اللہ تعالیٰ نے اس کی ماں کی شکل پر ایک حور بھیج دی، ایک حور کو اس کی بیوی کی شکل پر بھیج دیا اور جنت کے بچے اس کی لولہ کی شکل میں بھیج دیئے

اور ایک فرشتہ اُس کے باپ کی شکل میں بھیج دیا، وہ اس کے پاس بیٹھ گئے اور اس پر روئے۔ اُس نے کہا یہ میرا باپ اور ماں ہے اور یہ میری بیوی اور اولاد ہے، میرے پاس آئے ہیں، اس کا دل خوش ہو گیا اور وہ اللہ تعالیٰ سے جا ملا۔ اب وہ گناہوں سے پاک ہو چکا تھا اور اللہ تعالیٰ نے اسے معاف کر دیا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وحی کی کہ فلاں ویرانے میں فلاں جگہ جاؤ وہاں میرا ایک ولی (دوست) فوت ہو گیا ہے اس کے کفنِ دُھن کا سلسلہ کرو۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اس جگہ تشریف لائے تو اس جوان کو دیکھا جس کو پہلے شہر اور پھر بستی اور پھر بستی سے ویرانے کی طرف اللہ تعالیٰ کے حکم سے نکالا گیا تھا۔ دیکھا تو اس کے گرد حوریں بیٹھی ہوئی ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا اے باری تعالیٰ یہ تو وہی جوان ہے جس کو میں تیرے حکم سے شہر اور پھر بستی سے نکال باہر کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے موسیٰ! میں نے اس پر رحم کیا اور اس کے گناہ معاف کر دیے اس لئے کہ اس جگہ وہ اپنے وطن، والدین، اولاد اور بیوی سے فراق کی حالت میں رویا، مجھے اس کا رونا اور توبہ کرنا ایسا پسند آیا کہ نہ صرف میں نے اس کے گناہوں کو معاف کر دیا بلکہ اسے اپنا دوست بنالیا۔ (کتاب التوہین و مکاشفۃ القلوب)

۵ تیرا رب اتنا مہربان تو میں بھی مسلمان

حضرت ابراہیم علیہ السلام بڑے مہمان نواز تھے ایک مرتبہ ایک مجوسی آیا تو اس سے کہا کہ تو مسلمان ہو جا تو میں تجھے کھانا کھلاؤں گا۔ اُس نے جواب دیا کہ میں مذہب نہیں بدلتا اور اٹھ کر چل دیا۔ پھر اللہ تعالیٰ اس سارے معاملے کو دیکھ رہے تھے کہ ایک مجوسی کا دل ٹوٹا ہے اور وہ اپنی ضرورت پوری کرنے کے لئے ملا ملا پھر رہا ہے۔ اس کے ٹوٹے ہوئے دل پر اللہ کو بڑا پیار آیا کیونکہ حدیث میں آتا ہے لَمَّا عِنْدَ الْمُنْكَسِرَةِ قُلُوبُهُمْ یعنی میں ٹوٹے ہوئے دلوں کے پاس ہوتا ہوں۔ تو مجوسی کی پریشانی کو دور کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے جبرئیل

علیہ السلام کو بھیجا اور کہلویا اے میرے غلیل نافرمان تو میرا تھا ۷۰ سال سے میں نے اس کی روٹی بند نہیں کی اسے کھلایا پلایا۔ اگر آپ بھی ایک وقت کھلا دیتے تو کیا حرج تھا۔ اس کو واپس بلا کر کھانا کھلائیے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام بھاگے بھاگے اس مجوسی کے پاس گئے اور کھانا کھانے کی دعوت دی۔ اس نے کہا ارے ابراہیم اب کیا ہو گیا؟ پہلے تو منع کیا تھا اور اب خود بلا رہے ہو۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے وحی جبرئیل کا واقعہ سنا تو اس مجوسی نے فوراً کہا ارے ابراہیم تیرا رب اتنا مہربان تو میں بھی مسلمان۔
(احیاء العلوم جلد ۴، منہاج القاصدین، مفتاح العارفین صفحہ ۱۹۶، رسالہ قشیریہ صفحہ ۳۰۴)

۶ گنہ کی دعوت دینے والی سے اللہ کی محبت

ربیع ابن خضیمؓ بڑے اللہ والے تھے۔ کچھ حاسدوں نے ایک عورت کو ایک ہزار درہم دے کر اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ ربیع بن خضیمؓ کو فتنہ میں مبتلا کرے۔ چنانچہ اس نے لَبْتُ بِأَحْسَنَ مَا عِنْدَهَا عَمَدَ لِبَاسٍ زَيْبٍ تَنَ كَيْتُ خَوْشِبُو لُكَايَ اور زیور سے آراستہ ہو کر اپنے حسن کا جلوہ جگانے حضرت ربیعؓ کے سامنے آئی تو آپ نے صرف تین جملے ایسے ادا کئے کہ اس کی زندگی بدل گئی اور مرنے سے پہلے اللہ نے اس کو عابدہ بنالیا۔

☆ آپ نے فرمایا کہ بہن آج تجھے جس حسن پر ناز ہے کیف بکی اس وقت تیرا کیا حال ہوگا جب تیرا چہرہ کسی بیماری کے سبب بگڑ جائے، اس کی رونق ختم ہو جائے اور تو ہڈیوں کا ڈھانچہ رہ جائے۔

☆ آپ نے فرمایا اس وقت تیرا کیا حال ہوگا جب تجھے قبر میں ڈالا جائے گا اور تیرے جسم پر کیڑے چلیں گے جو تیرے گالوں اور تیری ہڈیوں کو نوچ لیں گے اور تو ہڈیوں کا ڈھانچہ بن جائے گی۔

☆ آپ نے فرمایا وہ دن یوں آئے گا کہ جب قبر میں منکر نکیر آئیں گے اور تجھ سے سوال کریں گے۔ آپ نے یہ تین جملے اس درد کے ساتھ ادا فرمائے

کہ وہ بے ہوش ہو کر زمین پر گر پڑی جب ہوش آیا تو اپنے گناہوں پر توبہ کی۔
اللہ نے اسے بہت بڑی عابدہ بتلایا کہ لوگ اس کے پاس دعائیں کرانے آتے
تھے۔ (نزہۃ البساتین حکایت نمبر ۳۵۳ و کرامات اولیاء)

۷ سارنگی بجانے والے کے ساتھ اللہ کا محبت بھرا معاملہ

حضرت جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مثنوی میں ایک چنگ
یعنی سارنگی بجانے والے کا قصہ لکھا ہے کہ یہ سارنگی بجلیا کرتے تھے بہترین
آواز تھی، ہر وقت گانا گارہے ہیں، سارنگی بجارہے ہیں، آواز ایسی کہ بچے اور
جوان، مرد اور عورت ہر وقت گھیرے رہتے ہیں۔ کوئی حلوہ لا رہا ہے، کوئی بریلانی
لا رہا ہے، کوئی کہاب لا رہا ہے، پیسے برس رہے ہیں۔ لیکن جب بڑھے ہو گئے اور
آواز خراب ہو گئی تو ساری دنیا ہٹ گئی، سب لوگ بھاگ گئے کہ توے کی سی
آواز کون سنتا ہے۔ اب کوئی پوچھتا نہیں یہاں تک کہ فاقہ کی نوبت آگئی،
بھوکوں مرنے لگے تب مدینہ پاک کے قبرستان میں جا کر ایک ٹوٹی ہوئی قبر میں
لیٹ گئے اور اللہ تعالیٰ کو اپنا گانا سنانا شروع کیا۔

سارنگی بھی بج رہی ہے اور گانا بھی گا رہے ہیں اور گاتے ہوئے کیا کہہ
رہے ہیں کہ اے اللہ جب میری آواز اچھی تھی تو آپ کے بندے مجھے حلوہ
دیتے تھے، مرد و زن، بوڑھے بچے سب گھیر لیتے تھے۔ اب جبکہ میں بوڑھا
ہو گیا ہوں اور میری آواز خراب ہو گئی ہے تو آپ کی مخلوق نے مجھ سے بے
وفائی کی۔ میں ساری دنیا سے مایوس ہو کر اب آپ کے دروازہ پر آ پڑا ہوں، اس
قبرستان میں آپ کو ہی اپنی آواز سنوں گا۔ اے اللہ اگر بچہ پر فالج گر جائے یا وہ
انگڑا لولا یا اندھا ہو تو ہم نے کہیں نہیں سنا کہ ایسے بچے کو اس کے ماں باپ
نے کہیں پھینک دیا ہو تو اے اللہ آپ نے مجھے پیدا کیا ہے میں جیسا بھی ہوں
آپ ہی کا ہوں اس لئے میں آپ ہی کو سنوں گا آپ ہی میری آواز کے خریدار
ہیں۔ اب آپ کی مرضی چاہے تو چلا دیجئے یا قبر میں سلا دیجئے کیونکہ میں تو

پہلے ہی سے لینا ہوا ہوں اور میرے لئے تو کسی کو قبر بنانے کی بھی ضرورت نہیں۔

بروایت مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ ، اللہ تعالیٰ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خواب میں دکھایا کہ اے عمر! میرا ایک بندہ قبرستان میں لینا ہوا ہے ، گنہگار زندگی ہے ، سارنگی لئے ہوئے ہے اور مجھے رورو کے یاد کر رہا ہے۔ اُسے میرا سلام کہیے اور بیت المال سے اس کا ماہانہ وظیفہ مقرر کر دیجئے اور اس سے کہہ دیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری خراب آواز کو قبول کر لیا ہے اور آئندہ سے تم کو بھیک مانگنے کی گانے بجانے کی ضرورت نہیں ہے۔

مولانا رومیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہر قبر کو جھانکا ، جس قبر میں یہ لینے ہوئے تھے اس میں جھانکا تو یہ کانپنے لگے کیونکہ حضرت عمرؓ کا رعب بہت تھا۔ میرے شیخ نے ان کی ہیبت کے بارے میں سنایا تھا کہ ایک بار حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جا رہے تھے اور صحابہ پیچھے پیچھے چل رہے تھے اچانک کسی ضرورت سے پیچھے مڑ کر دیکھا تو سارے صحابہ گھٹنوں کے بل گر پڑے۔ لہذا پیر چنگی کانپنے لگا۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ڈرو مت ، میں تمہارے لئے اللہ تعالیٰ کا سلام اور پیغام لایا ہوں۔ تمہیں خدائے تعالیٰ نے سلام کہلایا ہے اور یہ فرمایا ہے کہ میں تمہارے لئے وظیفہ مقرر کر دوں۔ ہر مہینہ تم کو سرکاری خزانہ سے وظیفہ ملتا رہے گا۔ اب تم کوئی فکر مت کرو۔ پیر چنگی نے فوراً پتھر اٹھلایا اور سب سے پہلے سارنگی توڑی اور حضرت عمرؓ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا اور کہا کہ اے عمرؓ گولہ رہنا میں آج کی تاریخ سے کوئی نافرمانی نہیں کروں گا۔ جو اللہ مجھ جیسے ناپاک ، روسیہ ، بدکار اور گناہ جانے والے پر اتنی رحمت کر رہا ہے کہ آپ جیسے خلیفہ المسلمین کو ایسی مقدس شخصیت کو جس کے اسلام پر فرشتوں نے خوشیاں منائی تھیں مجھ جیسے نالائق کے پاس بھیج رہا ہے اور سلام

کہلوا رہا ہے اور بیت المال سے میرے لئے وظیفہ بھی مقرر کر لیا میں ایسے اللہ کو کیسے ناراض کروں۔

(تخفیں ذکر ملت لولیا، صفحہ ۲۳۷، نزہۃ البساتین، تجلیات جذب، معارف مشوی و اشرف المواعظ)

۸ ۲۰ سال عبادت ۲۰ سال نافرمانی کرنیوالے شخص کا واقعہ

بنی اسرائیل میں ایک شخص نے بیس سال تک حق تعالیٰ کی عبادت کی اس میں ایک لحظہ بھی گناہ کا مرتکب نہ ہوا۔ پھر بیس سال تک اللہ کی نافرمانی کی اس میں ایک لحظہ بھی اطاعت نہ کی، ایک دن اپنا چہرہ آئینہ میں دیکھا تو سفید بال نظر آئے کہنے لگا بڑھاپا اور عیب پیدا ہو گیا افسوس! قسم ہے تیری عزت کی آئندہ گناہ نہیں کروں گا پھر اسی وقت توبہ کے لئے طہارت کی۔ جب رات ہوئی کہنے لگا الہی میں نے بیس سال عبادت کی اور بیس سال نافرمانی کی اب مجھے یہ معلوم ہو جائے کہ اگر میں تیری جانب پھر رجوع کروں تو تو مجھے قبول کرے گا؟ اس گھر کے ایک جانب سے آواز سنائی دی ہاں! ہم تجھے قبول کر لیں گے تو نے اطاعت کی ہم نے تیرے مقاصد پورے کئے اور نافرمانی کی تو ہم بھی حاصل دے دی اب اگر رجوع کر لے گا تو قبول کر لیں گے۔

(کتب التوہین و نزہۃ البساتین و کرکات لولیا، صفحہ ۲۱۰)

۹ کتنے بڑے ہیں حوصلے پروردگار کے

حضرت مولانا ذوالفقار نقشبندی صاحب دامت برکاتہم نے فرمایا کہ ایک محفل میں بیٹھے بیٹھے اس عاجز کے ذہن میں یہ شعر آیا کہ
ہم نے کئے گناہ تو اس نے نہ کی پکڑ
کتنے بڑے ہیں حوصلے پروردگار کے

واقعی اگر ہم اس بات پر غور کریں کہ ہماری زندگی کیسی گذر رہی ہے اور اس کے باوجود پروردگار نے ہمیں کتنی نعمتوں سے نوازا ہے تو عجیب حیرانی ہوتی

ہے کہ ہماری نافرمانیوں کا یہ حال اور اُس پروردگار کی نوازشوں کا یہ معاملہ۔ کہنے والے نے کیا خوب کہا ہے

جب انسان تیرا کھا کے بھی ترا شکوہ کرے یارب

تعجب ہے کہ اس پر بھی رہے لطف و کرم تیرا

اپنے کریم مالک و پروردگار کی کرم نوازیوں اور اس کی بے شمار عنایتوں کو مد نظر رکھتے ہوئے اگر ہم اپنی حالت کو دیکھیں اور اپنے گناہوں کا جائزہ لیں تو ندامت سے سر جھک جانا چاہئے لیکن افسوس صد افسوس! ہمارے دن ہی نہیں بلکہ مہینے اور سال یونہی غفلت اور بے حسی میں گزر جاتے ہیں۔ یہ تو اس کا کرم ہے کہ اپنے کرم سے ستدی کی چادر سے ہمارے عیبوں کو چھپایا ہوا ہے۔ جس دن بھی ہماری شامت سے وہ چادر ذرا سے بھی ہٹائی گئی تو مخلوق پتھر لے کر دوڑائے گی کوئی اپنے پاس بیٹھنے تک نہیں دے گا۔ اسی لئے ایک عارف فرماتے ہیں اے دوست! جس نے تیری تعریف کی اس نے در حقیقت تیرے پروردگار کی ستدی کی تعریف کی۔

ہمارا حوصلہ

اس کے برعکس ہم اپنی حالت پر غور کریں۔ ہم اگر کسی آدمی کو کوئی کام کہیں، ایک دفعہ، دو دفعہ اور تین دفعہ کہیں اور اس کے باوجود وہ ہماری بات پر کان نہ دھرے تو کتنا غصہ آتا ہے۔ وہ اگر بچہ ہوگا تو اس کی پٹائی کر دیتے ہیں، وہ اگر بیوی ہوگی تو اس سے ناراضگی کا اظہار کرتے ہیں، وہ اگر ملازم ہوگا اسے نوکری سے نکال دیتے ہیں۔ گویا ہمارا یہی حوصلہ ہے کہ دو چار دفعہ کہنے کے باوجود اگر کوئی ہماری بات نہ مانے یا نظر انداز کر دے تو ہمارے غصہ کی انتہا ہو جاتی ہے۔ لیکن قربان جائیں اللہ پر باوجود ہماری سالہا سال کی نافرمانی کے ہمارے عیبوں کو چھپا کر ہمیں کھلاتا پلاتا ہے اور ہماری سنتا بھی ہے۔ میرے دوستو! ایسے رحیم و کریم مالک سے تعلق نہ جوڑنا اس کی محبت کو دل میں نہ بسانا

یہ اپنی ہی نادانی ہے اور اپنا ہی نقصان ہے۔

۱۰ ہندوستان کے ایک بُت پرست کا واقعہ

جب اللہ تعالیٰ کے دریائے رحمت میں جوش آتا ہے تو سو برس کا کافر صرف ولی اللہ نہیں ہوتا سیکندوں میں فخر اولیاء بن جاتا ہے۔ ہندوستان کا ایک کافر اپنے بت کے سامنے نوے سال سے صنم صنم کہہ رہا تھا ایک دن اچانک غلطی سے اس کے منہ سے صمد نکل گیا۔ صمد اللہ کا نام ہے جس کی تفسیر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے یہ فرمائی ہے کہ المستغنی عن کل احد المحتاج الیہ کل احد یعنی صمد وہ ذات ہے جو سارے عالم سے بے نیاز ہو، کسی کی محتاج نہ ہو اور سارا عالم اس کا محتاج ہو۔ بس منہ سے صمد کا نکلنا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا لیلک یا عبدی میں حاضر ہوں اے میرے بندے۔ اس کافر نے اسی وقت بُت کو ڈنڈے مار مار کر توڑ دیا اور کلمہ پڑھا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ اس نے ہندوؤں سے کہا کہ ظالمو! نوے سال تک اس بت کو پکرا لیکن کوئی جواب نہیں آیا۔ آج غلطی سے مسلمانوں کے خدا کا نام منہ سے نکل گیا تو آسمان سے فوراً لیلیک کی آواز آگئی کہ اے میرے بندے میں حاضر ہوں تو ہی مجھ کو چھوڑ کر پتھروں کا پکار رہا ہے جو اندھے، گونگے اور بہرے ہیں۔ (تجلیات جذب)

ایک مجلس میں حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس محبت بھرے واقعہ کو بیان کرنے کے بعد ارشاد فرمایا کہ:

صاحبو! جب ایک بُت پرست کے بھولے سے یلہ کر لینے پر اتنی توجہ ہوتی ہے تو کیا آپ کا یہ خیال ہے کہ خدا تعالیٰ مسلمانوں پر متوجہ نہ ہوں گے۔ اگر وہ خدا کو راضی کرنا چاہیں تو ضرور متوجہ ہوں گے۔ ذرا آپ خدائے لم یزل ولا یزال کو راضی کرنے کا قصد تو کیجئے۔ وہ تو یوں فرماتے ہیں۔

باز آ باز ہر آنچہ ہستی باز آ

گر کافر و کبر و بت پرستی باز آ

ایں درگہ مادرگہ ناامیدی نیست
صد بار اگر توبہ شکستی باز آ

لوٹ تو لوٹ تو جو کچھ بھی ہے لوٹ اگر کافر اور آتش پرست اور بت پرست ہے تو بھی ہماری طرف لوٹ، یہ ہمارا دربار ناامیدی کا دربار نہیں ہے اگر سو بار تونے توبہ توڑی ہے تو بھی ہماری طرف رجوع کر۔

(مواعظ اشرفیہ بحوالہ اشرف الحکایات)

|| عورتوں میں عورت بن کر رہنے والے کی پردہ پوشی کا واقعہ
نصوح نامی ایک شخص تھا جو گورا چٹا اور خوبصورت تھا لیکن اس کی آواز عورتوں کی سی تھی۔ بعض مردوں کی آواز نرم ہوتی ہے حالانکہ وہ دیکھنے میں بھی اچھے خاصے موٹے اور کافی صحتمند ہوتے ہیں لیکن آواز ایسی ہوتی ہے جیسے کوئی ٹیڈی بول رہی ہو۔ غرض نصوح کی آواز بھی عورتوں جیسی تھی اور سونے پر سہاگہ یہ کہ اُس کے گال پر بال نہیں تھے۔ یعنی گال فارغ البال تھے، پیدا ہی نہیں ہوئے تھے۔ بس اس نے شہزادیوں کو بادشاہ کی بیگمات کو نہلانے دھلانے اور مالش کرنے کی نوکری کر لی۔ مردوں کے سامنے برقعہ اوڑھا کرتا تھا لیکن اس میں ذرا سا بھی مردانہ ضعف اور کمزوری نہیں تھی۔

چونکہ یہ مرد تھا اس لئے شہولنی جذبات کے ساتھ شہزادیوں اور بیگمات کی مالش کرتا جس سے انہیں بھی بہت مزہ آتا تھا اسی وجہ سے ان بیگمات نے پرانی خالوں سے مالش کا کام لینا بند کر دیا۔ یہ مالش کرتا اور بعد میں قریب کے ہی ایک جنگل میں جا کر رویا کرتا کہ اے خدا یہ میں کیسی زندگی گزار رہا ہوں اور اگر اسی حالت میں موت آگئی تو آپ کو کیا منہ دکھاؤں گا۔ ادھر توبہ کرتا اور اُدھر مالش کا کام کر کے اپنے نفس کو خوب مزہ لینے کا موقع دیتا۔

مولانا رومیؒ فرماتے ہیں کہ اس کا نفس اس قدر بدمعاش اور خبیث ہو چکا تھا کہ ادھر توبہ کر کے آتا اور اُدھر پھر وہی کام شروع کر دیتا، اس طرح اُس

نے ہزاروں بار توبہ توڑی۔ لیکن ایک دن اللہ تعالیٰ کے جذب کا وقت آگیا۔ دیکھئے جب جذب کا وقت آتا ہے تو راستے خود بخود کھلنے لگتے ہیں۔ ایک دن اسی جنگل میں ایک اللہ والے پہنچے تو یہ اُن کے پاس پہنچا اور کہا ۔

در دعائے خویش مدا یا در

اپنی دعاؤں میں ہم کو بھی یاد رکھئے۔ اُسی وقت اس اللہ والے نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور ان کی دعا ساتوں آسمانوں کو پار کر گئی۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو جذب کر لیا اور غیب سے اس کے لئے ایک راستہ نکالا اور ایک انتظام کیا ۔

حُسن کا انتظام ہوتا ہے

عشق کا یوں ہی نام ہوتا ہے

دعا کرا کے شاہی محل جب واپس آیا تو معلوم ہوا کہ بلا شہ کی بیگمات میں سے کسی بیگم کا ہار گم ہو گیا ہے۔ (تخصیص تجلیات جذب)

بانگ آمد کہ ہمہ عریاں شوید

ہر کہ ہستید از مجوز و از نوید

اعلان ہوا کہ جو بھی بوڑھے اور جوان ہیں سب ننگے ہو جائیں۔

یک بیک را حاجہ جستن گرفت

تا بدید آید گہر دلہ شگفت

ایک ایک کر کے دربان عورت نے تلاش کرنا شروع کیا تاکہ عجیب موتی کا دلہ نظر آجائے۔

آں نصوح از ترس شد در خلوتے

روی زرد و لب کبود از نشیبتے

وہ نصوح خوف سے تنہائی میں چلا گیا (اور) خوف سے (اسکا) چہرہ زرد اور

ہونٹ نیلے تھے۔

پیش چشم خوشتن میدید مرگ

خت می لرزید او مانند برگ

وہ اپنے سامنے موت کو دیکھ رہا تھا، وہ پتے کی طرح بہت لرز رہا تھا۔

(مثنوی معنوی)

جب آٹھ دس لڑکیاں رہ گئیں اور اس کی باری آنے والی تھی تو اس کے دل میں اتنا خوف طاری ہوا کہ بس اللہ تعالیٰ سے دعا شروع کر دی اور رونا شروع کر دیا کہ اے خدا آج اگر میری تلاشی لے لی گئی تو میں مرد ثابت ہو جاؤں گا اور مجھے گردن تک زمین میں گاڑ کر بادشاہ کتوں سے مجھے نچوڑ دے گا اور ہلاک کروا دے گا، اتنی سخت سزا دے گا جو میری برداشت سے باہر ہے لہذا اس کا مضمون سنئے جو یہ خدا سے دعا میں کہہ رہا ہے ۔

اے خدا ایں بندہ را رسوا مکن
گر بدم من بر من پیدا مکن

اے خدا اس بندہ کو رسوا نہ کیجئے آج تنگی تلاشی ہو رہی ہے آج اگر میں پکڑا جاؤں گا تو بادشاہ مجھے موت سے کم سزا نہیں دے گا۔ اے خدا اگرچہ میں نالائق و بدکار ہوں لیکن آج میرا راز آپ چھپا دیجئے، پردہ ستاریت میں مجھ کو پنہا دیجئے اگر آپ نے دامن ستاریت مجھ پر وا نہیں کیا تو آج میری وہ سزا ہوگی کہ تاریخ اس کو یاد رکھے گی۔ دوسرے شعر میں اس نے کہا کہ اب میں ایک وعدہ کرتا ہوں اے خدا کہ جان دے دوں گا لیکن آپ کو ناراض نہیں کروں گا ۔

گر مرا ایں باد ستاری کنی
توبہ کردم من ز ہر نا کردنی

اگر آج آپ نے میری پردہ پوشی کر لی، ستاری کی اور میرا عیب چھپا دیا تو جتنے گناہ میں نے کئے ہیں ان سے توبہ کرتا ہوں کبھی آپ کو ناراض نہیں کروں گا۔ اور اگلے شعر کا مضمون یہ ہے ۔

توبہ کردم حقیقت یا خدا
نظکم تا جاں شود از تن جدا

اگر آپ نے آج مجھ کو معاف کر دیا اور بچا دیا تو میں جان دے دوں گا
اے اللہ مگر گناہ نہیں کروں گا۔ ہے کوئی آج اس مجمع میں جو آج اللہ تعالیٰ کے
خوف سے ہمت کر لے کہ اے خدا ہم جان آپ پر فدا کر دیں گے مگر آپ کو
ناراض نہیں کریں گے نفس کی بات نہیں مانیں گے۔
نہ دیکھیں گے نہ دیکھیں گے انہیں ہرگز نہ دیکھیں گے
کہ جن کو دیکھنے سے رب مرا ناراض ہوتا ہے
اور لذت ملعونہ خبیثہ پر یہ کہیں گے۔
ہم ایسی لذتوں کو قابل لعنت سمجھتے ہیں
کہ جن سے رب مرا اے دوستو ناراض ہوتا ہے
پھر اس نے کہا۔

اے عظیم از ما گناہان عظیم
تو توفیٰ عفو کردن در حریم

اے اللہ تیری عظمت بہت بڑی ہے اگر حرم کعبہ میں بھی ہم سے گناہ
ہو جاتا تو بھی آپ معاف کرنے پر قادر ہیں اور اس جنگل میں مجھ سے جو گناہ
ہوئے تو یہ کوئی چیز نہیں، لہذا اپنی عظمت کے صدقے میں آپ میرے
گناہوں کو معاف کر دیجئے۔

حریم کعبہ میں بھی آپ گناہ کبیرہ معاف کر سکتے ہیں۔ میرے گناہ آپ
کی عظمتوں کے سامنے کچھ بھی نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو رحم آگیا اور اس کو بے
ہوش کر دیا اور اس بے ہوشی میں اللہ تعالیٰ نے اس کو جنت و دوزخ کا معاینہ
کرا لیا۔ اتنے میں ایک عورت کے پاس سے اس کا ہار مل گیا اور اعلان ہو گیا کہ ہار
مل گیا ہار مل گیا۔ یہ بے ہوش پڑا ہوا ہے اب ساری بیگمات اس کو پنکھا جھل
رہی ہیں اپنی پیاری خلامہ کو یعنی حضرت خلام کو پنکھا جھل رہی ہیں اور اس کو
جب ہوش آیا تو سب نے ہاتھ جوڑ کر اس سے معافی مانگی کہ ہم لوگوں کی

نالائق معاف کر دو کہ تم کو اتنی تکلیف ہوئی کہ تم بے ہوش ہو گئیں۔ وہ تو عورت ہی سمجھ رہی تھیں۔
(جلیات جذب و معارف مثنوی)

غرض سب نے نصوح سے معافی مانگی۔ اس واقعہ کے بعد ایک خلامہ آئی وہ کہنے لگی کہ ۔

دعتر شہت ہی خواند بیا
تا سرش شوئی کنوں اے پارسا
بلو شاہ کی لڑکی تجھے بلا رہی ہے، آجا، تاکہ اے نیک و پارسا تو اس کا سر دھو دے۔

جو تو دلا کے نمی خواہد دلش
کہ بمالد یا بشوید با گلش
اس کی دلی خواہش تیرے علاوہ کسی مالش کرنے والے کے بارے میں
نہیں ہے کہ جو مالش کرے یا مٹی سے اس کو نہلائے۔
گفت رو رودست من بیکار شد
وین نصوح تو کنوں بیمار شد
اُس نے کہا جا جا میرا ہاتھ بیکار ہو گیا ہے تیری یہ نصوح اب بیمار ہو گئی
ہے۔

رو کے دیگر بجو اشتاب و تفت
کہ مرا واللہ دست از کار رفت
جلد جلد تیزی سے دوسری کو ڈھونڈ لے کیونکہ خدا کی قسم ہاتھ بیکار ہے
بادل خود گفت کز حد رفت جرم
از دل منے روو آں ترس و کرم
وہ اپنے دل میں کہتا تھا کہ جرم حد سے گزر گیا میرے دل سے وہ ڈر اور
گرمی کہاں جاسکتی ہے۔

من بمردم یکره و باز آدم
من چشیدم تلخی مرگ و عدم
میں ایک بار مرچکا ہوں اور پھر واپس آیا ہوں میں نے موت اور عدم
کی تلخی چکھ لی ہے۔

توبہ کردم حقیقت با خدا
نشدنم تا جاں شود از تن جدا
میں نے اللہ سے حقیقی توبہ کی ہے جب تک جاں جسم سے جدا ہو میں نہ
توڑوں گا۔ (مثنوی معنوی)

۱۲ اللہ تعالیٰ گناہ دیکھتے ہیں مگر غضبناک نہیں ہوتے

کہتے ہیں کہ بنی اسرائیل میں ایک بادشاہ تھا اس کے پاس کسی عابد کا تذکرہ
ہوا بادشاہ نے اسے بلا بھیجا اور منت سماجت کر کے اسے اپنے پاس رکھنے کی
کوشش کی عابد نے کہا بادشاہ سلامت بات تو بہت اچھی ہے مگر یہ بتلائیے کہ
اگر آپ کسی دن مجھے اپنی باندی کے ساتھ خوش طبعی کرتے ہوئے اپنے حرم
سرا میں دیکھ لیں تو کیا ہوگا؟ بادشاہ غضب ناک ہو کر بولا لو بدکار تو میرے گھر
میں ایسی جرات کرے گا عابد کہنے لگا کہ میرا رب کتنا کریم ہے کہ دن میں ستر
گناہ بھی دیکھے تو مجھ پر غضبناک نہیں ہوتا اور نہ ہی اپنے دروازہ سے دھکیلتا ہے
پور نہ ہی مجھے اپنے رزق سے محروم کرتا ہے تو میں اس کا دروازہ کیسے چھوڑ دوں
اور ایسے شخص کے دروازہ پر آپڑوں جو نافرمانی کرنے سے پہلے ہی غضب ناک
ہو رہا ہے اگر جرم کرتے ہوئے دیکھ لے تو نامعلوم کیا کرے یہ کہہ کر اٹھ کر
چل دیا۔ (تنبیہ الغافلین)

حضرت فضیل بن عیاضؒ کے شاہب ہونیکا واقعہ مع مختصر حالات زندگی۔
میرے شیخ عارف باللہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب

دامت برکاتہم نے فرمایا تھا کہ فضیل بن عیاضؒ کسی زمانہ میں ڈاکوؤں کے سردار تھے۔ راستہ سے گذرنے والے قافلوں کو لوٹتے اور جہاں کہیں شادی بیاہ کی تقریبات کا انہیں علم ہوتا وہاں پہنچ کر زیورات، نقدی اور تمام مال و اسباب لوٹ لینا ان کا محبوب مشغلہ تھا۔ ان کا نام سن کر لوگوں پر دہشت طاری ہو جاتی تھی ان کے چہرے پیلے پڑ جاتے تھے۔ اور تو اور مائیں اپنے رونے والے بچوں کو خاموش کرانے کے لئے کہتی تھیں کہ دیکھ فضیل آگیا اور بچے مارے ڈر کے سہم جاتے اور خاموش ہو جاتے تھے۔

ایک رات وہ ڈاکہ ڈالنے ایک مکان کے اندر داخل ہوئے تہجد کا وقت تھا، مالک مکان نماز تہجد میں سورہ حدید کی قرات کر رہا تھا، جس وقت فضیل وہاں پہنچے اُس وقت یہ آیت پڑھی جا رہی تھی:

اَلَمْ يَأْنِ لِلَّذِينَ اٰمَنُوْا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ

(الحلید ۵۷: ۱۶)

کیا اہل ایمان کے لئے وہ وقت نہیں آیا کہ ان کے قلوب اللہ کے ذکر سے خوف کھا کر جھک جائیں۔

اس آیت کا اُن کے قلب پر ایسا اثر ہوا جیسے کسی نے تیر مار دیا ہو۔ انہوں نے اظہارِ افسوس کرتے ہوئے اپنے آپ سے کہا کہ یہ غارت گری کا کھیل کب تک جاری رہے گا اب وہ وقت آچکا ہے کہ ہم اللہ کی راہ پر چل پڑیں۔ یہ کہہ کر زار و قطار روتے رہے۔ اپنے تمام ساتھیوں کو جمع کر کے کہا کہ اس کام سے اب میں توبہ کرتا ہوں کیونکہ میں نے اللہ کے کلام سے نصیحت حاصل کر لی ہے۔ اب میں تمہارے کام کا نہیں رہا۔ یہاں سے میرا اور تمہارا راستہ الگ الگ ہو چکا ہے۔ لہذا جس جس کا جو مالی حق ان کے ذمہ تھا یعنی جس جس کا مال انہوں نے لوٹا تھا اسے واپس کیا اور جہاں واپس نہ کر سکے ان اہل حقوق کے پیر پکڑ کر اور رو رو کر معاف کروالیا۔ (نعت الانس و تذکرۃ اولیاء و مرآۃ الاسرار)

خاک کا سونا بن جانا

سب نے تو معاف کر دیا لیکن ایک یہودی نے معاف کرنے سے انکار کر دیا اور یہ شرط پیش کی کہ اگر تم سامنے والی پہاڑی کو یہاں سے ہٹا دو تو میں معاف کر دوں گا۔ چنانچہ آپ نے اس کی مٹی اٹھانی شروع کر دی اور ایک دن ایسی آندھی آئی کہ وہ پوری پہاڑی اپنی جگہ سے ختم ہو گئی۔ یہودی نے یہ دیکھ کر اپنے قلب سے آپ کی معاندت ختم کر دی اور عرض کیا کہ میں نے یہ عہد کیا تھا کہ جب تک تم میرا مل واپس نہیں کرو گے میں معاف نہیں کروں گا لہذا اس وقت میرے تکیہ کے نیچے اشرفیوں کی ایک تھیلی رکھی ہوئی ہے وہ آپ اٹھا کر مجھے دیدیں تاکہ میری قسم کا کفارہ ہو جائے۔ چنانچہ وہ تھیلی اٹھا کر آپ نے اس کو دے دی۔

اس کے بعد اس نے یہ شرط پیش کی کہ پہلے مجھے مسلمان کر لو پھر معاف کروں گا اور آپ نے کلمہ پڑھا کر اس کو مسلمان کر لیا۔ اسلام لانے کے بعد اس نے بتایا کہ میرے مسلمان ہونے کی وجہ یہ ہے میں نے توراۃ میں پڑھا تھا کہ اگر صدق دلی سے تائب ہونے والا خاک کو ہاتھ لگا دیتا ہے تو وہ سونا بن جاتی ہے لیکن مجھے اس پر یقین نہیں تھا اور آج جبکہ میری تھیلی میں مٹی بھری ہوئی تھی اور آپ نے جب مجھ کو دی تو واقعی اس میں سونا نکلا اور مجھے مکمل یقین ہو گیا کہ آپ کا مذہب سچا ہے۔ (تذکرۃ الاولیاء)

ایک مرتبہ آپ کا ایک قافلہ پر گذر ہوا۔ قافلہ والے آپس میں کہہ رہے تھے کہ ان اطراف میں فضیل نام کا ایک رہزن ہے اس کا خوف ہے۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا کہ تجھ کو مبارکباد ہو اس نے توبہ کر لی ہے اور وہ اب تم لوگوں سے ایسا ہی ڈرتا ہے جیسے تم اس سے ڈرتے ہو۔ اس کے بعد آپ کوفہ گئے اور امام صاحبؒ کی خدمت میں چندے مقیم رہے۔ وہاں سے خواجہ حسن بھریؒ سے بیعت کے خیال سے بصرہ آئے مگر خواجہ صاحب کا وصال ہو چکا تھا اس لئے

خواجہ عبدالواحدؒ سے بیعت ہوئے۔
(ہدیٰ مشائخ چشت)
اسی طرح بزرگانِ دین کی خدمت میں رہ کر آپ نے مجاہدات کے ذریعہ
سے اپنے نفس کا تزکیہ کر دیا اور پھر عبادات و ریاضات کے ذریعہ ترقی کے منازل
و مدارج اس حد تک طے کئے کہ آج شجرہٴ چشتیہ میں بھی آپ کا نام آتا ہے۔
☆ بعض کہتے ہیں کہ ان کی توبہ کا سبب یہ ہوا کہ ان کو ایک لڑکی
سے عشق ہو گیا تھا ایک مرتبہ دیوار پر چڑھ کر اس کے پاس جا رہے تھے کہ
کانوں میں تلاوت قرآن کی آواز آئی:

اَلَمْ يَأْنِ لِلَّذِينَ اٰمَنُوْا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ

(الحلید ۵۷: ۱۶)

کیا اہل ایمان کے لئے وہ وقت نہیں آیا کہ ان کے قلوب اللہ کے ذکر
سے خوف کھا کر جھک جائیں۔

فضیل بن عیاض کے کان میں یہ آواز پڑی تو ان کے دل پر ایسا اثر ہوا
کہ وہیں سے کہا بلیٰ قد ان یارب بلیٰ قد ان یارب ہاں لے میرے رب وقت
آگیا ہے ہاں میرے رب وقت آگیا ہے پکارتے ہوئے واپس لوٹ آئے۔

(مرآۃ الاسرار صفحہ ۳۶۱)

حضرت فضیلؒ کے بچے کا سول؟

حضرت فضیلؒ ایک مرتبہ اپنے بچے کو آغوش میں لئے ہوئے پیار
کر رہے تھے کہ بچے نے سول کیا کہ کیا آپ مجھے اپنا محبوب تصور کرتے ہیں؟
فرمایا بیشک، پھر بچے نے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ کو بھی آپ محبوب سمجھتے ہیں؟
جواب دیا ہاں۔ تو اس نے کہا کہ ایک قلب میں دو چیزوں کی محبوبیت کیسے جمع
ہو سکتی ہے؟ یہ سنتے ہی آپ نے بچے کو اپنی آغوش سے اُٹار دیا اور مصروف
عبادت ہو گئے۔
(تذکرۃ الاولیاء)

آپؐ کے بچے پر خوفِ الہی کا غلبہ

ایک دفعہ کسی قاری نے بہت خوش الحانی کے ساتھ آپؐ کے سامنے کوئی آیت تلاوت کی تو فرمایا کہ میرے بچے کے نزدیک جا کر تلاوت کرو لیکن سورۃ القادحہ ہرگز مت پڑھنا کیونکہ خشیتِ الہی کی وجہ سے وہ ذکرِ قیامت سننے کی استطاعت نہیں رکھتا۔ یہ بات قاری کو یاد نہ رہی اور انہوں نے اور سورتوں کے بعد اس سورۃ کی بھی قرأت کی جسے سن کر آپؐ کے صاحبزادے کی جان نکل گئی۔
(تذکرۃ الاولیاء)

آپؐ کا اسم گرامی ابوعلی فضیل بن عیاضؑ ہے۔ آپ سرقد میں پیدا ہوئے اور ۸۷ھ میں مکہ مکرمہ میں وفات پائی۔ (نجات الانس)
حضرت عبداللہ بن مبارکؑ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت فضیلؑ کی موت کے وقت ارض و سما، حین و ملال میں غرق تھے۔
(مرآۃ الاسرار)

۱۳ قیامت کا دن اور رحمتِ الہی

قیامت کے دن جب آدمی کا نامہ اعمال وزن کیا جائے گا تو (جو شخص) بوجہ بھاری ہونے پہلے گناہ کے مستحقِ دوزخ ہوگا۔ (اس کے لئے) حکم ہوگا اِنطَلِقُوا بِعَبْدِي اِلَى النَّارِ یعنی اے فرشتو! میرے اس بندہ کو دوزخ کی طرف لے جاؤ۔ یہ شخص اس بات کو سن کر کہے گا مَا اَنْصَفْتَ رَبِّي یعنی اے میرے رب تو نے میرے ساتھ انصاف نہیں کیا کیونکہ قرآن پاک میں جو تو نے چھانک تیرا کیا تھا یعنی بسم اللہ کا، اس میں تیرے اسم ذات کے بعد صفتِ رحیمہ اور کریمہ بھی تو ہے اگر وہ صفت آج ہمارے گنہگاروں کے کام نہ آئے گی تو پھر وہ کس دن کے لئے ہے۔ پھر اس کا یہ کہنا ہوگا اُھو دریاۓ رحمت جوش میں آئے گا اور حکم ہوگا صَلِّفْ عَبْدِي اے میرے بندے تو نے ٹھیک کہا۔ پھر ارشاد ہوگا اِنطَلِقُوا بِعَبْدِي اِلَى الْجَنَّةِ یعنی اے فرشتو! میرے بندہ کو جنت میں لے جاؤ۔

حضرت مالک بن دینار کے تائب ہونے کا واقعہ مع مختصر حالات زندگی

۱۵ حضرت مالک ابن دینار سے کسی نے ان کے توبہ کرنے کا سبب پوچھا تو فرمایا کہ میں ایک شرابی آدمی تھا جو ہر وقت شراب کے نشہ میں ڈوبا رہتا۔ میری ایک چھوٹی سی بیٹی بھی تھی جسے میں بہت چاہتا تھا وہ پاؤں پاؤں چلتے ہوئے میرے پاس آتی اور مجھ سے شراب چھین کر میرے کپڑوں پر گرا جاتی۔ لیکن جب وہ دو برس کی ہوئی تو اس کا انتقال ہو گیا۔ اس کے صدمہ سے میری حالت بہت خراب ہو گئی۔ نصف شعبان گزر چکا تھا۔ ایک دن اتفاق سے جمعہ کی شب تھی میں شراب پی کر سو رہا تھا، عشا کی نماز بھی نہیں پڑھی تھی خواب میں دیکھا کہ حشر برپا ہے اور لٹل قبور قبروں سے نکل نکل کر آرہے ہیں، میں بھی ان کے ساتھ ہوں۔

مجھے اپنے پیچھے کچھ کھسکاہٹ سی معلوم ہوئی۔ میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو ایک بہت بڑا کالا سانپ میری طرف منہ کھولے دوڑا ہوا آرہا ہے میں خوف کے مارے اس کے آگے آگے بھاگا جا رہا ہوں۔ راستہ میں مجھے ایک بوڑھا آدمی سفید کپڑے پہنے اور خوشبو لگائے ہوئے ملا میں نے ان سے گریہ و زاری کی کہ مجھے اس سانپ سے بچا دیجئے۔ انہوں نے فرمایا کہ میں ضعیف آدمی ہوں اور یہ مجھ سے زیادہ زور آور ہے اس لئے میں تمہیں اس سے نہیں بچا سکتا لیکن تم ڈرو نہیں آگے جاؤ ہو سکتا ہے اللہ تعالیٰ تمہاری نجات کا کوئی سبب پیدا کر دے۔ سن کر میں اور زیادہ تیز بھاگا اور ایک اونچے ٹیلے پر چڑھ گیا وہاں سے دوزخ کی لپیشیں اور ان کے طبقے نظر آنے لگے۔

قریب تھا کہ دوڑتا ہوا میں دوزخ میں گر جاتا اتنے میں غیب سے آواز آئی کہ پیچھے ہٹ تو دوزخی نہیں ہے۔ یہ سن کر مجھے کچھ اطمینان سا ہوا اور میں واپس لوٹا تو دیکھا کہ وہ سانپ بھی میرے پیچھے ہی لوٹا آیا ہے۔ واپس لوٹا تو پھر وہی بوڑھے صاحب راستہ میں ملے میں نے ان سے کہا کہ میں یہ چاہتا تھا کہ

آپ مجھے اس سانپ سے بچاویں لیکن آپ نے قبول نہیں کیا تو یہ سن کر وہ رونے لگے اور فرمایا میں خود کمزور اور ناتوان ہوں۔ پھر انہوں نے کہا کہ تم اس پہاڑ پر جاؤ، وہاں مسلمانوں کی لمانتیں جمع ہیں، اگر تمہاری بھی کوئی شے بطور لمانت رکھی ہوگی تو اس سے امداد مل جائے گی۔

میں اس پہاڑ کی طرف دوڑا وہ ایک گول پہاڑ تھا جس میں بہت سے دروازے بنے ہوئے تھے اور ان پر ریشمی پردے پڑے ہوئے تھے اور ہر دروازہ کی دونوں چوکھٹیں سونے کی یا قوت اور موتی جڑے ہوئے۔ جب میں قریب پہنچا تو پردے اٹھا دئے گئے دروازے کھول دیئے گئے۔ وہاں بہت سارے چھوٹے بچے تھے ان ہی میں میری بچی بھی تھی مجھے دیکھتے ہی ہائے ابا کہتی ہوئی میرے پاس آئی ایک ہاتھ سے مجھے پکڑ کر ایک نورانی مکان میں لے گئی اور دوسرے ہاتھ سے سانپ کو ڈر لیا تو وہ فوراً واپس چلا گیا۔ پھر اس نے مجھے بٹھا لیا اور خود میری گود میں بیٹھ گئی اور میری داڑھی پر ہاتھ مل کر کہا

اَلَمْ يَأْنِ لِلَّذِينَ اٰمَنُوْا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ

(الحجید ۵۷: ۱۶)

کیا اہل ایمان کے لئے وہ وقت نہیں آیا کہ ان کے قلوب اللہ کے ذکر سے خوف کھا کر جھک جائیں۔

اس پر میں رونے لگا میں نے پوچھا کہ بیٹی کیا تم یہاں قرآن شریف بھی سیکھتی ہو؟ کہا کہ ہم آپ ہی سے سیکھتے ہیں۔ میں نے کہا اچھا یہ تو بتاؤ کہ یہ سانپ جو مجھے کھانے کو آتا تھا یہ آخر کیا بلا تھی؟ کہا یہ آپ کی بد فعلیوں اور بد اعمالیوں کا نتیجہ تھا، آپ نے ہی اسے بڑھا بڑھا کر اتنا قوی کر دیا تھا کہ آپ کو دوزخ میں جھونکنا چاہتا تھا۔

پھر میں نے پوچھا وہ بوڑھے صاحب کون تھے جن کے کہنے پر میں یہاں آیا؟ کہا ابا وہ آپ کے نیک اعمال تھے۔ آپ نے انہیں اس قدر ضعیف، کمزور

اور ناتواں کر رکھا تھا کہ ان کے پاس بد اعمال کا مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں تھی۔ پھر میں نے پوچھا کہ اس پہاڑ پر تم کیا کرتی ہو؟ کہا، ہم سب مسلمانوں کے بچے ہیں۔ آپ لوگوں کے آنے کا قیامت تک انتظار کرتے رہیں گے تاکہ سفارش کر سکیں۔ تھوڑی دیر بعد میری آنکھ کھلی تو میں گھبرایا۔ صبح ہوئی تو جو کچھ میرے پاس تھا دے دلا دیا اور اللہ کے سامنے توبہ کی۔ بس یہی میری توبہ کا باعث ہوا۔

میرے دوستو! اللہ تعالیٰ بندوں سے کتنی محبت کرتے ہیں اس کی بہت سی دلیلیں بندہ پیش کر چکا ہے اور یہ واقعہ بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ آپ حضرات غور فرمائیں ایک شخص زندگی بھر شراب پیتا رہا، اللہ اس کی نافرمانیوں کو دیکھتے رہے، اس کے باوجود اللہ نے اس شخص کو اپنا محبوب بنانے کے لئے اس کو بچی کو ذریعہ کے طور پر استعمال کیا۔ کیا یہ دلیل نہیں ہے کہ اللہ اپنے بندوں سے محبت کرتے ہیں؟ اللہ تعالیٰ شرابی جیسے گنہگار کو اپنا دوست بنا سکتا ہے تو چھوٹے چھوٹے گناہوں میں مبتلا ہو جانے والے رحمت الہی سے مایوس کیوں ہو جائیں، کیا اللہ انہیں اپنا دوست نہیں بنا سکتا!

آپ کے تابع ہونے کے دوسرا واقعہ

حضرت مالک ابن دینار حضرت حسن بصریؒ کے ہم عصر ہیں۔ آپ کے تابع ہونے کا واقعہ اس طرح بھی بیان کیا جاتا ہے کہ ایک رات شراب پی کر آپ گانے بجانے کی محفل میں مشغول تھے اور جب سو گئے تو طنبورے سے آواز آئی یا مالک ان لا تتوب؟ یعنی اے مالک کیا حال ہے کب تک توبہ نہ کرو گے؟ اس وقت آپ نے گناہوں سے ہاتھ کھینچ لیا اور حضرت امام حسن بصریؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر توبہ کی پھر مجاہدات کئے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے آپ کو اعلیٰ مقام ولایت پر فائز فرمایا۔

دیندار نام پڑنے کی وجہ

ایک مرتبہ آپ کشتی میں سفر کر رہے تھے اور منجند محل میں پہنچ کر جب ملاح نے کرلیہ طلب کیا تو فرمایا کہ میرے پاس دینے کو کچھ بھی نہیں ہے۔ یہ سن کر اس نے بدکلامی کرتے ہوئے کہا کہ اگر تم نے کرلیہ لیا تو دریا میں پھینک دوں گا۔ اس وقت اچانک کچھ مچھلیاں منہ ایک ایک دیندار دبائے پانی کے اوپر کشتی کے پاس آئیں اور آپ نے ایک مچھلی کے منہ سے دیندار لے کر کرلیہ لیا۔ ملاح یہ حل دیکھ کر قدموں میں گر پڑا اور آپ کشتی سے دریا پر اتر گئے اور پانی میں چلتے ہوئے نظروں سے اوجھل ہو گئے۔ اسی وجہ سے لفظ دیندار آپ کے نام کا حصہ بن گیا۔ (تذکرۃ الاولیاء)

آپ کی مناجات

ایک موقع پر آپ نے مناجات کرتے ہوئے فرمایا:

اللہی، میرے مالک، میری سرگوشیوں کا مددگار اور اے میری پیاریوں سے واقف! آپ کا فرمان آپ کے فضل اور احسان کے ساتھ سبقت لے گیا ہے، آپ کا ارشاد ہے يُجِبُّهُمْ وَيُجِبُّونَهُ (المائدہ: ۵۴) اللہ تعالیٰ ان سے محبت کرتا ہے اور وہ اللہ سے محبت کرتے ہیں۔

یا اللہ! محبت اپنے حبیب کو عذاب نہیں دیتا لہذا آپ مالک کے بڑھاپے کو دوزخ پر حرام کر دیں۔ اللہی! آپ کو جنتی اور دوزخی کا علم ہے، مالک بن دیندار کس میں کا ہے اور مالک کا گھر کونسا ہے، (یہ جنت میں جائے گا یا دوزخ میں کچھ پتہ نہیں)۔

اسی طرح سے صبح ہونے تک وہ اللہ تعالیٰ سے مناجات کرتے رہتے اور صبح کی نماز عشاء کے وضو سے لیا فرماتے تھے۔ (اللہ تعالیٰ ان پر رحمت نازل فرمائے)۔ (حلیہ ابو نعیم و آنسوؤں کا سمندر)

۱۶

چار سو سال تک بُت پوجنے والے کا واقعہ

حضرت موسیٰ علیٰ نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ مبارک میں بنی اسرائیل میں ایک بت پرست تھا جس نے چار سو برس تک بت پرستی کی تھی کبھی تانہ نہیں کیا۔ بت کے قدموں میں سر ڈالے رکھتا ایک دن اُسے بخار آیا تو دوڑا ہوا گیا اور بت کے قدموں میں سر رکھ کر کہا تو میرا خدا ہے اور میرا پروردگار ہے مجھ سے یہ بت (بخار) دور کر دے۔ دیر تک اس سے کہتا رہا، پھر اسے کیا جواب دیتا جب بہت دیر ہو گئی اور بخار میں بھی تیزی آگئی تو اٹھ کر بت پر ایک لات ماری اور کہا تو میرا پروردگار نہیں اور مندر سے نکل کر چلا۔

راستہ میں اسے ایک مسجد نظر آئی تو اس میں جا کر آواز دی کہ اے موسیٰ کے خدا! تو ہر طرف سے لیک یا عبدی لیک یا عبدی کی آواز آئی یعنی اے میرے بندے میں حاضر ہوں اے میرے بندے میں حاضر ہوں۔ مروی ہے کہ لیک کی یہ آواز ستر بار بلا واسطہ اس نے سنی۔ بت پرست خیران تھا کہ چار سو برس تک اس نے بتوں کے قدموں سے اپنا سر نہیں اٹھایا اور کبھی ان سے اپنی کوئی حاجت طلب نہیں کی تھی اور جب ضرورت پر طلب کی تو بتوں کی طرف سے کوئی جواب نہ ملا۔ اس کے برعکس موسیٰ کے خدا کو صرف ایک بار پکارا تو اس نے ستر بار میری پکار کا جواب دیا اُس کے دل نے گواہی دی کہ حقیقت میں یہی خدا ہے لہذا اس نے کہا اے میرے سچے معبود! مجھ سے بخار کو دور کر دے۔ اتنا کہنا تھا کہ بخار جاتا رہا۔ یہ شخص وہاں سے سیدھا موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا اے موسیٰ! کوئی شخص چار سو برس تک دم بھر کے لئے بتوں کے قدموں سے اپنا سر نہ اٹھائے لیکن پھر اسے ترک کر دے اور بیزار ہو جائے تو آپ اس کے حق میں کیا فرماتے ہیں۔ یہ سن کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے چہرہ مبارک پر غصہ کے علامات ظاہر ہوئے تو بت پرست بھاگا اور بار بار پیچھے مڑ مڑ کر دیکھتا جاتا تھا کہ شاید موسیٰ علیہ السلام باعتماد کرم الہی مجھ کو

واپس بلوائیں۔ جب دور چلا گیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر وحی نازل ہوئی کہ اے موسیٰ! جلد جا کر میرے بندہ سے ملو اور اس سے کہو کہ چار سو برس تو کیا اگر چار ہزار برس بھی بت پرستی کرتا پھر اُن بتوں سے ناامید ہو کر مجھ کو ایک ہی بار پکارتا تو میں بمقتضائے کرم و رحم ستر بار تجھ کو بلا واسطہ جواب دیتا اور تو جو حاجت چاہتا پوری کرتا۔ غرض حضرت موسیٰ علیہ السلام اس کے پیچھے ننگے پاؤں دوڑے اور بلایا کہ آتیری توبہ قبول اور ایمان قبول ہو۔

حکم خداوندی یہ ہوا ہے کہ اگر چار سو برس کیا چار ہزار برس تک بت پوجتا اور اپنا سر اس کے قدموں میں ڈالے رکھتا پھر جب اس نے ناامید ہو کر ہماری بارگاہ عالی پر آتا اور ایک بار پکارتا تو ستر بار ہم بلا واسطہ جواب دیتے اور جو حاجت ہوتی پوری کرتے، فقط۔

حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کی اس حکایت کو سن کر حاضرین زار زار روتے تھے اور شور مچا رہے تھے۔ میں فرطِ گریہ سے بے حال تھا اور کچھ باتیں فرمائیں جو سمجھ میں نہ آئیں۔ پھر اپنے آپ کو سنبھال کر لوہر متوجہ ہوا تو فرمایا ہمارا مالک کریم و رحیم ہے فرماتا ہے مَبْقٰتُ رَحْمَتِيْ عَلٰی غَضَبِيْ پس جب رحمت غالب ہوئی تو غضب دب گیا، پھر فرمایا اس نے جان دی نعمت ایمان عطا کی ذوقِ ایمان بخشا و ان تعدوا نعمۃ اللہ لا تحصوها ایسے خدا کو کون بھولے اور جس نے چار سو سال بت پوجا اس کو محروم نہ فرمایا تو اگر مسلمان کلمہ گو معاصی سے توبہ کرے تو وہ رحیم و کریم ضرور قبول فرمائے گا۔ پھر یہ آیت شریفہ پڑھی ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ و یغفر ما دون ذالک لمن یشاء بے شک اللہ تعالیٰ شرک نہیں بخشتا اور اس کے سوا سب گناہ بخشتا ہے جس کو چاہتا ہے۔ (جوامع الکلم)

۱۷ [] بنی اسرائیل کے ایک گنہگار کیساتھ اللہ کا محبت بھرا معاملہ

حضرت کعب احبار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بنی اسرائیل میں سے ایک شخص ایک فاحشہ عورت کے پاس گیا اور وہاں سے نکل کر غسل کے واسطے

ایک نہر میں گھسا۔ پانی نے اسے آواز دی کہ اے شخص تجھے شرم و حیا نہیں ہے کہ تو نے توبہ نہیں کی تھی کہ میں کبھی ایسا نہیں کروں گا۔ وہ شخص پانی میں سے گھبرایا ہوا نکلا اور کہتا جاتا تھا کہ میں نے ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی ہے۔ چنانچہ ایک پہاڑ پر پہنچا جہاں بارہ آدمی عبادت میں مشغول تھے۔ وہ شخص بھی ان ہی لوگوں کے ساتھ رہا حتیٰ کہ وہاں قحط واقع ہوا تو وہ لوگ گھاس اور چارہ کی تلاش میں اس شہر پر آئے۔

جب نہر کے پاس جانے لگے تو اس شخص نے کہا میں تمہارے ہمراہ نہیں جاؤں گا۔ انہوں نے کہا کیوں؟ کہا وہاں میرے گناہ کا جاننے والا ہے، اس سے مجھے شرم آتی ہے۔ چنانچہ وہ لوگ اسے چھوڑ کر آگے بڑھے۔ نہر نے آواز دے کر کہا اے عابدو! تمہارے ساتھی کا کیا ہوا؟ انہوں نے کہا وہ کہتا ہے کہ یہاں ایک اس کے گناہ کا جاننے والا ہے، اس سے شر ماتا ہے کہ کہیں اسے دیکھ نہ لے۔ کہنے لگا سبحان اللہ! اگر تم سے کوئی اپنے اولاد یا عزیز قریب سے غصہ ہوتا ہے پھر وہ اپنے فعل سے باز آجائے اور توبہ کر لے تو کیا پھر اس سے محبت نہیں کرنے لگتا ہے؟ تمہارے ساتھی نے بھی توبہ کی اور میری پسند کا کام کرنے لگا۔ اب میں بھی اسے دوست رکھتا ہوں، اسے لے آؤ اور یہ خبر کر دو اور میرے کنارے اللہ کی عبادت کرو۔

ان لوگوں نے اسے خبر کی وہ بھی ان کے ساتھ نہر کے کنارے پر آیا اور عبادت میں مشغول رہا۔ ایک طویل زمانہ تک وہ لوگ وہیں مقیم رہے پھر اس شخص کا انتقال ہو گیا تو نہر نے آواز دی اے عابدو! اے خدا کے بندو اس کو میرے ہی پانی سے غسل دے کر میرے ہی کنارے پر دفنؤ تاکہ قیامت میں بھی میرے پاس سے اُٹھے تو ان لوگوں نے ایسا ہی کیا۔ پھر سب نے کہا چلو آج رات اس کی قبر کے پاس سوئیں اور صبح اُٹھ کر چلیں گے۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ جب صبح قریب ہوئی تو ان سب کی آنکھ لگ گئی۔ بیدار ہو کر دیکھا تو

اس کی قبر پر بارہ سرو کے درخت کھڑے ہیں۔ پہلا سرو اس کے سر کے قریب پیدا ہوا۔ انہوں نے آپس میں کہا یہ سرو اللہ تعالیٰ نے اس لئے پیدا کئے ہیں کہ ہم یہیں رہیں۔ پھر انہوں نے وہیں اقامت اختیار کی اور عبادت میں مشغول ہو گئے۔ جب ان میں سے کوئی مرجاتا تو اسی کے پہلو میں دفن دیتے تھے کہ وہ تمام مر گئے۔ بنی اسرائیل ان کی زیارت کو جلیا کرتے تھے۔

(نزہۃ المساکین صفحہ ۲۵۴، کرات اولیاء صفحہ ۲۳۷ و کتب التوہین ابن قدامہ)

۱۸ مالک بن دینار کے پڑوسی کا واقعہ

حضرت مالک بن دینار بیان کرتے ہیں کہ ہمارے پڑوس میں ایک آدمی تھا جو گناہوں کا عادی تھا میرے پاس بعض دوسرے پڑوسی اس کی شکایت لے کر آئے۔ ہم اس آدمی کے پاس گئے اور اس سے کہا کہ آپ کے پڑوسیوں کو آپ سے شکایت ہے، اگر آپ نے اپنی روش نہیں بدکنی تو آپ اس محلہ سے کہیں اور چلے جائیں۔ اس نے جواب دیا کہ کیوں جاؤں میں اپنے مکان میں رہتا ہوں۔ ہم نے اس سے کہا کہ تم اپنا مکان بیچ دو۔

اس نے کہا میں اپنا مکان بھی نہیں بیچوں گا۔ ہم نے کہا کہ پھر ہم تمہاری شکایت بلاشاہ کے پاس کریں گے۔ اس نے کہا کہ اس سے میرا کیا بگڑے گا، میں خود بلاشاہ کے خاص لوگوں میں سے ہوں۔ ہم نے کہا کہ اچھا پھر ہم اللہ سے تمہارے لئے بددعا کریں گے۔ اس نے کہا کہ اللہ تو تم سے بھی زیادہ مجھ پر رحم کرنے والا ہے۔ مالک بن دینار کہتے ہیں کہ جب رات ہوئی تو میں نے وضو کر کے نماز پڑھی اور اس کے لئے بددعا کرنے لگا تو اچانک میں نے ایک غیبی آواز سنی کہ کوئی کہہ رہا ہے کہ اس کے لئے بددعا نہ کر، وہ تو اولیاء اللہ میں سے ہے۔

میں حیران ہو گیا اور اس کے گھر کے دروازے پر جا کر دستک دی وہ گھر سے نکلا۔ اس کا خیال تھا کہ شاید میں اس کو محلہ سے نکالنے آیا ہوں، اس لئے وہ

بڑی لجاجت کے ساتھ عذر خواہی کرنے لگا۔ میں نے کہا کہ میں تمہیں محلہ سے نکالنے کے لئے نہیں آیا بلکہ مجھے تو یہ معلو ہوا ہے کہ تم اولیاء اللہ میں سے ہو۔ وہ یہ سن کر بہت رویا اور کہا کہ دراصل تمہارے جانے کے بعد میں نے اللہ کے حضور توبہ کر لی۔ پھر وہ خود بخود ہی شہر سے نکل کر کہیں چلا گیا۔ اس کے بعد میں نے اس کو نہیں دیکھا۔ (جہاں الذنوب و سیر الاولیاء صفحہ ۲۳۴)

۱۹ شیخ عثمان خیر آبادی اور ایک شربلی کا واقعہ

ایک دن شیخ عثمان خیر آبادی کے سامنے ایک نوجوان آیا جو شراب کے نشے میں مست، پان کھاتا ہوا اور طنبورہ بجاتا ہوا مستیاں کر رہا تھا۔ شیخ پر نظر پڑی تو شرما کر دوسری گلی میں چلا گیا، شیخ بھی اس کے پیچھے اس گلی میں پہنچ گئے۔ آگے راستہ بند تھا۔ جب شیخ قریب گئے تو وہ جوان اپنا منہ ایک دیوار سے لگا کر کھڑا ہو گیا اور طنبورہ توڑ کر ان کے قدموں میں گر گیا۔ شیخ نے خلاموں سے کہا اس کو خانقاہ لے جاؤ۔ غسل کرو اور پاک کپڑے پہناؤ میں ابھی آتا ہوں۔ خلاموں نے حکم کی تعمیل کی اور شیخ جب واپس آئے تو اس جوان کو پیش کیا۔ شیخ اس کا ہاتھ پکڑ کر قبلہ رو کھڑے ہوئے اور دعا کی کہ الہی جو میرے اختیار میں تھا وہ میں نے کیا اس کا ظاہر پاک و صاف کر دیا۔ اب تو اپنے کرم سے اس کا باطن بھی صاف کر دے پھر شیخ نے اس کو ذکر تلقین کر کے ایک حجرے میں بیٹھنے کی ہدایت کی اور وہ جوان یاد الہی میں مشغول ہو گیا۔

ایک دن شیخ عثمان مغربی، شیخ خیر آبادی سے ملاقات کو ان کی خانقاہ میں تشریف لائے تو شیخ کو دیکھا بڑے غمگین بیٹھے ہیں۔ پوچھا کیا بات ہے جو اتنے غمگین ہو؟ کہا غیرت سے۔ پوچھا کس کی غیرت سے؟ کہا غیرت دوست سے۔ پوچھا وہ کس طرح؟ کہنے لگے ہم نے جو نعمت برسوں محنت و مجاہدہ کر کے اور اپنا خون پی پی کر پائی تھی وہ اس نوجوان کو ایک گھڑی میں مل گئی۔

(خیر الجالس بحوالہ آئینہ سلوک)

۲۰ ایک بُت پرست کو ابدال بنائے جانیکا واقعہ

نقل ہے ایک زندہ دار (بُت پرست) اپنے زنا کو آراستہ کر رہا تھا کہ اس پر شہنشاہ حقیقی کی نظر عنایت پڑ گئی۔ غیب سے ایک بھید ظاہر ہوا جس سے اس زنا کی حقیقت اس پر کھل گئی۔ گھر سے چیخا ہوا نکل پڑا، دوڑتا جاتا تھا اور این اللہ، این اللہ (اللہ کہاں ہے، اللہ کہاں ہے) کا نعرہ مارتا جاتا تھا۔ اس بھید کے ظاہر ہونے کے باعث ایسا سوز دروں پیدا ہوا کہ کوہ لبنان پر جہاں قطب ابدال رہا کرتے ہیں قسمت نے پہنچا دیا۔ دیکھتا کیا ہے کہ چھ آدمی کھڑے ہیں اور ایک جنازہ سامنے رکھا ہے۔ یہ پریشان حال ان سے پوچھنے لگا کہ واقعہ کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا واقعہ بعد میں پوچھئے پہلے اس جنازہ کی نماز پڑھائیے، ہم آپ ہی کے منتظر تھے۔

خدا کی شان وہ بے تکلف آگے بڑھا اور جنازہ کی نماز پڑھائی۔ جب فارغ ہوئے تو وہ لوگ کہنے لگے ہم لوگ ان سات ابدالوں میں سے ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے عالم کے کل کاروبار کا مدار رکھا ہے اور جس پر آپ نے ابھی نماز جنازہ پڑھی ہے وہ ہمارے پیر روشن ضمیر تھے اور قطب عالم کے مرتبہ پر فائز تھے۔ وقت انتقال یہ وصیت فرمائی تھی کہ غسل وغیرہ سے جب فراغت ہو جائے تو جنازہ رکھ کر تھوڑا انتظار کرنا ایک صاحب اس طرف سے آئیں گے، ان سے کہنا کہ ہمارے جنازے کی نماز پڑھائیں اور اب ہمارے بعد قطبیت کا مقام بھی اللہ نے ان کو ہی عطا فرما دیا ہے۔ (مکتوبات صدی بحوالہ آئینہ سلوک)

اللہ تعالیٰ کو اپنی مخلوق سے محبت ہے

اللہ تعالیٰ کو اپنی مخلوق کے ساتھ بڑا پیار ہے۔ آپ اس کا تجربہ کر لیں کہ کسی نے اپنے ہاتھوں سے محنت کر کے کوئی چیز بنائی، وہ چیز پتھر ہی کیوں نہ ہو لیکن اس بنانے والے کو اس بنائے ہوئے پتھر سے محبت ہو جاتی ہے کہ اس

پتھر کے بنانے میں وقت لگایا ہے، میں نے محنت کی ہے، یہ میری دولت ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو بنایا اور ان کو پیدا کیا ہے، اس لئے ان کو اپنی مخلوق سے محبت ہے، لہذا اگر ان سے محبت کا دعویٰ ہے تو ان کی مخلوق سے بھی محبت کرنی ہوگی۔

۲۱ حضرت نوح علیہ السلام کا ایک عجیب واقعہ

جب حضرت نوح علیہ السلام کی قوم پر طوفان آچکا، ساری قوم اس طوفان کے نتیجے میں ہلاک ہو گئی تو اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعہ حضرت نوح علیہ السلام کو حکم دیا کہ اب تمہارا کام یہ ہے کہ تم مٹی کے برتن بنائو، چنانچہ حضرت نوح علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں مٹی کے برتن بنانا شروع کر دیے اور دن رات اس میں لگے رہے۔ جب کئی دن گزر گئے اور برتنوں کا ڈھیر لگ گیا تو دوسرا حکم یہ دیا کہ اب سب برتنوں کو ایک ایک کر کے توڑو۔ حضرت نوح علیہ السلام نے عرض کیا کہ یا اللہ! میں نے بڑی محنت سے اور آپ کے حکم پر بنائے تھے اب آپ ان کو توڑنے کا حکم دے رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہمارا حکم یہ ہے کہ اب ان کو توڑ دو۔

چنانچہ حضرت نوح علیہ السلام نے ان کو توڑ دیا، لیکن دل دکھا کہ اتنی محنت سے بنائے اور ان کو توڑ دیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے نوح! تم نے اپنے ہاتھوں سے یہ برتن بنائے اور میرے حکم سے بنائے، ان برتنوں سے تمہیں اتنی محبت ہو گئی کہ جب میں نے تمہیں ان کو توڑنے کا حکم دیا تو تم سے توڑا نہیں جا رہا تھا۔ دل یہ چاہ رہا تھا کہ یہ برتن جو میری محنت اور میرے ہاتھ سے بنے ہوئے ہیں کسی طرح بچ جائیں تو بہتر ہے اس لئے کہ تمہیں ان برتنوں سے محبت ہو گئی تھی۔ لیکن تم نے ہمیں نہیں دیکھا کہ ساری مخلوق ہم نے اپنے ہاتھ سے بنائی اور تم نے ایک مرتبہ کہہ دیا کہ:

رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الْكَافِرِينَ ذَبَابًا (سورۃ

اے اللہ! زمین میں بسنے والے سب کافروں کو ہلاک کر دے اور ان میں سے کوئی باقی نہ رہے۔ (نوح: ۲۳) تمہارے اس کہنے پر ہم نے اپنی مخلوق کو ہلاک کر دیا۔

اشارہ اس بات کی طرف فرمایا کہ جس مٹی سے تم برتن بنا رہے تھے، باوجودیکہ تمہاری پیدا کی ہوئی نہیں تھی اور اپنی خواہش سے وہ برتن نہیں بنا رہے تھے بلکہ میرے حکم سے بنا رہے تھے۔ پھر بھی تمہیں ان سے محبت ہو گئی تھی تو کیا مجھے اپنی مخلوق سے محبت نہیں ہوگی؟ جب محبت ہے تو پھر تمہیں بھی میری مخلوق سے محبت کرنی پڑے گی اگر تمہیں میرے ساتھ محبت ہے۔ (اصلاحی خطبات جلد ۸ صفحہ ۲۲۳)

۲۲ ایک شرابی کے ساتھ اللہ کا محبت بھرا معاملہ

ایک شرابی رئیس زلہ، شہزادہ جیسا خوبصورت جوان دریائے نیل کے کنارے اتنی شراب پی کہ قے ہو گئی وہیں زمین پر لیٹ گیا۔ دریائے نیل کے دوسرے کنارے پر حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کپڑے دھو رہے تھے دیکھا کہ ایک کچھوا آیا اور دریا کے کنارے لگ گیا۔ ذوالنون مصری نے دیکھا کہ یہ کچھوا دریائے نیل کے ساحل پر کیوں آیا ہے، دیکھا کہ ایک بچھو جنگل سے تیزی سے آرہا ہے، بہت بڑا کالا بچھو اور وہ کچھوے کی پیٹھ پر بیٹھ گیا اور پھر وہ کچھوا واپس چلنے لگا اس پار۔ ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ نے کپڑا دھونا چھوڑ دیا سوچا کہ عالم غیب سے کوئی عظیم الشان واقعہ رونما ہونے والا ہے۔ آپ بھی کشتی پر بیٹھ کر اسی کے ساتھ ساتھ چلنے لگے۔

کچھوے صاحب جا رہے ہیں اور بچھو صاحب اس کی پیٹھ پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ کچھوے کا کنارے پر پہنچنا اور زمین اس وقت بچھو کا اس پر سوار ہونے کے لئے پہنچ جاتا یہ سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہو رہا ہے۔

حسن کا انتظام ہوتا ہے

عشق کا یوں ہی نام ہوتا ہے

سن لے لے دوست جب یام بھلے آتے ہیں

گھات ملنے کی وہ خود آپ ہی بتلاتے ہیں

اب جناب دریائے نیل کے اس ساحل پر کچھوا لگ گیا اور کچھو صاحب بھی پہنچ گئے۔ دیکھا کہ ایک کالا سانپ اس رئیس زلہ کو ڈسنے کے لئے آ رہا ہے جو شراب پی کر بے ہوش لینا ہوا تھا۔ تقریباً ایک گز کا فاصلہ رہ گیا تھا کہ اتنے میں کچھو نے کود کر اس کے پھن میں اپنا ڈنک مارا جس سے سانپ وہیں ڈھیر ہو گیا۔ سانپ مرا پڑا ہوا ہے، کچھو اپنے کچھوے پر تھوڑا آرام کر رہا ہے کیونکہ بڑی محنت سے اس نے ڈنک مارا، بہت دور سے آیا تھا۔ حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ نے اس جوان کو اٹھلایا، اس کا نشہ ختم ہو چکا تھا۔ آنکھ کھولی تو دیکھا کہ حضرت ذوالنون مصری کھڑے ہیں، کہا کہ حضرت آپ اتنے بڑے ولی اللہ ہیں مصر کے اکابر اولیاء اللہ میں سے ہیں، آپ یہاں کہاں آ گئے مجھ جیسے بدکار اور شرابی کے پاس۔ فرمایا صاحبزادے سنو! تم شراب پی کر مست اور بے ہوشی کی حالت میں پڑے ہوئے تھے لیکن تمہاری جان بچانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے عالم غیب سے کتنے اسباب پیدا کئے ذرا اس کی رحمت کو سن۔ کہا کیا بات ہے؟

تو اللہ کو بھولا ہوا تھا لیکن اللہ نے تجھے نظر انداز نہیں کیا

حضرت ذوالنون مصریؒ نے فرمایا کہ یہ سانپ جو مرا ہوا ہے تجھے ڈسنے کے لئے ایک گز کے فاصلے تک آچکا تھا، یہ کچھو دریائے نیل کے اُس پار سے آیا ہے اور کچھوے کو اللہ نے حکم دیا وہ اپنی پیٹھ لگا کر اس کے لئے کشتی بنا اتنی دور سے یہ کچھو آیا تیرے دشمن کے مقابلہ کے لئے اور تیرے سانپ کو مار دیا اور تیری جان اللہ نے بچا لی۔ تو تو اللہ سے بے خبر ہے مگر اللہ تعالیٰ تجھ سے بے خبر نہیں ہے۔ یہ سب منظر دیکھ کر اس نے اسی وقت توبہ کر لی۔

(نزہۃ البساتین ، فوائد السالکین و کتب التوہین و تجلیات جذب)

۲۳ بنی اسرائیل کے ایک گنہگار کا واقعہ

کہتے ہیں بنی اسرائیل میں ایک نہایت فاسق و فاجر بدکار شخص تھا جس نے اپنی عمر کے پورے دو سو سال فسق و فجور میں گزار دیئے تھے۔ جب وہ مرا تو لوگوں نے اس کی موت پر خوشیاں منائیں اور اس کی لاش کو دفنانے کے بجائے گھسیٹ کر کوڑے کے ایک ڈھیر پر ڈال دیا تاکہ اور لوگوں کو عبرت حاصل ہو۔ لاکھ تو یہ معاملہ ہوا اور اُدھر حضرت جبرئیل علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام کے پاس پہنچے اور کہا اللہ تعالیٰ نے آپ کو سلام کہا ہے اور ارشاد فرمایا ہے کہ ہمارے ایک دوست نے دنیا سے کوچ کیا اور دشمنوں نے اس کو کوڑے کے ایک ڈھیر پر ڈال دیا ہے۔ آپ جائیں اور اس کے غسل اور تجھیز و تکفین کا انتظام کر کے جنازہ پڑھیں تاکہ وہ بخشا جائے اور قبولیت کا درجہ پائے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام حکم کی تعمیل میں جب وہاں پہنچے تو دیکھا کہ یہ وہی بدکار ہے جس سے سب عاجز آگئے تھے، حیران رہ گئے لیکن چونکہ مامور تھے اس لئے حکم کی تعمیل کرنے کے بعد اس کے بارے میں دریافت کیا تو حق سبحانہ و تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ موسیٰ! میرا یہ بندہ تھا تو بڑی بڑی سزوں کا مستحق لیکن ایک دن اس نے تورات کو کھولا اور جس ورق پر آپ ﷺ کا نام مبارک محمد لکھا ہوا تھا اسے اپنے چہرے پر ملا اور اس کو چوم لیا۔ پس اس مبارک نام کی برکت و بزرگی کے باعث اس کے دو سو برس کے گناہ میں نے معاف کر دیئے اور اس کو میں نے اپنے مقبول بندوں میں شمار کر لیا۔

۲۴ کفل نامی شخص کی توبہ کا واقعہ

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ قصہ سنا کہ بنی اسرائیل میں کفل نامی ایک شخص تھا جو کسی بھی گناہ سے پرہیز نہیں کرتا تھا۔ ایک دفعہ اس کے پاس کوئی حاجت مند عورت

آئی اس نے اس عورت کو ساٹھ دینار اس شرط پر دیئے کہ وہ اس سے زنا کرے گا جب وہ شخص اس عورت کے قریب اس جگہ بیٹھا جہاں کہ خاوند اپنی بیوی کے قریب بیٹھتا ہے تو وہ عورت کانپ اٹھی اور رونا شروع کر دیا۔ اس نے عورت سے کہا کہ روتی کیوں ہے؟ کیا میں تجھے بُرا لگتا ہوں؟ اس نے کہا نہیں بلکہ میں نے ایسا کام کبھی نہیں کیا۔ اس شخص نے کہا کہ جب تو نے کبھی ایسا کام کیا ہی نہیں تھا تو پھر کیوں آملہ ہوئی۔ اس نے جواب دیا کہ ضرورت نے مجبور کر دیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اس شخص نے اس عورت کو چھوڑ دیا اور کہا کہ دیناروں کو بھی لے جا۔ پھر اس شخص نے اللہ سے عہد کیا کہ وہ اللہ کی کبھی نافرمانی نہیں کرے گا۔ اللہ کی شان! وہ اسی رات انتقال کر گیا صبح لوگوں نے اس کے دروازے پر لکھا ہوا دیکھا کہ:

”اللہ نے کفل کو معاف کر دیا“

ملاحظہ: یہ وہ کفل نہیں جو نبی ہیں اور جن کا قرآن مجید میں ذکر آیا ہے بعض روایات میں ہے کہ اس نے کہا کہ اللہ کی قسم میں آئندہ کبھی بھی اللہ کی نافرمانی نہیں کروں گا۔ پھر وہ اسی رات فوت ہو گیا اور صبح کو لوگوں نے اس کے دروازے پر لکھا ہو دیکھا۔

(بے شک اللہ نے کفل کی بخشش کر دی)

(رواہ الترمذی و قال حسن و رواہ الحاکم و ابن حبان و قال الحاکم صحیح الاسناد کما فی کتاب التوابین)

۲۵ حضرت وحشی کا محبت الہی سے لبریز واقعہ

حضرت وحشی نے غزوہ احد میں آپ ﷺ کے سب سے محبوب چچا حضرت حمزہؓ کو شہید کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو تسلی دینے کے لئے جبریلؑ کو بھیجا۔ آپ سے جبریلؑ نے کہا اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہم نے عرش پر لکھا ہے حمزہ اسد اللہ حمزہ اللہ کا شیر ہے اس پر آپ کی ہچکی بند ہوئی۔ ایسے شخص کا حال جس نے سید الانبیاء ﷺ کے چچا کو قتل کر کے گناہ عظیم کیا۔

یہ وحشی کون ہیں؟ ایک عورت کے غلام تھے اس عورت کے بڑوں کو غزوہ بدر میں قتل کیا گیا تھا۔ اس عورت نے خنجر زہر میں بچھا کر حضرت وحشی کو دیا کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو قتل کر دو۔ ان کا جگر نکال کر لاؤ اور میرے پاس کان ناک کاٹ کر لاؤ۔ یہ گئے اُحد کے موقع پر اور ایک پتھر کے پیچھے چھپ گئے۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ دشمن پر حملہ کرنے کے لئے آگے بڑھے ان کی فوج میں گھستے چلے گئے لوگ ہتھے گئے جیسے بھاگتے گئے اس طریقہ پر فوج ہٹی گئی۔ پھر جب وہاں سے واپس ہو رہے تھے دیکھا کوئی غلام بیٹھا ہوا ہے پتھر کے پیچھے۔ ان کی علت نہیں تھی غلام پر حملہ کرنے کی۔ غلام کمزور ہوتا ہے اس کے اوپر کیا حملہ کریں۔ وہ تو حملہ کے لئے بہادر کو اپنے مقابل کے لئے تلاش کیا کرتے تھے کہ کوئی میرے برابر والا آئے تو اس پر حملہ کروں۔ انہیں نے اس غلام کو کچھ نہیں کہہا اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ اتفاقاً غلام کے قریب سے گزرتے ہوئے ان کے گھوڑے کا پیر پھسلا، یہ گرے اور گھوڑا بھی گرا۔ پس یہ غلام جلدی سے اٹھا، اس کے پاس تو خنجر تھا ہی اس نے نہایت بے دردی سے حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سینہ پر خنجر مد کر انہیں شہید کر دیا۔ پھر ان کا پیٹ چاک کر کے دل اور جگر نکالا، کان کاٹے، ہونٹ کاٹے اور اس عورت کو لے جا کر دے دیا۔ (ماہنامہ سلوک و احسان ماہ شعبان ۱۳۳۳ھ)

اس عورت نے دل و جگر کو دانتوں سے چیلیا، کان اور ہونٹوں کو دھاگے سے باندھ کر ہار بنا کر گلے میں ڈال کر اچھلتی کودتی تھی کہ میں نے آج بدلہ لے لیا۔ یہ وحشی وہ تھے جنہوں نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایسا معاملہ کیا لیکن جب رحمت الہی متوجہ ہوئی اور اللہ نے فیصلہ کر لیا کہ وحشی کو اپنا محبوب بنانا ہے تو اللہ نے آپ ﷺ کے دل میں یہ بات القا فرمائی کہ وحشی کو اسلام کی دعوت دو۔ (ایضاً)

حضور ﷺ نے وحشی کے پاس تھمہ بھیجا کہ ان کو اسلام کی دعوت دے

، پس یہ پیغام حضرت وحشی نے کہلا بھیجا کہ مجھے آپ کس طرح دعوت اسلام دے رہے ہیں جب کہ آپ کے رب نے فرمایا:

مَنْ قَتَلَ أَوْ زَنَى أَوْ شَرِكَ يُلْقَى الْإِمَامَ يُضَاعَفُ لَهُ الْعَذَابُ وَ أَنَا
لَفَعَلْتُ كُفْلَهُ

جو قتل اور زنا اور شرک کرے گا ایسے لوگوں کو دوگنا عذاب ہوگا اور ہم نے یہ سب کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے وحشی کے اسلام کے لئے دوسری آیت نازل فرمائی۔ دیکھئے یہ اللہ تعالیٰ کا کرم ہے۔ ایسے مبغوض، ایسے مجرم، رسول خدا کے چچا کے قاتل پر اللہ تعالیٰ کی رحمت برس رہی ہے۔ کیا ٹھکانہ ہے اس کے حلم کا! دو آیت نازل ہو رہی ہے ان کے اسلام کے لئے اِلَآمَنْ تَابَ وَ آمَنَ وَ عَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا (۷۰: ۲۵) اے رسول خدا وحشی کو آپ پیغام دے دیں کہ اگر وہ توبہ کر لیں اور ایمان لائیں اور عمل صالح کرتے رہیں تو میں ان کے ایمان اور اسلام کو قبول کرتا ہوں۔ دنیا میں ہے کوئی ایسا حلم والا جو اپنے محبوب عزیز کے قاتل کو اس طرح بخشے گا۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اس آیت کو ان کے پاس بھیجا تو اس پر ان کا پیغام سنئے کہتے ہیں هَذَا شَرْطٌ شَدِيدٌ يَه تُو بُو ي سَخ ت شَرْ ط هے کیونکہ میں توبہ کر سکتا ہوں، ایمان لاسکتا ہوں لیکن وَ عَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا ساری زندگی نیک عمل کرتا رہوں اس میں ذرا مجھے اپنے بارے میں اعتماد نہیں ہے لَعَلِّي لَا أَقْبِرُ عَلَيْهِ میں شاید اس پر قادر نہ ہو سکوں۔ اب تیسری آیت نازل ہو رہی ہے۔

دیکھئے اللہ تعالیٰ ایسے شخص کے اسلام کے لئے، بدترین مجرم کے لئے آیت پر آیت نازل فرما رہے ہیں اور یہ ناز و نخرے دکھا رہے ہیں۔ ہے کوئی ایسا دل گردہ والا جو اپنے مجرم کے ناز و نخرے براشت کرے لیکن اللہ تعالیٰ کی رحمت غیر محدود کا کوئی اندازہ نہیں کر سکتا کہ یہ ایمان لانے کے لئے شرطیں لگا رہے

ہیں، پیغامات کے تباہی ہو رہے ہیں، اُن کے لئے قرآن کی آیات لے کر جبرئیل علیہ السلام کی آمد و رفت ہو رہی ہے۔ اللہ اکبر کیا ٹھکانہ ہے ان کی رحمت کا۔ تیسری آیت کیا نازل فرمائی:

إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ

(۱۱۶:۴)

اللہ تعالیٰ شرک کو نہیں معاف کرے گا لیکن اس کے علاوہ جتنے بھی گناہ ہیں سب معاف کر دے گا جس کے لئے چاہے گا۔

یعنی وحشی اگر ایمان لائیں اور شرک سے توبہ کر لیں تو عمل صالح کی بھی قید اٹھ رہی ہے وَ يَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ شرک کے علاوہ جتنے بھی گناہ ہیں اللہ تعالیٰ بخش دے گا جس کے لئے چاہے گا۔

اب ان کا جواب سنئے۔ پھر پیغام کا تباہی ہو رہا ہے کہتے ہیں اَرَانِي بَعْدَ فَنِي شُبُهَةِ میں ابھی شبہ میں ہوں کیونکہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مغفرت کی آزادی نہیں دی بلکہ مغفرت کو اپنی مشیت سے مقید کر دیا کہ جس کو میں چاہوں گا اس کو بخش دوں گا مجھے کیا پتہ کہ اللہ تعالیٰ کی مشیت میرے لئے ہوگی یا نہیں، وہ میرے لئے مغفرت چاہیں گے یا نہیں فَلَا أَذْرَى يَغْفِرُ لِي أَمْ لَا؟ پس میں نہیں جانتا کہ وہ مجھے بخشیں گے یا نہیں۔

بتائیے پیغامات کے تباہی سن رہے ہیں آپ لوگ۔ کیا یہ حق تعالیٰ کا جذب نہیں ہے؟ یہ انہیں کا جذب ہے۔ حضرت وحشی کو بھی ابھی خبر نہیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں جذب فرما رہے ہیں

کوئی کھینچے لئے جاتا ہے خود جیب و گریباں کو

اب چوتھی آیت نازل ہو رہی ہے:

قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَحْمَةِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ

(۵۴:۳۹)

یہ آیت اتنی قیمتی ہے کہ جب نازل ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

مَا أَحَبُّ أَنْ لِيَ الدُّنْيَا بِهَذِهِ الْآيَةِ (مشکوٰۃ ۲۰۶)

یہ آیت مجھے اتنی محبوب ہے کہ اگر اس کے بدلہ میں مجھے پوری کائنات مل جائے تو وہ عزیز نہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ اءِىَ مُحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وسلم آپ میرے گناہگار بندوں کو بتا دیجئے کہ اے میرے بندو جنہوں نے اپنے اوپر زیادتیں کر لیں، ظلم کر لئے، بے شکر گناہ کر لئے لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَحْمَةِ اللَّهِ تم میری رحمت سے ناامید نہ ہو۔ إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا اللہ تمام گناہوں کو معاف فرمادے گا۔ اب مشیت کی بھی قید نہیں ہے اس قید کو بھی میں ہٹا رہا ہوں تاکہ میرے گناہگار بندے مایوس نہ ہوں۔ إِنَّ تَاكِيْدَ هِىَ الذُّنُوبِ پر الف لام استغراق کا ہے یعنی کوئی گناہ ایسا نہ ہوگا جس کو اللہ نہ بخش دے اور جَمِيعًا میں تاکید ہے۔ تَمِن تَاكِيْدُوْں سے اللہ تعالیٰ یہ آیت نازل فرمائی کہ ہم تمام گناہوں کو بخش دیں گے۔ إِنَّهُ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ۔ یہ جملہ تعلیلیہ ہے معرض علت میں ہے یعنی وجہ بھی بتا دی کہ ہم کیوں بخش دیں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ بڑا ہی بخشنے والا، بڑا ہی رحمت والا ہے اور اپنے نام پاک غفور کو رحیم پر مقدم فرمایا کہ معلوم بھی ہے ہم بندوں کو کیوں بخش دیتے ہیں؟ بوجہ رحمت کے۔ اپنی شان رحمت کی وجہ سے ہم تمہاری مغفرت فرماتے ہیں۔ تمہارے گناہ محدود ہیں میری مغفرت محدود نہیں ہے۔ میری غیر محدود رحمت کے سامنے تمہارے گناہ ایسے ہیں جیسے ایک چڑیا سمندر سے ایک قطرہ اٹھالے۔ جو نسبت اس قطرہ کو سمندر سے ہے اتنی بھی تمہارے گناہوں کو میری غیر محدود رحمت و مغفرت سے نہیں۔

بقول حضرت ڈاکٹر عبدالحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے کہ کراچی کے ایک

کرور انسانوں کا پیشاب پاخانہ کراچی کے سمندر میں جاتا ہے لیکن ایک لہر آتی ہے اور سب اٹھا کر لے جاتی ہے اور سب پاک کر دیتی ہے۔ یہ سمندر تو محدود ہے۔ اللہ کی رحمت و مغفرت کے غیر محدود سمندر کا کیا عالم ہوگا۔ ایک موج آئے گی اور ان شاء اللہ تعالیٰ ہمارے سب گناہوں کو بہا لے جائے گی۔

اس آیت کے نزول کے بعد کیا ہوا۔ اب تہلولہ پیغامات کا نقشہ بدل گیا حضرت وحشی کا کام بن گیا کہا نعم ہذا یہ بہت اچھی آیت ہے فُجَاءَ وَ اَنْسَلَمَ پھر آئے اور اسلام قبول کر لیا۔ صحابہ نے پوچھا کہ یا رسول اللہ ﷺ ہَذَا لَهُ خَاصَّةٌ اَمْ لِلْمُسْلِمِينَ عَامَّةٌ کیا یہ آیت وحشی کے لئے خاص ہے یا سارے مسلمانوں کے لئے ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا بَلْ لِلْمُسْلِمِينَ عَامَّةٌ قیامت تک کہ تمام مسلمانوں کے لئے اللہ کا یہ فضل عام ہے۔

نوٹ: اس واقعہ کو تفسیر خازن کے مصنف علامہ محمود نسفی رحمۃ اللہ علیہ نے جلد صفحہ ۵۹ پر، تفسیر معالم التنزیل کے مصنف محمد حسین بن مسعود الفراء البغوی نے جلد ۴ صفحہ ۸۳ پر اور محدث عظیم ملا علی قاریؒ نے مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد ۵ صفحہ ۱۴۹ پر بیان فرمایا ہے۔ (بحوالہ تجلیات جذب حصہ دوم صفحہ ۲۵۴۲۰)

ندام گنہگار کی رسوائیوں کی تلافی

بندہ کے پیر و مرشد نے اسی مجلس میں اس واقعہ کو سنانے کے بعد ارشاد فرمایا کہ ابا جب بچہ کی خطاؤں کو معاف کر دیتا ہے تو باپ کی ناراضگی سے اس کی جو ذلت اور رسوائی ہوتی ہے، ہر طرف اس کا چرچا ہوتا ہے کہ بڑا نالائق بیٹا ہے تو پھر باپ یہی کہتا ہے کہ میرا بیٹا لائق ہے، اس نے معافی مانگ لی اور اس کو کوئی عہدہ دے دیتا ہے، یا کلفٹن کا کوئی بنگلہ دے دیتا ہے، یا کوئی زبردست مرشد کا دے دیتا ہے یا کوئی فیکٹری اس کے نام لکھ دیتا ہے جس سے لوگ سمجھ جائیں کہ باپ نے اس کو پیار کر لیا۔

اب اللہ تعالیٰ بھی حضرت وحشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام ایک فیکٹری

لکھ رہے ہیں۔ وہ کیا؟ وہ کیا نبوت کا جھوٹا دعویٰ کرنے والا مسیلمہ کذاب جس سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جہاد کرنا پڑا اس کو حضرت وحشی رضی اللہ عنہ سے قتل کر لیا۔ اس وقت بہت سے بڑے بڑے صحابہ جرنیل تھے لیکن یہ نعمت حضرت وحشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قسمت میں اللہ تعالیٰ نے لکھی یہ شرف اللہ تعالیٰ کو حضرت وحشیؓ کو دینا تھا کہ میرا یہ بندہ حمزہؓ کا قاتل ہے اسی کے ہاتھوں سے اب ایک ذلیل ترین شخصیت کو قتل کر لیا جائے تاکہ اس کی عزت قیامت تک امت کے اندر قائم ہو جائے، ہم اپنے اس رسوا اور ذلیل بندہ کی قسمت کو بدلنا چاہتے ہیں۔ ہم اس کی تاریخ بدلنا چاہتے ہیں ہم اس کی تاریخ کو سنہرے حروف سے لکھواتا چاہتے ہیں لہذا اس مسیلمہ کذاب کو حضرت وحشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھوں قتل کر لیا۔ اس کے بعد انہوں نے اعلان کیا کہ:

قَتَلْتُ فِي جَاهِلِيَّتِي خَيْرَ النَّاسِ وَفِي إِسْلَامِي شَرَّ النَّاسِ۔

میں نے اپنے زمانہ کفر میں سب سے بہترین شخص کو قتل کیا اور زمانہ اسلام میں سب سے بدترین شخص کو قتل کیا۔

(روح المعانی صفحہ ۱۶۱ جلد ۶ بحوالہ تجلیات جذب حصہ دوم صفحہ ۲۶)

۲۶ حضرت بشر حافیؒ کی توبہ کا واقعہ مع مختصر حالات زندگی

حضرت بشر حافیؒ بہت بڑے اللہ والے تھے۔ زمانہ جاہلیت میں آپ کا یہ حال تھا کہ کثرت سے شراب پیتے تھے۔ ایک مرتبہ شراب کے نشہ میں جھومتے جھومتے جا رہے تھے تو زمین پر ایک کانغ کا پرچہ پڑا ہوا تھا جس پر اسم ”اللہ“ لکھا ہوا تھا۔ آپ کی نگاہ جیسے ہی اس کانغ پر پڑی اس کو اٹھالیا کہ اس میں میرے مالک کا نام ہے، اسے چوما، صاف کیا اور خوشبو لگا کر اونچی جگہ پر رکھ دیا۔ جب رات کو آپ سوئے تو خواب میں کہا گیا یا بشر طیت اسمی طین اسمک فی اللہ فی البشر تو نے ہمارے نام کو اونچا کیا ہم تجھے اونچا کر کے دکھائیں گے۔ (بعض کتابوں میں یہ ہے کہ یہ خواب کسی اللہ والے نے دیکھا تھا

اور پھر آپ کو آکر بتلایا تو آپ یہ سن کر زمین پر لوٹنے لگے اور کہا ہائے افسوس! میرے اتنے گناہ! پھر بھی یہ انعام) پھر آپ نے اسی وقت گناہوں سے توبہ کی اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو ولایت عطا فرمائی اور اپنا دوست بنالیا۔ جب آپ نے ولایت کا مقام پایا تو ایک دن یہ آیت تلاوت کی اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ مِهْنًا کَمَا زَمِنَ کو ہم نے فرش نہیں بنایا؟ تو حضرت بشرؑ نے جوتا اُتار دیا کہ اے خدا میں تیرے فرش پر جوتا پہن کر نہیں چلوں گا۔ لیکن یہ مسئلہ نہیں ہے خوب سمجھ لیجئے، بس ان پر ایک حال غالب ہو گیا تھا۔

اللہ تعالیٰ کی قدردانی و بندہ نوری

اللہ تعالیٰ نے اس کی یہ قدر کی کہ زمین کو حکم دے دیا کہ اے زمین بشر کی گذرگاہ سے نجاست کو نکل جلیا کر تاکہ میرے بشر کے پاؤں میں نجاست نہ لگے۔ چنانچہ وہ جہاں کہیں سے گذرتے اگر نجاست پڑی ہوئی ہوتی تو حضرت بشر کے قدم رکھنے سے پہلے زمین پھٹ جاتی اور اس نجاست کو نکل لیتی۔ یہ ہے انعام جو اللہ تعالیٰ پر مرتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس کو عزت دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ کرامت عطا فرمائی۔ (اور اسی وجہ سے انکا نام حانی مشہور ہو گیا کیونکہ حافین کے معنی ہیں نکلے پاؤں والا)

(کرلوات لولیا، صفحہ ۱۸۴ و نونۃ المہاتمین و مرآۃ الاسرار صفحہ ۲۷۸)

لام احمد بن حنبلؒ کا تعظیم کرنا

حضرت بشر حانیؒ کبھی کبھی حضرت لام احمد بن حنبلؒ کی خدمت میں بھی جایا کرتے تھے جو بہت بڑے محدث اور فقیہ تھے۔ حضرت بشر حانیؒ اگرچہ عالم نہیں تھے لیکن جب کبھی آپ کی مجلس میں تشریف لاتے تو آپ کھڑے ہو کر ان کا استقبال فرماتے۔ ایک بار ان کی آمد پر لام احمد بن حنبلؒ جب کھڑے ہونے لگے تو ان کے شاگردوں نے کہا کہ حضرت آپ محدث ہیں اور یہ صاحب عالم بھی نہیں پھر آپ ان کے لئے کیوں کھڑے ہوتے ہیں؟ فرمایا کہ

میں کتب کا عالم ہوں اور یہ اللہ کا عالم ہے اللہ کو جانتا ہے، تمہیں کیا پتہ کہ اس کا کیا مقام ہے۔ دوستو! سب کے لئے راستہ کھلا ہے، مسٹر بھی ولی اللہ ہو سکتا ہے۔
(مرآۃ الاسرار صفحہ ۲۷۸)

ایک دفعہ بعض طالب علموں نے کچھ مسائل دریافت کئے اور مقصد دراصل امتحان تھا۔ ایک سوال سجدہ سہو کے متعلق تھا، حضرت بشر حافیؒ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کے سامنے بندہ کھڑا ہو اور سہو ہو جاوے یہ امر قابل تعجب ہے۔ پھر زکوٰۃ کا مسئلہ دریافت کیا تو فرمایا کہ ہم اتنا رکھتے ہی نہیں جس پر زکوٰۃ فرض ہو۔
(تذکرۃ الاولیاء و مرآۃ الاسرار)

آپ کے تقویٰ کی برکات

بغداد میں دس نوجوان تھے جن کے ساتھ دس نو عمر لڑکے تھے ان نوجوانوں نے ایک نو عمر لڑکے کو کسی کام کے لئے بھیجا، اس نے کافی دیر لگا دی ان کو اس لڑکے پر بڑا غصہ آیا، اچانک وہ لڑکا ایک خربوزہ ہاتھ میں لئے ہنستا ہوا آیا ان نوجوانوں نے اس سے کہا کہ ایک تو تو نے دیر لگائی اوپر سے ہنستا ہوا آرہا ہے؟ اس نے کہا کہ میں تمہارے پاس ایک انتہائی عجیب چیز لایا ہوں دیکھو اس خربوزہ پر حضرت بشر حافیؒ نے ہاتھ رکھا تھا میں یہ بیس درہم میں خرید کر لایا ہوں۔ ان نوجوانوں میں سے ہر ایک نے اسے بوسہ دیا اور آنکھوں سے لگایا۔ ان میں سے ایک نوجوان بولا کہ آخر حضرت بشر حافیؒ اس مرتبہ پر کیوں کر پہنچے؟ سب نے کہا کہ تقویٰ اختیار کرنے کی وجہ سے، وہ بولا کہ اچھا پھر گولہ رہو کہ میں اللہ کے حضور میں توبہ کرتا ہوں باقی سب نے بھی یہی کہا اور اللہ کے حضور میں توبہ کی کہا جاتا ہے کہ وہ سب یہاں سے طرطوس چلے گئے اور مرحبہ شہادت پر فائز ہوئے۔
(جواہر پدے)

وفات کے بعد

آپ کی وفات کے بعد ایک اللہ والے نے خواب میں دیکھا تو پوچھا کہ اللہ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا تو فرمایا کہ مجھے میرے مالک نے بخش دیا اور اللہ تعالیٰ نے پھر مجھ سے فرمایا بشر کیا تمہیں مجھ سے شرم نہیں آتی کہ تم مجھ سے اس قدر ڈرتا ہے۔ (رسالہ قشیریہ ص ۳۵)

ایک اور روایت یوں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے فرمایا بشر جس دن میں نے تمہاری جان قبض کر لی تھی اس وقت تم سے نیکو محبوب مجھے کائنات میں کوئی نہ تھا۔ (ایضاً ص ۳۸)

۲۷ محبت الہی کی تمثیل پر ایک بچہ کا واقعہ

بیان کیا جاتا ہے کہ اک نیک آدمی رستے پر گزر رہا تھا۔ اچانک کیا دیکھا ہے کہ ایک دروازہ کھلا، ایک بچہ اپنی ماں سے معافی مانگ رہا ہے اور رو بھی رہا ہے۔ اس کی والدہ اس کا پیچھا کر رہی ہے اور اسے دھکے دے رہی ہے۔ آخر بچہ گھر سے نکل آیا اور اس کی والدہ نے دروازہ بند کر دیا اور اندر چلی گئی۔ بچہ تھوڑی دور گیا پھر کھڑا ہو کر سوچنے لگا، جس گھر سے نکالا گیا اس کے علاوہ اسے کوئی ٹھکانہ بھی نہیں نظر آ رہا ہے اور نہ ہی والدہ کے علاوہ اس کا کوئی دوسرا ہے جو اسے سینے سے لگا لے گا۔ یہ بچہ ٹوٹے دل اور غمگین حالت میں واپس آتا ہے تو دروازے کو بند پاتا ہے۔ دروازے کو ٹیک لگا کر اپنے گال چوکھٹ پر رکھ دیتا ہے اور سو جاتا ہے۔ آنسو اس کے رخساروں پر جھے ہوئے ہیں۔

تھوڑی دیر بعد جب اس کی والدہ باہر نکلی اور اس نے اپنے بچے کو اس حال میں دیکھا تو بے حال ہو کر اس پر گر پڑی اسے سینے سے لگایا، پیار کیا اور رونے لگی اور کہنے لگی اے میرے لال تو مجھ سے روٹھ کر کہاں گیا تھا؟ میرے علاوہ تجھے کون سینے سے لگائے گا؟ کیا میں نے تجھے نہیں کہا تھا کہ تو میرے حکم کے خلاف نہ چلا کر۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے تجھ پر رحمت و شفقت کے لئے پیدا

کیا ہے۔ اس کے برعکس تو مجھے سزا اپنے پر مجبور نہ کیا کہ پھر والدہ اپنے بچے کو اٹھا کر اندر لے گئی۔

اس طرح کا واقعہ حدیث میں یوں بیان ہوا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں قیدی لائے گئے۔ قیدیوں میں سے ایک عورت کسی کو تلاش کر رہی تھی۔ یکایک جب اسے اپنا بچہ مل گیا تو اسے سینے سے چپکا لیا اور اسے اپنا دودھ پالیدہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

تمہارا کیا خیال ہے یہ عورت اپنے بچے کو آگ میں پھینک دے گی؟
مصلحہ رضی اللہ عنہم نے کہا نہیں، اگر اس کے بس میں ہو تو کبھی اپنے بچے آگ میں نہ پھینکے۔ تب آپ ﷺ نے فرمایا:

اَللّٰهُ اَرْحَمُ بِعِبَادِهِ مِنْ هٰذِهِ بَوَّلِیْهَا

جس قدر اس عورت کو اپنے بچے پر ترس آتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے بھی کہیں زیادہ اپنے بندوں پر رحم فرمانے والے ہیں۔

والدہ کی شفقت کا اللہ تعالیٰ کی رحمت سے کیا مقابلہ؟ اللہ کی رحمت تو ہر چیز پر پھیلی ہوئی ہے۔ جب بندہ توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کو انتہائی خوشی ہوتی ہے۔

۲۸ اس کا کیا معنی کہ وہ غفور رحیم ہے

ابو عمرو بن علاء کہتے ہیں کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ کچھ لوگ اللہ تعالیٰ کی رحمت کا آپس میں تذکرہ کر رہے تھے اور فرزدق بھی ان کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ فرزدق ان سے زیادہ اللہ کی رحمت کا امیدوار ہونے کا اظہار کر رہا تھا۔ لوگوں نے اس سے کہا کہ تو پاک دامن عورتوں پر تہمت کیوں لگاتا ہے؟

فرزدق نے کہا کہ تم مجھے بتاؤ کہ اگر میں اپنے والدین کی کوئی ایسی نافرمانی کروں جب کہ اللہ تعالیٰ کی میں نے نافرمانی کی ہو، تو تمہارا کیا خیال ہے کہ میرے والدین مجھے دہکتے ہوئے کوٹلوں والے تنور میں پھینکنا پسند کریں گے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہرگز نہیں تمہارے والدین تو تمہارے اوپر رحم ہی کریں

میں۔ فرزوق نے کہا کہ میں اپنے والدین کے رحم و کرم سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کا امیدوار ہوں۔

میں (ابن جوزی) کہتا ہوں کہ یہ فرزوق کا قول محض جہالت پر مبنی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ عز و جل کی رحمت والدین کی طرح رقت طبع کی وجہ سے نہیں ہے ورنہ کوئی شخص کسی چڑیا کو ذبح نہ کر سکتا اور نہ ہی کوئی بچہ مرنے والا نہ ہی اللہ تعالیٰ کسی کو جہنم میں داخل کرتے۔ دراصل فرزوق کا قول دو وجہ سے غلط ہے۔ ایک یہ کہ اس نے اللہ تعالیٰ کی رحمت کی طرف تو دیکھا مگر اس کے عذاب کی طرف نظر نہ کی۔ (جو یہ کہتا ہے کہ میرا عذاب بڑا دردناک ہے اور میری پکڑ بہت سخت ہے)

دوسری وجہ یہ ہے کہ فرزوق یہ بھول گیا کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت بھی اس شخص کی طرف متوجہ ہوتی ہے جو کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ کرے۔ جیسا کہ فرمان الہی ہے *وإني للفار لمن تاب* یعنی میں اس شخص کو بہت بخشے والا ہوں جو میرے حضور توبہ کرے۔ اسی طرح ایک اور ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ فَاسْتَغْنِهَا لِلَّذِينَ يَتَّقُونَ

یعنی اور میری رحمت شامل ہے ہر چیز کو سو اس کو لکھ دوں گا ان کے لئے جو ڈرتے ہیں۔

یعنی میری رحمت ڈرنے والے پرہیزگاروں کے لئے ہے بس اس آیت سے دھوکہ نہ کھانا چاہئے۔
(تفسیر ابن کثیر ص ۲۹۹، ۳۰۰)

چند اہم باتیں قارئین کے فائدے کیلئے

☆ جن احباب کے دل میں اس کتاب کو پڑھ کر محبت الہی کی شمع روشن ہو چکی ہو وہ سائلین اس شمع کو مزید روشن کرنا چاہیں تو ان کو چاہئے کہ وہ بندے کی کتاب ”ولایت اور حصول محبت الہی کے ذرائع“ کا مطالعہ فرمائیں۔

☆ جو احباب اللہ سے محبت کرنے کی وجوہات جاننا چاہتے ہیں انہیں چاہئے کہ وہ بندے کی کتاب ”بندے کی اللہ سے محبت کی وجوہات“ کا مطالعہ فرمائیں۔

☆ جو احباب اس بات کو جاننا چاہیں کہ اللہ تعالیٰ کن بندوں سے محبت کرتے ہیں انہیں چاہئے کہ وہ بندے کی کتاب ”اللہ تعالیٰ کی بندوں سے محبت کی علامات“ کا مطالعہ فرمائیں۔

☆ جو احباب اللہ کے دوست بننا چاہتے ہوں انہیں چاہئے کہ وہ احقر کی کتاب ”اللہ کے دوستوں کی صفات“ کا مطالعہ فرمائیں۔

☆ جو احباب اس بات کو جاننا چاہیں کہ اللہ کے محبوب بندے اللہ سے کتنی محبت کرتے ہیں انہیں چاہئے کہ وہ بندے کی کتاب ”اللہ کے عاشقوں کی عاشقی کا منظر“ ملاحظہ فرمائیں۔

☆ جو احباب اللہ کی رحمت سے مایوس ہو چکے ہوں انہیں چاہئے کہ وہ بندے کی کتاب ”گناہوں کا سمندر اور رحمت الہی کی وسعت“ کا مطالعہ فرمائیں۔

☆ جو احباب گناہوں سے بچنا چاہتے ہیں انہیں چاہئے کہ وہ بندے کی کتاب ”گناہوں سے بچنے اور اللہ کے محبوب بننے“ کا مطالعہ فرمائیں۔

☆ جو احباب معرفت الہی کے مشتاق ہیں انہیں چاہئے کہ وہ بندے کی کتاب

” مخلوقات خداوندی پر غور و فکر “ کا مطالعہ فرمائیں۔

☆ جو احباب ہر وقت پریشان رہتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ ان کی پریشانی دور ہو جائے انہیں چاہئے کہ وہ بندے کی کتاب ” سکون قلب حاصل کرنے کے طریقے “ کا مطالعہ فرمائیں۔

☆ جو احباب نماز میں اللہ اکبر کہنے سے لے کر سلام پھیرنے تک اپنے کاروبار میں مشغول رہتے ہیں اور نماز میں اللہ کے دھیان کے مشتاق ہوں تو انہیں چاہئے کہ وہ بندے کی کتاب ” نماز میں خشوع و خضوع حاصل کرنے کے طریقے “ کا مطالعہ فرمائیں۔

نوٹ : یہ فوائد اسی وقت حاصل ہوں گے جب ان کتابوں کو عمل کرنے کی نیت سے پڑھا جائے گا۔

ادارہ فیضانِ حضرت گنگوہی رح

حضرت مولانا محمد ارسلان کی اہم کتابیں

☆ گناہوں کا سمندر اور

رحمت الہی کی وسعت

قیمت روپے ۸/۳۰

☆ حصول ولایت اور

محبت الہی کے ذرائع

قیمت روپے ۶/۳۰

مکتبہ یادگار شیخ محلہ مبارک شاہ سہارنپور (یوپی)